ع ۱۲۹۸
ع ۱۲۰۷
فیض الباری فی تنقید صحیح البخاری

جزو ۱۲ از دو وقف لاہور قطب منفعہ مبرورہ

در زمانہ تولیت حضور پر نور جناب خان بہادر

مولوی سید محمد حسن شوق زیدی متولی

وقف منفعہ مبرورہ

محمد علی خاں ... محرر

نمبر ۳۱۹ سمت ...

۲۵۴ جلد ...

۴۶

حصہ رابعہ

يخرج الحي من الميت

ذلك فضل الله

فضل الباری فی تنقید صحیح البخاری

من

تالیفات محی السنۃ قامع البدعۃ سیف الاسلام قاطع اعناق الکفرۃ اللئام ناصر شریعت سید خیر الانام فخر الحکماء الالٰہیین -

ظہیر الملۃ والدین مولانا السید **علی اظہر** دامت برکاتہ

جو محض اس غرض سے لکھی گئی کہ تمامی اہل اسلام مین اتفاق ہو اور باخود ہا کا اختلاف دفع ہو جناب رسالتمآب کی احادیث صحیح غیر صحیحہ سے متمیز ہون اتفاقی۔ اختلافی مین فرق نمایان ہوتا کہ اتفاقی حدیثون پر تمامی اہل اسلام عامل ہون اور اختلافی کی تحقیقات کرین اور موضوعات وضعاف سے محفوظ رہین اور اختلاف نزاع کی بیخ کنی ہو واللہ علی کل شیء قدیر

در مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن طبع شد

سید نظیر حسین مہتمم پرنٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ **امابعد** یہ حصہ چہارم ہے فضل الباری فی تنقید البخاری کا جسمین اون احادیث کی شرح کی جاتی ہے جو بخاری نے فضائل خلفائے ثلثہ مین لکھی ہین۔

اگرچہ تنقید بخاری کی ابتدا اس طور سے ہوئی تھی کہ اصل کتاب صحیح بخاری کی شرح من اول الی آخرہ ہوجائے۔ چنانچہ حصہ اول و دوم اسی اصول پر لکھی گئی مگر بعد کو خیال آیا کہ خود صحیح بخاری ایک بڑی ضخیم کتاب ہے جو چار جلدون مین ہے بمماثلت قرآن مجید تیس پارے کئے گئے ہین اور اوسکی شرح قسطلانی دس جلدون مین۔ فتح الباری چھ جلدون مین۔ عمدۃ القاری گیارہ جلدون مین کی گئی ہے توکب امید ہے کہ ہماری حیات مستعار اسقدر کافی ہوکہ یہ مہم سرانجام ہو سکے کیونکہ ایک عرصہ سے مین مریض بھی ہون اور قویٰ بھی ضعیف ہوچکے۔ افکار وآلام کا ہجوم ہے اعوان والانصار مفقود ہین لہذا ابتدائی حصہ چھوڑکر مینے کتاب المناقب کی شرح شروع کی جسمین سے پہلے باب مناقب الصحابہ کی شرح حصہ سوم مین بہنایت اختصار تمام ہوچکی اب دوسرا باب شروع کیا جاتا ہے۔ جس مین فضائل خلفائے ثلثہ کو اونھون نے بیان کیا ہے جسکے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بخاری کو چھ لاکھ حدیثون سے صرف یہی چند حدیثین اونکے خیال مین صحیح ملی ہین ورنہ جبقدر روائتین ہین موضوع ہین کیونکہ آپ تنقید بخاری حصہ سوم مین پڑھ آئے ہین کہ بخاری کا دعویٰ تھا کہ ایک لاکھ صحیح حدیث اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثین

یادین صفحہ ۱۵
مگر بعد کو اشتہاری حکیمون کی طرح ترقی کرتے ہین خرجت الصحیح من ست مائۃ الف
حدیث صفحہ ۱۶
کہ صحیح بخاری کو ہمنے چھ لاکھ حدیثون سے منتخب کرکے لکھا۔ پھر یہان دروغ گورا حافظہ نباشد
نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے کہ یاد تو آپکو کل تین لاکھ حدیثین تھین۔ پھر تخریج کے وقت وہ چھ
لاکھ کیونکر ہو گئین۔ ایک دعوی تو اس مین ضرور غلط ہو گا۔
غرض چھ لاکھ حدیثین صحیح و غیر صحیح انکے سامنے موجود تھین جس مین سے یہ صحیح بخاری مرتب ہوئی
مگر افسوس دس ہزار بھی صحیح حدیث انکو نہ ملی کہ داخل صحیح کرتے بلکہ پورے تین ہزار بھی صحیح
نہ ملین کیونکہ تدریب الراوی مین ہے کہ صحیح بخاری مین بعد حذف مکررات دو ہزار
پانچسو تیرہ حدیث ہے صفحہ ۹۳ تنقید بخاری حصہ ۳
اب مین تمہید کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا شرح شروع کرتا ہون۔
صحیح بخاری باب مناقب المھاجرین وفضلھم منھم ابوبکر عبد اللہ بن ابی
قحافہ التیمی وقول اللہ عزوجل للفقراء المھاجرین الایہ وقال اللہ تع
الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ الایہ قالت عائشہ وابو سعید وابن عباس کان
ابوبکر مع النبیؐ فی الغار حدثنا عبد اللہ بن رجاء ثنا اسرائیل عن ابی اسحق
عن البراء قال اشتری ابوبکر من عازب رحلا بثلاثۃ عشر درھما فقال
ابوبکر لعازب مر البراء فلیحمل الی رحلی فقال عازب لا حتی تحدثنا
کیف صنعت انت ورسول اللہ صلعم حین خرجتما من مکہ والمشرکون یطلبونکم
قال ارتحلنا من مکہ فاحیینا او سرینا لیلتنا ویومنا حتی اظھرنا وقام
قائم الظھیرۃ فرمیت ببصری ھل اری من ظل فاوی الیہ فاذا صخرۃ
اتیتھا فنظرت بقیۃ ظل لھا فسویتہ ثم فرشت للنبی صلعم ثم قلت لہ اضطجع
یا نبی اللہ فاضطجع النبیؐ ثم انطلقت انظر ما حولی ھل اری من الطلب
احدا فاذا انا براعی غنم یسوق بغنمہ الی الصخرۃ یرید منھا الذی اردنا

فسألته فقلت لمن انت یا غلام قال لرجل من قریش سماه فعرفته فقلت فهل فی غنمك من لبن قال نعم قلت فهل انت حالب لبنا قال نعم فامرته فاعتقل شاة من غنمه ثم امرته ان ینفض ضرعها من الغبار ثم امرته ان ینفض کفیه فقال هکذا ضرب احدی کفیه بالاخری فحلب لی کثبة من لبن وقد جعلت لرسول اللہ ص اداوة علی فمها خرقة فصببت علی اللبن حتی برد اسفله فانطلقت به الی النبی ص فوافقته قد استیقظ فقلت اشرب یا رسول اللہ فشرب حتی رضیت ثم قلت قد آن الرحیل یا رسول اللہ قال بلی فارتحلنا والقوم یطلبوننا فلم یدرکنا احد منهم غیر سراقة بن مالك بن جعشم علی فرس له فقلت هذا الطلب قد لحقنا یا رسول اللہ فقال لا تحزن ان اللہ معنا متریحون بالعشی تسرحون بالغداة صـ۱۲ جلد دوم

باب مناقب مہاجرین سے اور ان کا فضل۔ انہیں میں سے ہیں ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ تیمی۔ اور قول خدا للفقراء المہاجرین اور قول خدا الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ کہا عائشہ ابو سعید ابن عباس نے اور رہے تھے ابوبکر حضرت کے ساتھ غار میں حدیث کی عبداللہ بن رجا نے اسرائیل سے ابی اسحاق سے اونسے براء بن عازب سے کہ ابوبکر نے پدر براء۔ عازب سے پالان شتر خریدا تیرہ درہم پر اور کہا عازب سے کہ اپنے بیٹے براء کو حکم دو کہ اسکو ہمارے یہاں پہونچا دے۔ عازب نے کہا جبتک تم اپنا حال نہ بیان کروگے کہ کیونکر مکہ سے تم لوگ نکلے اور مشرکون نے کیونکر طلب کیا جب تک ہم حکم نہ دینگے۔ ابوبکر نے کہا ہم لوگ مکہ سے چلے ایک رات دن جگتے رہے یا چلتے رہے ظہر تک۔ یہان تک کہ دوپہر کی گرمی تیز ہوئی۔ تو ہمنے نگاہ کی کہ دیکھیں کہین سایہ ہے جہان ہم ٹھہرین۔ ایک پتھر کے نیچے سایہ معلوم ہوا اوسکو برابر کرکے رسول اللہ ص کے لئے فرش کردیا اور کہا آپ آرام فرمایئے حضرت اوسپر لیٹ رہے پھر ہم چلے کہ دیکھیں کوئی گرفتاری کو تو نہیں آتا۔ اتنے مین ایک چرواہا نظر پڑا جو بکریان چرا رہا تھا کہ وہ بھی اسی سایہ کی طرف آرہا تھا۔ ہمنے پوچھا اے غلام تو کس کا ہے اوسنے ایک شخص کا نام لیا قریش سے جسکو ہمنے پہچانا۔ پھر پوچھا کہ دودھ کچھ دوہ سکتا ہے اوسنے کہا ہان ایک

بکری کو دوہنا چاہا تو ہمنے کہا اسکے تھن کو گرد وغبار سے صاف کرلے اور اپنا دونون ہاتھ بھی جھاڑ لے اسکے بعد تھوڑا دودھ اوسنے دیا ہمنے ایک ظرف سے جسپر کپڑہ بندھا ہوا تھا تھوڑا پانی اوس مین ملایا کہ ٹھنڈا ہوا اور حضرت کے پاس پہنچے۔ اتفاقاً حضرت بھی اوس وقت جاگ گئے تھے ہمنے کہا یا رسول اللہ نوش فرمایئے حضرت نے اسقدر نوش کیا کہ ہم خوش ہوگئے بعد اوسکے ہمنے کہا یا حضرت کوچ کا وقت آگیا ہے آپنے فرمایا ہان ہملوگ وہان سے روانہ ہوے اور قوم پیچھے ہمارے آرہی تھی۔ مگر بجز سراقہ بن مالک بن جعشم ہمکو کسی نے نہ پایا وہ ایک گھوڑے پر آرہا تھا ہمنے کہا یا حضرت پکڑنے والے آگئے حضرت نے فرمایا غم نہ کھا خدا ہمارے ساتھ ہے تریحون شام کو چراتے ہو اور تسرحون دن کو چراتے ہو۔

خبطگی بخاری | **شرح** قبل اسکے کہ ہم اس حدیث کی شرح کرین۔ اس آخری فقرہ پر ناظرین کو متوجہ کرتے ہین کہ اس جملہ تریحون بالعشی وتسرحون بالغداۃ کو کونسی مناسبت ہے اس حدیث سے کیونکہ حدیث تو وہان تمام ہوئی کہ حضرت نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا غم نہ کھا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس جملہ کے بعد اس فقرہ کا کیا جوڑ ہے اور کیا مناسبت کیا دنیا مین کوئی ایسی بھی بے ربط کتاب ہوسکتی ہے جسمین یہ اسقام واغلاط ہون فتح الباری مین ہے صفحہ ۵۶۳ جلد ۷

قولہ تریحون بالعشی تسرحون بالغداۃ ھو تفسیر قولہ تع ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون وھو تفسیر ابی عبیدۃ فی المجاز وثبت ھذا فی روایۃ الکشمیہنی وحدہ والصواب ان یثبت فی حدیث عایشہ فی قصۃ الہجرۃ فان فیہ ویرعی علیہا عامر بن فہیرہ ویریحہا علیہا فہذا ھو محل شرح ھذہ اللفظۃ بخلاف حدیث البراء فلم یجر فیہ لہذہ اللفظۃ ذکر واللہ تعالی اعلم۔

یعنی یہ جملہ تریحون العشی وتسرحون بالغداۃ تفسیر ہے قول خدا ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون کی اور یہ تفسیر ابوعبیدہ سے مجاز مین اور روایت کشمیہنی مین تنہا یہ جملہ آیا ہے اور صواب یہ ہے کہ اسکو حدیث عائشہ مین ثابت کرنا چاہیئے قصہ ہجرۃ مین کیونکہ اوسمین ہے

عامر بن فہیرہ اوسکو چراتا تھا اوس مین لفظ تریحون آیا ہے۔ پس وہ محل شرح اس لفظ کا بخلاف حدیث براء کہ اوسمین اس لفظ کا ذکر بھی نہین۔

اب تو کسی کو اس فقرہ کی بے ترتیبی اور بخاری کی خبطگی مین عذر ہی ہوگا کہ لائے اس عبارت کو اس طور پر کہ بظاہر جزو روایت معلوم ہو حالانکہ یہ تفسیر ہے اور ایک ایسے لفظ کی جسکا یہان کوئی ذکر ہی نہین۔

اس تحقیق کے بعد کچھ کہنا لاحاصل ہے کیونکہ خود ابن حجر اس غلطی کو بخاری کی تسلیم کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ اسکا یہان کسی طرح تذکرہ مناسب نہ تھا اسکو حدیث عائشہ سے تعلق ہو سکتا ہے جو اسکے بعد پندرہوین پارہ مین بخاری کے ہے ص۲۰۲ ص۲۷۴ جلد ۳ فتح الباری

ہم کہتے ہین کہ اوس حدیث کے بعد بھی یہ جملہ بے ربط ہے کیونکہ اوس روایت مین یہ لفظ موجود ہے فیریحہا حین تذہب ساعۃ من العشاء کہ جب رات کا کچھ حصہ چلا جاتا تھا تو وہ چراتا رہتا جس سے معلوم ہوا کہ شب کے چرانے کو تریحون کہتے ہین تو اب تریحون بالعشی و تسرحون بالغداۃ بالکل بے ربط رہا۔

آپ پہلے پڑھ چکے ہین کہ بخاری اپنے زمانہ سیاحت مین اپنی کتاب صحیح کو ساتھ رکھتے تھے اور راتون کو اوٹھ اوٹھکر اوسپر اصلاح دیا کرتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے کہین یہ یہ جملہ سن پایا تھا کہ **تریحون** رات کے چرانے کو کہتے ہین اور **تسرحون** دن کے چرانے کو۔ یہ تحقیقات اونکو نئی معلوم ہوئی۔ اسلئے بطور یادداشت اوسکو لکھ لیا اور حدیث عائشہ ملی نہین تو اسی حدیث براء بن عازب مین تسلیم چسپان کردیا۔ اور یارون نے جو اسکی نقل کی تو جس طرح ایک کاتب کی نقل مشہور ہے کہ اوسنے ایک حرف پر مکھی بھی لگادی کیونکہ اصل کتاب مین اسی طرح مکھی لگی ہوئی تھی۔ اوسی طرح یہ نقل بھی کی گئی۔

بہرحال اگر اصح الکتب بعد کتاب الباری کی یہی شان ہوتی ہے کہ اوس مین ایسی بے جوڑ ترکیبین ہوا کرتی ہین تو بجز صبر کیا چارہ ہے مگر عقلا تو اسکو اردی الکتب کا خطاب دینگے۔

تعجب ہے کہ ابن حجر نے یہان صاف صاف غلطی بخاری کو تسلیم کرلیا اور کوئی خطاب

نہ دیا ورنہ صحیح بخاری کی تیسری حدیث جو یہ جملہ تھا فیتحنث فیہا وھو التعبد اللیالی
ذوات العدد تو اوسکو مدرج کا خطاب دیا تھا ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صہ۵۷
یعنی اصل حدیث میں فیتحنث تھا جسکی شرح مین امام زہری کہتے ہین وھو التعبد اللیالی کہ
تحنث کہتے ہین چند شب کی عبادت کرنے کو۔ بخاری نے اس شرح کو بھی اصل حدیث مین داخل
کردیا جس سے کمال خوش فہمی اونکی فن حدیث مین ظاہر ہے اور اہلسنت کی یہ عزت افزائی
کہ اوسکو مدرج کا خطاب دین۔

غرض جو تحقیق ابن حجر ہے اوسی کو علامہ عینی بھی لکھتے ہین ولامناسبۃ لذکرہ ھنا
اصلا انہ ذکر فی روایۃ الکشمیھنی وحدہ والصواب ان یذکر ھذا عند
حدیث عائشۃ فی قصۃ الھجرۃ فان فیہ ویرعی علیھا عامر بن فھیرہ یریحھا
علیھا ولامناسبۃ لہ فی حدیث البراء لانہ لم یذکر فیہ ھذہ اللفظۃ صہ۱۹ جلد۲

شرح حدیث اگر صحیح بخاری کی اس قسم کی خبطگی کا تذکرہ کیا جائے تو صرف اسی بحث
مین ایک مجلد طیار ہو سکتی ہے لہذا ہم اصل حدیث کی شرح کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور دکھاتے
ہین کہ کس قسم کے اغلاط سے یہ روایت پر ہے بنظر اختصار رواۃ وغیرہ کی بحث بھی چھوڑتے ہین
اور پہلے یہ دکھاتے ہین کہ اس حدیث کو بخاری نے پہلے بھی لکھا ہے اوس مین اور اس حدیث
مین کسقدر تفاوت ہے باب صفۃ النبی صلعم کی ستائیسوین حدیث ہے۔

حدثنا محمد بن یوسف ثنا احمد بن یزید بن ابراھیم ابو الحسن بن الحرانی
ثنا زھیر بن معویۃ ثنا ابو اسحق قال سمعت البراء بن عازب یقول جاء
ابوبکر الی ابی فی منزلہ فاشتری منہ رحلا فقال لعازب ابعث ابنک
یحملہ یعنی قال فحملتہ معہ وخرج ابی ینتقد ثمنہ فقال لہ ابی یا ابابکر حدثنی
کیف صنعتما حین سریت مع رسول اللہ قال نعم اسرینا لیلتنا ومن الغد
حتی قام قائم الظھیرۃ وخلا الطریق لا یمر فیہ احد فرفعت لنا صخرۃ طویلۃ
لھا ظل لم تات علیھا الشمس فنزلنا عندہ وسویت للنبی صلعم مکانا بیدی ینام
علیہ وبسطت علیہ فروۃ وقلت نم یا رسول اللہ صلعم وانا انفض لک ما حولک

فنام وخرجت انفض ما حوله فاذا انا براع مقبل لغنمه الى الصخرة يريد منها مثل الذى اردنا فقلت له لمن انت يا غلام فقال لرجل من اهل المدينة او مكة قلت افى غنمك لبن قال نعم قلت افتحلب قال نعم فاخذ شاة فقلت انفض الضرع من التراب والشعر والقذى قال فرايت البراء يضرب احدى يديه على الاخرى ينفض فحلب فى قعب كثبة من لبن ومعى اداوة حملتها للنبى صلعم يرتوى منها يشرب ويتوضأ فاتيت النبى صلعم فكرهت ان اوقظه فوافقته حين استيقظ فصببت من الماء على اللبن حتى برد اسفله فقلت اشرب يا رسول الله قال فشرب حتى رضيت ثم قال الم يان للرحيل قلت بلى قال فارتحلنا بعد ما مالت الشمس واتبعنا سراقة بن مالك فقلت اتينا يا رسول الله فقال لا تحزن ان الله معنا فدعا عليه النبى صلعم فارتطمت به فرسه الى بطنها ارى فى جلد من الارض شك زهير فقال انى اريكما قد دعوتما على فادعوا لى والله لكما ان ارد عنكما الطلب فدعا له النبى صلعم فنجا فجعل لا يلقى احدا الا قال قد كفيتكم ما هنا فلا يلقى احدا الا رده قال ووفى لنا صـ ۲۲۲ جلد ۲ فتح البارى

ترجمہ اس روایت کا تو وہی ہے جو پہلے لکھا گیا۔ مگر آخر مین یہ مضمون زیادہ ہے کہ سراقہ بن مالک جب آیا ہے تو ابوبکر نے کہا پکڑنے والا آگیا تو حضرت نے دعا فرمائی جس سے اوسکے گھوڑے کے پیر زمین مین دھس گئے اوسنے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے تملوگون کی دعا سے یہ ہوا لہذا پھر دعا کرو اور ہم وعدہ کرتے ہین کہ جو شخص تملوگون کی گرفتاری کو آتا ملیگا۔ ہم اوس کو واپس کردینگے حضرت نے دعا فرمائی اور اوسنے نجاۃ پائی۔ اور واپس گیا تو اب جو راہ مین اوسکو ملتا اوس کو واپس کرتا اور کہتا کہان جاتے ہو ہم دیکھ آئے یہان نہین ہے ابوبکر کہتے ہین کہ سراقہ نے اپنا قول پورا کیا۔

یہ دونون روایتین ایک ہی ہین جسمین دو ہی تین صفحہ کا فرق ہے جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ کس قسم کی عقلمندی ہے کہ ایک ہی روایت کو اسقدر کے فاصلہ مین مکرر لکھا

پہلی روایت کو فضائل ابوبکر مین لکھا دوسری کو علامات نبوت مین کاش اسکی جگہ اپنی
تین لاکھ یا چھ لاکھ حدیثون سے دوسری حدیث لکھتے تو قوم کو کسقدر فائدہ ہوتا۔

(۱) دونون روایتون کے الفاظ مین جسقدر اختلاف ہے وہ تو آپکے پیش نظر ہے مگر خود
حجر لکھتے ہین وھو فی باب الھجرۃ الی المدینۃ لکنہ لم یذکر فیہ قصۃ سراقۃ وذکر
فیہ قصۃ غیرھا کما سیاتی ص۳۴۵

یعنی اس روایت کو جو باب الھجرۃ مین لکھا تو اوس مین قصہ سراقہ کو نہین لکھا بلکہ دوسرا
قصہ لکھا جیسا کہ آتا ہے۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ اختلاف کس قسم کا ہے وہ روایت ہجرۃ
ص۵۵۴ مین ہے حاشیہ فتح الباری پر جسکا مطلب یہ ہے کہ سراقہ نے بذریعہ ازلام دریافت
کیا کہ ہم اس مین کامیاب ہو گئے یا نہین تو منع آیا مگر اسپر بھی وہ سوار ہو کر چلا جب ملاقات
ہوئی تو کہا کہ آپکی قوم آپکے ساتھ یہ کرنا چاہتی۔ اور اسکے بعد کچھ زاد و متاع دینا چاہا مگر اونھون
انکار کیا اور کہا کہ ہماری خبر کو مخفی رکھنا۔ اسکے بعد سراقہ نے کہا ایک کتاب لکھ دیجیے تو حضرت
نے عامر فہیرہ کو حکم دیا اونسنے ایک چمڑہ پر لکھ دیا اور حضرت صلعم روانہ ہوے۔

غرض یہ ایک روایت ہے جسکو بخاری نے تین طرح سے روایت کیا کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے
یہ کیا قصہ ہے کہین تو کچھ بیان ہے کہین کچھ حالانکہ اگر ایک ہی جگہ ایک روایت کو پورے
طور پر لکھ دیتے تو یہ نقص نہوتا کہ آدمی کو اصل روایت نہین معلوم ہوتی۔

اختلاف ثانی فتح الباری مین ہے قولہ ابعث ابنک یحملہ معی قال فحملتہ
وخرج ابی ینتقد ثمنہ فقال لہ ابی یا ابابکر حدثنی کیف صنعتما ووقع فی
روایۃ اسرائیل الاتیۃ فی فضل ابی بکر ان عازب امتنع من ارسال ابنہ
مع ابی بکر حتی یحدثہ ابو بکر بالحدیث وھی زیادۃ مقبولۃ لا تنافی
ھذہ الروایۃ بل یحتمل قولہ فقال لہ ابی ای من قبل ان احملہ معہ او اعاد
عازب سوال ابی بکر عن الحدیث بعد ان شرط علیہ اولا واجاب الیہ

یعنی اس روایت مین یہ ہے کہ جب ابوبکر نے کہا اپنے لڑکے کو ساتھ کردو اور عازب روپیہ
پر کھنے گئے۔ تو کہا اے ابوبکر واقعہ ہجرت کو بیان کرو۔ اور اسکے بعد والی جو روایت ہے تو اوسمین

عازب نے شرط کیا تھا کہ حدیث بیان کرو تو ہمارا لڑکا پھونچا آئے۔ اسپر ابن حجر لکھتے ہین کہ دونون روایتون مین تنافی نہین۔ بلکہ دو احتمال ہو سکتا ہے ایک یہ کہ عازب نے قبل اسکے کہ ہم اوٹھائین۔ یہ کہا۔ دوسرے یہ کہ عازب نے اوس امر کا اعادہ کیا جسکا پہلے شرط کر لیا تھا اور ابوبکر نے قبول کیا تھا۔

اس تاویل سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دونون روایتون مین کیسا اختلاف ہے کہ اس قسم کی لغو تاویل کرنی پڑی جسپر عقلا مضحکہ کرین کیونکہ حدیث اول مین بصراحت مذکور ہی۔ جب ابوبکر نے کہا کہ اپنے لڑکے کو حکم دو اسکو پھونچا دے تو عازب نے صاف صاف کہا لا حتی تحدثنا کیف صنعت کہ کبھی اسکا حکم نہ دینگے جب تک تم اوس واقعہ کو نہ بیان کرو۔ اس مین شرط ہو گئی کہ جب بیان کروگے تب ہم حکم دینگے۔ اور دوسری روایت مین نہ شرط ہے نہ کوئی تذکرہ بلکہ حسب فرمایش ابوبکر براء نے اوٹھا لیا اور اس دوسری روایت مین بتصریح مذکور ہے فحملتہ معہ وخرج ابی ینتقد ثمنہ۔ کہ ہمنے اوٹھا لیا اور ہمارے باپ روپیہ پرکھنے لگے مگر ابن حجر کہتے ہین فقال لہ ابی ای من قبل ان احملہ معہ۔ یعنی ہمارے باپ نے قبل اوٹھانے کے کہا۔ اب آخر کس پر ایمان لایا جائے روایت بخاری پر جسمین حملتہ ہے کہ ہمنے اوٹھا لیا اور باپ چلے گئے باہر تب جاکر کہا یا ابن حجر کے قول پر کہ وہ کہتے ہین قبل اوٹھانے کے کہا۔

دوسری تاویل یہ کی ہے کہ عازب نے سوال ابوبکر کا اعادہ کیا بعد اسکے کہ شرط کر چکے تھے۔ مگر افسوس الفاظ حدیث کسی طرح اس بار کا متحمل نہین کیونکہ یہان معاملہ ختم ہو چکا۔ براء نے بوجھ اوٹھا لیا عازب روپیہ پرکھنے چلے گئے اوسکے بعد ابوبکر سے کہا وہ حدیث بیان کرو۔ پھر کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان دونون روایتون مین اختلاف نہین۔

اختلاف بخاری حسب اقرار علمای اہلسنت ۔ یہی تو وجہ ہے کہ محققین علمائے اہلسنت قدیم الایام سے اختلاف بیانی بخاری کا رونا رو رہے ہین چنانچہ بحر العلوم اہلسنت مولوی عبد العلی صاحب شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین صـ۱۱۱ مطبوعہ نولکشور

فرع ابن الصلاح وطائفۃ من الملقبین باھل الحدیث زعموا ان روایۃ

الشیخین محمد بن اسمٰعیل البخاری ومسلم ابن الحجاج صاحبی الصحیحین
یفید العلم النظری للاجماع علی ان للصحیحین مزیۃ علی غیرھما وتلقت الامۃ
بقبولھما والاجماع قطعی وھذا بھت فان من راجع الی وجدانہ یعلم بالضرورۃ
ان مجرد روایتھما لا یوجب الیقین البتۃ وقد روی فیہما اخبار متناقضۃ
فلو افاد روایتھما علما لزم تحقق النقیضین فی الواقع وھذا ای ما ذھب
الیہ ابن الصلاح واتباعہ بخلاف ما قالہ الجمھور من الفقہاء والمحدثین
لان انعقاد الاجماع علی المزیۃ علی غیرھما من مرویات ثقات آخرین ممنوع
والاجماع علی مزیتھما فی نفسہ لا یفید ولان جلالۃ شانھما وتلقی الامۃ
بکتابیھما لو سلم لا یستلزم ذلک القطع العلم فان القدر المسلم المتلقی بین
الامۃ لیس الا ان رجال مرویاتھما جامعۃ للشروط التی اشترطھا الجمھور
لقبول روایتھم وھذا لا یفید الا الظن واما ان مرویاتھما ثابتۃ عن رسول
اللہ صلعم فلا اجماع علیہ اصلا کیف لا اجماع علی صحۃ جمیع ما فی کتابیھما لان
رواتھما منہم قدریون وغیرھم من اھل البدع وقبول روایۃ اھل البدع
مختلف فیہ فاین الاجماع علی صحۃ مرویات القدریۃ ثم انما یلزم ان احادیثھما
اصح الصحیح یعنی انھا مشتملۃ علی الشروط المعتبرۃ عند الجمھور علی الکمال
وھذا لا یفید الا الظن القوی ھذا ھو الحق المتبع ولنعم ما قال الشیخ ابن
الھمام ان قولھم بتقدیم مرویاتھما علی مرویات الائمۃ الآخرین قول لا
یعتدبہ ولا یقتدی بل ھو من تحکمھا تھم الصرفۃ کیف لا وان الاصحیۃ من
تلقاء عدالۃ الرواۃ وقوۃ ضبطھم واذا کان رواۃ غیرھم عادلین ضابطین
لھما وغیرھما علی السواء ولا سبیل للحکم بمزیتھما علی غیرھما الا تحکما والتحکم
لا یلتفت الیہ فافھم ص ۱۱ ج ۲

یعنی ابن الصلاح وغیرہ متلقبین باہلحدیث نے یہ گمان کیا ہے کہ روایات صحیح بخاری و
صحیح مسلم مفید علم نظری ہے (یعنی یقینی) کیونکہ اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ صحیحین کو دوسری

کتابون پر فضیلت ہے۔ اور امت نے اوسکو قبول کرلیا ہے۔ اور اجماعی علم یقینی ہوتا ہے حالانکہ یہ قول بالکل زبردستی ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے وجدان کی طرف رجوع کریگا اوسکو بداھۃً معلوم ہوگا کہ شیخین کی مجرد روایت سے تو کسی طرح علم یقینی حاصل نہین ہوتا۔ اور اوس مین یقیناً ایسی روایتین ہین جو باہم متناقض ہین (جسکا ادنے نمونہ یہان دیکھا گیا) پس اگر یہ روایتین مفید یقین ہون تو لازم آتا ہے کہ نقیضین فی الواقع جمع ہون۔ (جو محال ہے)

یہ مذہب ابن الصلاح خلاف اوسکے ہے جو قول جمہور فقہاء و محدثین ہے کیونکہ انعقاد اجماع اسپر کہ اسکی روایات دوسرے محدثین کی روایتون سے افضل ہے ممنوع ہے اور اگر خود بخاری و مسلم کی فضیلت پر اجماع ہے تو اس سے کوئی فائدہ نہین۔ رہا جلالۃ شان اور یہ کہ امت نے اسکو قبول کرلیا ہے پس اگر مانا بھی جائے تو اس سے علم یقینی اونکی روایات سے نہین حاصل ہوسکتا کیونکہ قدر مسلم بین الامۃ اسیقدر ہے کہ ان حدیثون کے راوی جامع ہین اون شرطون کے جسے جمہور نے قبول روایت کیلئے مقرر کیا ہے (اگر آگے چلکر اسکو بھی باطل کرتے ہین) تو اس جامعیت شرائط سے صرف ظن حاصل ہوتا ہے نہ یقین۔ رہا یہ کہ یہ حدیثین رسول اللہ صلعم سے ثابت ہین۔ تو ہرگز اسپر اجماع نہین ہوا۔ اور کیونکر اسپر اجماع ہوسکتا ہے کہ کل روایتین اسکی صحیح ہین کیونکہ بہت سے راوی اسکے قدری ہین۔ اور قبول روایت اہلبدعت مختلف فیہ ہے۔ پھر کیونکر اجماع ہوسکتا ہے صحت روایات قدریہ پر۔

خلاصہ یہ کہ اگر لازم آتا ہے تو اسیقدر کہ روایتین اسکی اصح صحیح ہین یعنی مشتمل ہین اون شروط پر جو معتبر ہے جمہور کے نزدیک بوجہ کمال۔ تو اس سے نہ حاصل ہوگا مگر ظن قوی۔ یہی مذہب حق ہے کیا خوب کہا ہے شیخ ابن الہمام نے کہ اہلحدیث کا یہ دعوی ہے کہ ان کتابون کی روایات کو دوسرے محدثین کی روایات پر فوقیت حاصل ہے ایسا قول ہے جو کسی طرح قابل شمار نہین بلکہ یہ اونکا تحکم محض ہے کیونکہ صحت کا مدار تو عدالۃ رواۃ و قوت ضبط پر ہے۔ جب دوسرے محدثین کے راوی ایسے ہی عادل و ضابط ہونگے تو پھر کیا وجہ ہے

کہ انکو تفوق دیا جائے لہذا اون کا حکم بر صحت محض تحکم ہے جو قابل التفات نہین۔
اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ خود محققین علمائے اہلسنت ابتدا سے اسکا حکم لگا رہے ہین کہ صحیحین مین روایات متناقضہ جمع ہین جو ایک دوسرے کی نقیض ہین اور جو اسکا قایل ہے کہ ان کتابون کو دوسرونپر فضیلت ہو وہ محض زبردستی ایسا حکم لگاتا ہے۔
پس الحمدللہ کہ ان روایات مناقب ابوبکر وصفۃ النبیؐ وباب الہجرہ کے اختلاف سے کہ ایک ہی روایت تینون باب مین اس اختلاف سے وارد کی گئی ہین نہ خود ان روایات کا لغو ہونا ثابت ہوا بلکہ کل صحیح بخاری کا کیونکہ جو ایسے لغویات کی جامع کتاب ہوگی وہ قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مذہب صحت بخاری کے موجد ابن الصلاح ہین المتولد ۵۷۷ھ المتوفی ۶۴۳ھ ورنہ اسکے قبل کوئی اسکا قائل نہ تھا اور انکے بعد بھی اسپر اتفاق نہوا پھر کیونکر یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کی صحت پر اجماع ہے کیونکہ ۶۴۳ھ تک تو کوئی اسکا قائل ہی نہ تھا۔
اختلاف ثالث فتح الباری مین ہے قولہ حتی قام قائم الظهيرة ای نصف النهار وسمی قائما لان الظل لا يظهر حينئذ فكانه واقف ووقع فی رواية اسرائيل اسرينا ليلتنا ويومنا حتى اظهرنا ای دخلنا فی وقت الظهر۔
یعنی دوسری روایت مین ہے کہ نصف النہار کے وقت پہونچے اور روایت اسرائیل مین ہے کہ وقت ظہر داخل ہوے کیا اسکا نام اختلاف نہین ہے کہ ایک ہی راوی اس طرح بیان کرے۔
(۴) دوسری روایت مین ہے کہ ابوبکر نے کہا نم یا رسول اللہ وانا انفض لك ما حولك کہ آپ سوئے ہم آپکے گرد صاف کرتے ہین اور پہلی روایت مین ہے کہ ہمنے اوس مقام کو درست کیا اور فرش کیا۔ جسکی یہ تاویل کی گئی ہے کہ مراد نفض سے یہان حراست وحفاظت ہے۔ فتح الباری صـ۲۱۵ ج۷
(۵) پہلی روایت مین ہے قال لرجل من قریش سماہ فعرفتہ کہ اوس چرواہے سے

پوچھا تو کس کا غلام ہے تو اوسنے ایک قریشی کا نام لیا جسکو ابوبکر پہچانتے تھے۔ اس دوسری روایت مین ہے قال لرجل من اهل المدينة او مكة کہ ہم ایک مرد کے غلام ہین جو اہل مدینہ سے ہے یا اہل مکہ سے۔

حیرانی شراح۔ اس اختلاف بیانی نے شراح بخاری کو اس درجہ پریشان کیا ہے کہ ابن حجر لکھتے ہین هو شك من الراوى اى اللفظين قال الشك من احمد بن يزيد فان مسلما اخرجه من طريق الحسن بن محمد بن اعين عن زهير فقال فيه رجل من اهل المدينة ولم يشك ووقع فى رواية خديج فسمى رجلا من اهل مكة ولم يشك۔

کہ یہ شک راوی ہے کہ کون لفظ اوسنے کہا۔ اور گویا کہ شک احمد بن یزید سے ہوا کیونکہ مسلم نے اس روایت کو بطریق حسن بن محمد روایت کیا ہے کہ اوسنے کہا اہل مدینہ سے ہے اور شک نہین کیا۔ اور روایت خدیج مین ہے کہ کہا ایک مرد مکہ سے تھا اور اوسنے شک نہین کیا۔ تو کیا اسکے بعد بھی خبطکی روایت بخاری مین شک ہوسکتا ہے۔ اور اس کتاب کو پھر کون صحیح کہہ سکتا ہے۔ کیا جس امر مین شک ہوتا ہے۔ وہ صحیح کہا جاسکتا ہے۔ افسوس ابن حجر نے تو یہ تاویل کردی کہ راوی کو شک ہوا مگر پھر میان بخاری کس مرض کی دوا تھے جو اوس شک کو رفع نہین کرتے اور یہ نہین بتاتے کہ اس مین غلطی ہے۔

تريحون بالعشى وتسرحون بالغداة والا مهل فقرہ تو لکھدیا اور یہان یہ نہ لکھ سکے کہ راوی کو شک ہوا۔ صحیح وہی ہے جو روایت اسرائیل مین ہے وہ چرواہا ایک قریشی کا تھا ابن حجر سے اور کچھ نہ بنا تو یہ تاویل کی والمراد بالمدينة مكة ولم يرد بالمدينة النبوية لانها حينئذ لم تكن تسمى المدينة وانما كان يقال لها يثرب وايضا فلم تجر العادة ان يبعد الراعى فى المرعى هذه المسافة البعيدة ووقع فى رواية اسرائيل فقال رجل من قريش سماه فعرفته وهذا يؤيد ما قررته لان قريشا لم يكونوا يسكنون المدينة اذ ذاك۔

کہ مراد مدینہ سے مکہ ہے۔ نہ مدینہ کیونکہ اس وقت تک اوسکا نام مدینہ نہین پڑا تھا بلکہ یثرب

کہا جاتا تھا۔ اور عادت بھی ایسی نہ تھی کہ چرواہے دو دو تک چرانے کو لے جائین اور روایت اسرائیل (پہلی روایت) مین ہے کہ اوسنے کہا تھا ایک مرد قریش کا غلام ہے تو اس سے ہمارے بیان کی تائید ہوئی کیونکہ قریش ابھی تک مدینہ مین نہین رہتے تھے۔

اس تاویل کو دیکھکر کون شخص ہے جو ہنسی کو ضبط کر سکے کیونکہ مدینہ کہنا اور مکہ مراد لینا خود دادِ حماقت دینا ہے۔ اور اس سے عقل بخاری پر حرف آتا ہے یا کسپر کیونکہ اگر ایسی ہی احتیاط تھی کہ راوی کے ہر لفظ کو اوسی طرح لکھین تو کم از کم شرح تو کر دینا تھا۔ حالانکہ ہم تنقید بخاری حصہ دوم مین لکھ آئے ہین کہ بخاری نقل بالمعنیٰ کو جائز جانتے تھے ص۱۲۱ پھر بیان کیا ہوا کہ اوسکے خلاف ایسا محتاط بنگئے کہ یہ بھی نہ سوچا مدینہ کا نام لینا اگرچہ بطور شک ہی ہو کس درجہ کی عقلمندی ہے جس سے راوی اور محدث دونون کی حماقت نمایان ہے کہ نہ اوس زمانہ مین مدینہ کا نام مشہور ہوا تھا نہ کوئی قریشی وہان رہتا تھا پھر کیونکر اسکا نام لیا جاسکتا ہے۔

(۶) فتح الباری مین ہے قولہ فاخذت قدحا فحلبت۔ فی روایۃ فامرت الراعی فحلب ویجمع بانہ تجوز فی قولہ فحلبت ومرادہ امرت بالحلب یعنی روایت بخاری مین ہے کہ ابوبکر کہتے ہین کہ ایک قدح لیا اور اوس مین دوہا ابن حجر لکھتے ہین کہ دوسری روایت مین ہے کہ چرواہے کو حکم دیا اوسنے دوہا۔ تو اس اختلاف مین یون جمع ہو سکتا ہے کہ قول ابوبکر حلبت خود مینے دوہا اس مین مجاز ہے اور مراد یہ ہے کہ ہمنے راعی کو حکم دیا کہ وہ دوہے۔

اسپر محشی صاحب حاشیہ دیتے ہین لیس ھکذا فی المتن الذی بایدینا ولعلہ روایۃ للشارح یعنی جو نسخے صحیح بخاری ہملوگون کے ہاتھ مین ہے اوس مین یہ عبارت ہی نہین۔ شاید ابن حجر کی روایت مین ہو۔

ان اختلافات سے آپ بخوبی اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہین کہ صحت کا دعوی بالکل خواب وخیال محال ہے جو کسی طرح خود حسب تحقیقات اہلسنت درست نہین رہ سکتا تو ایسی کتاب کی حدیثون سے کیونکر کوئی اپنا ایمان درست کر سکتا ہے جسمین اسقدر اختلاف ہو کہ کہین

بھی کوئی بات نہین بن سکتی۔

شرح اصل حدیث۔ اب ہم ان اختلافات سے غض بصر کرتے ہین اور دیکھتے ہین کہ یہ روایت جو بخاری نے لکھی ہے وہ کہانتک صحیح ہو کیونکہ بخاری نے اس حدیث کو اعلی درجہ کی فضیلت ابوبکر کیلئے قرار دیا ہے حالانکہ اس مین اس قدر اغلاط ہین کہ اوسکی انتہا نہین۔

قولہ باب مناقب المہاجرین وفضلہم اقول فتح الباری مین ہے والمراد بالمہاجرین من عدا الانصار ومن اسلم یوم الفتح وھلم جرا فالصحابۃ من ھذہ الحیثیۃ ثلاثۃ اصناف والانصار ھم الاوس والخزرج وحلفاءھم ومو الیھم یعنی مراد مہاجرین سے وہ لوگ ہین جو انصار کے علاوہ ہین اور اون لوگون کے علاوہ جو بروز فتح مکہ یا اوسکے بعد اسلام لائے تو صحابہ تین قسم ہوے اور انصار وہی اوس وخزرج ہین اور اونکے حلیف وموالی۔

عینی مین ایک قول یہ بھی ہے ھاجر من مکۃ کہ جسنے ہجرت کی مکہ سے مگر دونون نے اس قول کو ترک کیا اور یہ مراد لیا کہ انصار کے سوا جو صحابی ہے وہ مہاجر ہے علاوہ اونکے جو فتح مکہ مین اسلام لائے کہ وہ طلقا کہلاتے ہین۔ مگر افسوس ان محدثین کو صحیح بخاری کی وہ حدیث یاد نہین رہی جس سے اوٗنھون نے اپنی کتاب شروع کی انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرءۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ کہ اعمال تابع نیت ہے جسکی ہجرت دنیا کی تحصیل کیلئے ہے یا کسی عورت سے نکاح کرنیکے لئے تو اوسی کی طرف اوسکی ہجرت ہوگی۔ پھر اس حدیث کے ساتھ یہ شرح کس طرح مناسب ہے کہ مہاجرین وہ لوگ ہین جو علاوہ انصار ومسلمین فتح مکہ کے ہین۔

مگر یہ کہ بخاری کا مذہب یہی قرار دیا جاے کہ وہ ہجرت مین بھی اسکو شرط نہ قرار دین کیونکہ صحابی کی تعریف اوٗنھون نے یہ کی تھی من صحب النبی او راٰہ من المسلمین فھو من اصحابہ کہ جسنے حضرت کی صحبت پائی یا اونکو دیکھا ہو مسلمانون سے وہ صحابی ہے

جسپر عینی نے اعتراض کیا تھا فی کلام البخاری نقص محتاج الی ذکرہ و هو ثم مات علی الاسلام ص۱۴۶
کہ کلام بخاری مین یہ نقص ہے کہ اسکو نہ لکھا وہ مرا ہوا اسلام پر۔ پس جس طرح بخاری نے تعریف صحابی مین موت علی الاسلام کو شرط نہ قرار دیا اوسی طرح ہجرت مین اسکو نہ شرط کیا ہو کہ مطابق قول مہاجر ہو۔
قولہ منہم ابوبکر عبد اللہ بن ابی قحافۃ التیمی ۔ اقول یعنی منجملہ مہاجرین ابوبکر عبد اللہ بن ابو قحافہ تیمی ہیں فتح الباری مین ہے هکذا جزم بان اسم ابی بکر عبد اللہ وهو المشهور ویقال کان اسمہ قبل الاسلام عبد الکعبۃ وکان یسمی ایضاً عتیقاً ص۳۵
یعنی بخاری نے اسکا جزم کر لیا ہے کہ ابوبکر کا نام عبد اللہ تھا اور یہی مشہور ہے اور کہا جاتا ہے کہ نام اونکا قبل اسلام عبد الکعبہ تھا اور کہا جاتا ہے کہ عتیق بھی نام تھا
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ کارروائی بخاری ہے کہ اونھون نے عبد اللہ نام کو حتما لکھا کہ یہی نام تھا جس سے نسل آیندہ کو ہمیشہ مغالطہ رہے حالانکہ نہ کوئی دلیل دی نہ کوئی سند جب وہ محدث تھے تو اونکا فرض تھا کہ کوئی حدیث صحیح اپنے ہی قاعدہ سے لاتے کیونکہ جب کسی امر مین اختلاف ہوتا ہے تو اوسکا تصفیہ کسی دلیل قوی سے کیا جاتا ہے نہ اپنی ذاتی راے اور قول سے
دیکھیے آخر ابن حجر کو اس معمی کا کشف کرنا پڑا اور نہایت لطیف پیرایہ مین کہا هکذا جزم کہ بخاری نے اسی طرح جزم کیا جس سے اونکے استبداد اور تحکم کی طرف اشارہ ہے اور پھر یہ بھی لکھدیا یقال کان اسمہ قبل الاسلام عبد الکعبہ کہ کہا جاتا ہے انکا نام قبل اسلام عبد الکعبہ تھا جو ایک نہایت قرین قیاس قول ہے کیونکہ عبد اللات عبد العزی اوس زمانہ کے مشہور نامون سے تھا۔ اور بجز ید بزرگوار جناب رسالتمآب کسی کا نام عبد اللہ نہین معلوم ہوتا الا ماشذ۔ اصلی نام ابوبکر عبد الکعبہ ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ علامہ عینی لکھتے ہین ص۵۸ جلد ۷
وفی التنویع کان اسمہ فی الجاهلیۃ عبد الکعبۃ وسمی فی الاسلام عبد اللہ

وكانت امه تقول ~~ يارب عبد الكعبة × امتع به ما ربه × فهو بصخر اشبه

تلویح مین ہے کہ نام اونکا جاہلیۃ مین عبد الکعبہ تھا اور اسلام مین عبد اللہ رکھا گیا اور ماں اونکی کہا کرتین ۔ اے رب عبد الکعبہ ۔ اوسکی آرزون کو پورا ۔ کہ وہ صخر[ف] سے اشبہ ہے ۔

دیکھئے یہان بھی عبد الکعبہ نام ہونا بطور جزم منقول ہے کہ جاہلیت مین یہی نام تھا ۔ اور اسلام مین عبد اللہ رکھا گیا مادر گرامی اونکی یہ اشعار پڑھا کرتین ۔ اے رب عبد الکعبہ ۔ پھر بخاری نے اگر یہان افترا سے کام نہ لیا تو کیا ہے جو اونکا نام عبد اللہ بتایا جس سے یہ معلوم ہو کہ قدیم سے یہی نام تھا ۔

اسماء الرجال مشکوۃ شیخ عبد الحق دہلوی مین ہے وكان اسمه في الجاهلية عبد [رب] الكعبة فسماه رسول الله عبد الله صفحہ ۲ قلمی

ابوبکر کا نام جاہلیت مین عبد رب الکعبہ تھا حضرت نے اونکا نام عبد اللہ رکھا ۔ مگر غالباً کاتب کی غلطی ہے جو عبد لرب الکعبہ لکھا ۔ ورنہ اصل وہی عبد الکعبہ ہے جیسا کہ فتح الباری و عمدۃ القاری مین ہے ۔ استیعاب مین ہے كان اسمه في الجاهلية عبد الكعبة فسماه رسول الله عبد الله هذا قول اهل النسب الزبيري وغيره صفحہ ۳۴۱ جلد اول کہ نام اون کا جاہلیت مین عبد الکعبہ تھا حضرت نے عبد اللہ نام رکھا ایسا ہی ذکر کیا ہے اہل نسب نے

تو اب دو ہی صورت ہو سکتی ہے ایک یہ کہ بخاری کو اسکا علم نہ تھا کہ انکا اصلی نام عبد الکعبہ تھا ۔ مگر یہ احتمال بالکل لغو ہے دوسری یہ کہ بخاری نے محض تخدیع عوام کیلئے یہ غلط دعوی کیا کہ اون کا نام عبد اللہ تھا ۔

فتح الباری مین ہے اولان امه لا يعيش لها ولد فلما ولد استقبلت به البيت فقالت اللهم هذا عتيقك ۔ یعنی ابوبکر کی کوئی اولاد نہ بچتی تھی جب یہ پیدا ہوئے تو خانہ کعبہ کے پاس لائین اور کہا خداوندا یہ تیرا آزاد کردہ ہے ۔ یہ بھی اسکا قرینہ ہے کہ عبد الکعبہ نام رکھا ہو ۔

[ف] صخر نام تھا پدر مادر ابوبکر کا جیسا کہ فتح الباری مین ہے وکنیتہ ام الخیر بنت صخر پس یہ شعر اشارہ ہے اس طرف کہ یہ اپنے نانا کے شبیہ ہین ۱۲ منہ

ابن حجر نے اس وجہ کو ذکر اسم عتیق مین لکھا ہی جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ مگر درحقیقت یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ انکا نام عبد الکعبہ تھا۔ مگر بخاری نے اوسکو اوڑا کر عبد اللہ نام قرار دیا جس سے یہ شبہہ ہو کہ توحید[ف] ان کے گھر مین پہلے سے آچکا تھا حالانکہ کبھی بھی نہین آیا۔

غرض بخاری نے جو سوچا تھا وہ باطل ہوگیا کیونکہ سب نے اسکو لکھدیا کہ انکا اصلی نام عبد الکعبہ تھا۔ مگر اشتباہ ضرور پیدا ہوگیا یہانتک کہ صاحب استیعاب کنیت ابوبکر مین لکھتے ہین صہ ۲۴۳ جلد ۲

ابوبکر الصدیق ھو عبد اللہ بن ابی قحافہ لم یختلفوا فی اسمہ ولا اسم ابیہ وکذلک لم یختلفوا ان لقبہ عتیق۔

یعنی ابوبکر کا نام عبد اللہ بن ابی قحافہ ہے اور کسی نے اس نام مین اور انکے باپ کے نام مین اختلاف نہین کیا جیسا کہ لقب عتیق مین نہین اختلاف ہے۔ حالانکہ خود اسم ابوبکر مین لکھ چکے ہین صہ ۳۴۱

کان اسمہ فی الجاھلیۃ عبد الکعبہ فسماہ رسول اللہ عبد اللہ۔ پس اگر یہ احسان بخاری نہین ہے تو کیا ہے کہ ابوبکر کا اصلی نام چھپا دیا گیا اور دوسرا نام مشہور کیا گیا یہان ہمکو جنگ یورپ کا وہ نقشہ پیش نظر ہے کہ پایۂ تخت روس کا نام پٹرسبرگ تھا مگر اس جنگ کی بدولت پٹروگراڈ کر دیا گیا کیونکہ برگ جرمنی لفظ ہے۔

بخاری نے اس کو مکروہ سمجھا کہ ابوبکر بھی اون لوگون مین داخل ہون جنکا نام آنحضرت نے بدل دیا تھا حالانکہ بہت سے نام آنحضرت نے بدلے تھے چنانچہ زاد المعاد ابن القیم مین ہی صہ ۲۵۸

تبدیل اسماء حضرت نے عاصیہ کا نام بدلکر جمیلہ رکھا جویریہ کا نام برہ تھا حضرت نے جویریہ رکھا۔ اصرم کو زرعہ کہا۔ ابو الحکم کا نام ابو شریح رکھا حزن کا نام سہل رکھا مگر اوس نے انکار کیا۔ عاصی۔ عزیز۔ عتلہ۔ شیطان۔ حکم۔ غراب۔ حباب۔ شہاب کا نام بدلکر ہشام رکھا۔ حرب کو سلم بنایا۔ مضطجع کو منبعث کیا۔ ارض عفرہ کو خضرہ کیا۔ شعب ضلالہ کو شعب ہدی

ف چنانچہ ترجمہ اسد الغابہ مین ہی بعض لوگ کہتے ہین عبد الکعبہ تھا پھر رسول خدا نے عبد اللہ رکھا اور بعض کہتے ہین انکے گھر والے ان کی پیدائش ہی سے انکا نام عبد اللہ رکھے تھے صہ ۲ ترجمہ مولوی عبد الشکور ایڈیٹر النجم۔ دانڈیئر

کہا۔ حزنیہ کو نور شدہ بنایا۔ معاویہ کو بنی رشیدہ کہا۔

مگر افسوس کہ جس نام سے حضرت کو ایسی نفرت تھی کہ کسی کو بھی معاویہ کہنا آپکو ناگوار ہو وہی نام معویہ اہلسنت کو اسقدر پسند ہو کہ وہ انکو امیر المومنین کا خطاب دیتے ہیں۔

بہر حال ابن القیم لکھتے ہیں کہ چونکہ اسماء قوالب معانی ہیں اور اوپر دال اسی لیے مقتضائے حکمت یہ ہے کہ نام اور مسمی میں ارتباط اور تناسب ہو ایسا نہو کہ کسی قسم کا تعلق نہو اور اجنبی محض ہو۔ کیونکہ حکمت حکیم اس سے انکار کرتی ہے اور واقع اسکے خلاف گواہی دیتا ہے بلکہ نام کو تاثیر ہے مسمی میں اور مسمی میں تاثر ہوتا ہے اسماء سے حسن و قبیح و خفت و ثقل میں۔

اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت نے ابی الحکم بن ہشام کو ابوجہل کا خطاب دیا اور خدا نے عبد العزی کو ابو لہب کا خطاب دیا صہ ۲۵۹

غرض جب آنحضرت نے ہزاروں اشخاص کے اسماء جاہلیہ کو تبدیل فرمایا تو پھر اسکی کوئی وجہ نہ تھی کہ ابوبکر کے نام میں اگر آپنے اصلاح فرمایا اور عبد الکعبہ کو عبد اللہ بنایا تو بخاری صاحب اوسکو چھپائیں اور یہ نہ لکھیں کہ انکا اصلی نام عبد الکعبہ تھا حضرت نے عبد اللہ بنایا۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حزن صحابی کو نام بدلنا نہ پسند ہوا اوسی طرح انکو یا ان کے گھر والوں کو بھی نہ پسند ہوا کیونکہ عبد اللہ نام نہیں مشہور ہوا بلکہ ابوبکر ہی نام پکارا گیا اور نام کا اثر ایسا ظاہر ہوا کہ جو اثر عبد الکعبہ کا تھا وہ ان سے نہ گیا چنانچہ ازالۃ الخفا میں ہے صہ ۱۹۹ ابوبکر عن النبیؐ قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ وھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔

یعنی ابوبکر نے بیان کیا رسول اللہؐ سے یا حضرت سے فرمایا شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے ابوبکر نے کہا یا حضرت شرک تو اسی کا نام ہے کہ غیر خدا کی پرستش کیجائے حضرت نے فرمایا تجھکو تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے شرک تم لوگوں میں دبیب نمل سے بھی زیادہ مخفی ہے۔

دیکھئے ابنقول ابن قیم نام اپنے مسمی میں تاثیر کرتا ہے جسکا نمونہ آپنے ملاحظہ فرمایا کہ عبد الکعبہ

کا مشرکانہ نام جو ابو بکر کا رکھا گیا اوسکی یہ تاثیر ہے کہ مدتون صحبت رسول مین رہے مگر شرک حقیقی انکے دل سے نہ گیا جب حضرت قسم کھا کر فرماتے ہین والذی نفسی بیدہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل یعنی قسم اوسکی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ شرک تملوگون مین چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے

دوسرا نام عتیق فتح الباری مین ہے وکان یسمی ایضاً عتیقاً واختلف هل هو اسم له اصلی او قیل له ذلک لانه لیس فی نسبه ما یعاب بہ او لقدمه فی الخیر وسبقه الی الاسلام او قیل له ذلک لحسنه او ان امه کان لا یعیش لها ولد فلما ولد استقبلت به البیت فقالت اللّٰھم ھذا عتیقک من الموت او لان النبی بشره بان اللّٰه اعتقه من النار وقد ورد فی هذا الاخر حدیث عائشة عند الترمذی واخرجه عن عبد اللّٰه بن الزبیر البزار وصححه ابن حبان وزاد فیه وکان اسمه قبل ذلک عبد اللّٰه بن عثمان وعثمان اسم ابی قحافة لم یختلف فی ذلک کما لم یختلف فی کنیة الصدیق -

یعنی انکو عتیق بھی کہتے تھے - اب اس مین اختلاف ہے کہ یہ نام اصلی ہے یا اس وجہ سے کہا گیا کہ اون کے نسب مین کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے عیب کیا جاسے یا اس وجہ سے کہ وہ قدیم تھے خیر مین اور سابق تھے اسلام کی طرف اور کہا گیا ہے کہ اونکے حسن وجمال کے سبب سے یہ نام پڑا یا اس وجہ سے کہ اونکی مان کے کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی جب یہ پیدا ہوے تو خانہ کعبہ مین لائین اور کہا خداوندا یہ تیرا آزاد کردہ ہے موت سے یا اس وجہ سے کہ حضرت نے بشارت دی تھی کہ تم آزاد ہو آتش جہنم سے حدیث عائشہ اور روایت ابن الزبیر مین یہی مضمون ہے - ابن حبان نے صحیح بھی کہا اور یہ زیادہ کیا کہ انکا نام پہلے سے عبد اللّٰہ تھا اور نام ابو قحافہ عثمان جس مین کسی طرح کا اختلاف نہین جیسا کہ کنیت صدیق مین اختلاف نہین -

اگرچہ اس نام کا بھی وجود کسی روایت مین نہین ملپایا جاتا مگر یارون کی یہ غنیمت افزائی ہے کہ اسکو بھی نام بنا دیا حالانکہ اصلیت اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ انکا نام عبد الکعبہ تھا اور خانہ کعبہ کی صفت عتیق قدیم ہے اسلیے معلوم ہوتا ہو کسی نے عبد الکعبہ کے ساتھ عتیق کا لفظ بھی

بڑھا دیا ہو۔ یا اسکو توہین خانہ کعبہ سمجھا کہ اوسکا عبد ایک ایسے گمنام قبیلہ کا آدمی ہو لہذا بجاے عبدالکعبہ۔ عتیق کہدیا ہو اور اوسکو یارون نے ایک نام قرار دیا۔ اور ہر شخص نے اپنی اپنی راے کے مطابق اوسکی ایک توجیہ نکالی۔ حالانکہ بجز ابوبکر انکا کوئی نام ہی نہین مشہور تھا۔ اسی وجہ سے اسقدر اختلاف ہے کہ عبدالکعبہ نام تھا یا عتیق یا عبداللہ۔

وجہ تسمیہ عتیق مین جو وجوہ ابن حجر نے لکھی ہین اسکی تفصیل استیعاب مین ہے واختلف العلماء فی المعنی الذی قیل لہ بہ عتیق فقال اللیث بن سعد وجماعۃ معہ انما قیل لہ عتیق لجمالہ وعتاقۃ وجہہ۔ وقال المصعب الزبیری وطائفۃ من اھل النسب انما سمی ابوبکر عتیقاً لانہ لم یکن فی نسبہ شیٔ یعاب بہ وقال آخرون کان لہ اخوان احدھما یسمی عتیقاً مات عتیق قبلہ فسمی باسمہ وقال آخرون انما سمی عتیقاً لان رسول اللہ صلعم قال من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ھذا فسمی عتیقا بذلک ص ۳۴۲

وجہ اول کہ بوجہ حسن وجمال اونکو عتیق کہتے تھے اس سے لغو ہے کہ جو حلیہ ان کا بیان کیا گیا ہے اوس سے کسی طرح کا حسن وجمال انکا معلوم نہین ہوتا کیونکہ استیعاب مین ہے ص ۳۴۴

کان ابوبکر رجلاً نحیفاً۔ ابیض خفیف العارضین اجناء لا یستمسک ازارہ تسترخی عن حقویہ معروق الوجہ غایر العینین ناتی الجبھۃ عاری الاشاجع ھکذا وصفتہ ابنتہ عائشۃ۔

ابوبکر دبلے[1] تھے۔ سفید رنگ خفیف العارضین (گال پچکے ہوے) اجناء تھے مونڈھا جھکا ہوا سینہ پر (کبڑا) کہ ازار کو نہ روک سکتے گرا جاتا اونکے تہیگاہ سے چہرہ دبلا تھا۔ آنکھین دھنسی ہوئی تھین پیشانی نکلی ہوئی تھی۔ انگلیان پتلی تھین ۔

حق یہ ہے کہ قدرت کے راز کو کوئی نہین سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ کے خلیفہ کیسے کیسے لوگ

---

[1] ازالۃ الخفا ... نے ترجمہ اسدالغابہ مین نہایت خوبصورتی سے یہ حلیہ لکھا ہے وہ رنگ سفید تھا جسم لاغر تھا رخسارے کم گوشت تھے چہرہ پر رگین ظاہر تھین آنکھین اندر حلقون کے تھین پیشانی بلند تھی حنا و نیل کا خضاب لگاتے تھے رقم ۳... جلد ۵ ۔ ۱۴۰ ازالہ

بنے جنکی ظاہری خلقت بھی کچھ ہی واقع ہوئی تھی۔

تاریخ طبری مین ہے ذکر الخبر عن صفۃ جسم ابی بکر عن عائشۃ انھا نظرت الی رجل من العرب وھی فی ھودجھا فقالت ما رایت احدا اشبہ بابی بکر من ھذا فقلنا لھا صفی ابابکر فقالت رجل ابیض نحیف خفیف العارضین احنی حتی لا یستمسک ازارہ یسترخی عن حقویہ معروق الوجہ غائر العینین ناتی الجبھۃ عاری الاشاجع واما علی بن محمد فانہ قال فی حدیثہ الذی ذکرنا اسنادہ قیل انہ کان ابیض یخالطہ صفرۃ حسن القامۃ نحیفا حنی رقیقا عتیقا اقنی معروق الوجہ غائر العینین حمش الساقین ممحوص الفخذین یخضب بالحناء والکتم وکان ابو قحافۃ حین توفی حیا بمکۃ فلما نعی الیہ قال رزء جلیل ص ۲۹ جلد ۴

حلیہ خلیفہ اول

یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ اونھون نے جبکہ ہودج مین سوار تھین (غالباً جنگ جمل کے موقع پر) ایک عرب کو راہ چلتے دیکھکر کہا اس سے بڑھکر کوئی مشابہ ابوبکر نہین ہے لوگون نے کہا صفت ابوبکر بیان کرو تو اونھون نے وہی اوصاف بیان کئے جو مذکور ہوا۔

علی بن محمد کی روایت ہے کہ وہ کہتا ہے ابوبکر سفید رنگ تھے مگر زردی ملی ہوئی حسن القامۃ تھے اور لاغر احنی (کج خلقت) نرم دل عتیق اقنی (ناک بلند وپست) گال پچکے ہوئے آنکھین دھنسی ہوئی پنڈلیان باریک تھین۔ ران بھری ہوئی نیل اور مہندی سے خضاب کرتے۔

ابو قحافہ وقت وفات ابوبکر مکہ مین تھے سنکر کہا بھاری مصیبت ہے۔

اس حلیہ کا آدمی اگر قدرت نے ابوبکر کو پیدا کیا تھا۔ تو عرب مین ایک دوسرا شخص بھی نکلا جسکو حضرت عائشہ نے اپنے اباجان کا مشابہ کہا ورنہ جانورون مین تو بجز بندر کوئی ایسا نہین معلوم ہوتا جس مین یہ سب اوصاف جمع ہون۔

اس حلیہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ غزواۃ رسول اللہ مین جو یہ حضرات فرار کرتے تھے تو اوسکی کیا وجہ تھی کیونکہ خلقت ہی ایسی واقع ہوئی تھی۔ مگر افسوس ناحق اونھون نے فرار کا عار اپنے سر لیا کیونکہ اگر کسی بہادر سپاہی سے مقابلہ ہوجاتا تو وہ کبھی نہ گوارا کرتا کہ ایک ایسے کیڑے پر

وار کریں جو اپنا ازار بھی نہ سنبھال سکے۔

رنگ سفید ان کتابون مین تو یہی لکھا ہے کہ ان کا رنگ سفید تھا مگر افسوس تاریخ خمیس مین ہے فروایتہ رجلا اسمر خفیف اللحم و فی روایۃ کان ادم طویلاً

ص۲۲۲ جلد ۲

یعنی قیس بن حازم کہتے ہین ہمنے اونکو گندم گون پایا اور دوسری روایت مین ہے کہ سیاہ رنگ اور طویل تھے۔

حلیہ عمر چونکہ یہان مختصر حلیہ ابوبکر مذکور ہوا ہے جس سے اہلسنت کو اونکے حسن پر ناز ہے لہذا بمناسبت اوسکے خلیفہ دوم کا حلیہ بھی یہین لکھدیا جاتا ہے تاریخ خمیس مین ہے قال صاحب الصفوۃ کان عمر طوالا اصلع ۔ اعسر شدید حمرۃ العینین خفیف العارضین و قال ابو عمرو کان کث اللحیۃ اعسر یسر آدم شدید الادمہ ۔ وھکذا وصفہ زر بن حبیش و غیرہ بانہ شدید الادمہ و علیہ الاکثر و قال الواقدی لا یعرف انہ کان ادم الا ان یکون تغیر لونہ من اکل الزیت عام الرمادۃ فی الصحاح عام الرمادۃ اعوام تتابعت علی الناس فی ایام عمر بن الخطاب فھلکت فیہ الناس والاموال من رمدت الغنم ترمد رمدا ھلکت قولہ الادم من الناس الاسمر والجمع الادمان والادمہ بضم الھمزۃ واسکان الدال الاسمر الذی یشبہ لونہ لون الجص لایکون لہ دم ظاھر الاصلع ھو الذی انحسر الشعر مقدم راسہ و یقال لموضع الصلع صلع بالتحریک و صلعہ بضم الصاد واسکان اللام والاجلح ھو الذی انحسر الشعر من جانب راسہ فوق الانزع واولہ النزع ثم الجلح ثم الصلع واسم ذلک الموضع جلحہ بالتحریک والاعسر یسر ھو الذی یعمل بیدیہ جمیعا و یقال لہ الاضبط قال ابو رجاء العطاردی کان عمر طویلا جسیما اصلع شدید الصلع ابیض شدید حمرۃ العینین فی عارضیہ خفۃ و سبلتہ کثیرۃ الشعر فی اطرافھا صھبۃ و زاد فی تحول الاسلام اذا

احزنہ امر فتلہا وکان احول وعن سماک بن حرب قال کان عمر اروح کانہ راکب والناس یمشون وفی المختصر الجامع کانہ راکب جمل والناس مشاۃ کانہ من رجال سدوس خرجہ الحافظ السلفی قال الاروح ھو الذی تتدانی قدماہ اذا مشی وقال الجوھری ھو الذی تتباعد صدور قدمیہ وتتدانی عقباہ وکل نعامۃ روحاء صفحہ ۲۶۰ جلد ۲

عمر لانبے تھے چندلے آنکھین بہت سرخ ۔ گال پچکے ہوئے ۔ ابو عمر کہتے ہین داڑھی خوب گھنی تھی ۔ دونون ہاتھ سے کام کرتے بہت سیاہ رنگ تھے ۔

تحقیق لغت آدم رنگ سیاہی مائل ۔ اہق گچ کا رنگ جس مین خون نہ ظاہر ہو ۔ اصلح جسکی پیشانی کا بال گر جائے ۔ اعسر یسیر جو دونون ہاتھ سے کام کرے ۔ ابو رجاء عطاردی کہتے ہین عمر طویل جسیم تھے ۔ اصلح ۔ سرخ سفید ۔ آنکھین سرخ ۔ گال پچکے ہوئے بوچھین بڑی بڑی ۔ کنارے اوسکے بھورے تھے جب کوئی فکر ہوتی تو موچھون پر تاؤ دیتے تھے ۔ احول تھے آنکھ کے ڈیرے ۔ اروح تھے گویا کہ وہ سوار ہین اور لوگ پیادہ چل رہے ہین ۔ مختصر جامع مین ہے کہ معلوم ہوتا تھا وہ اونٹ پر سوار ہین اور لوگ پیادہ گویا کہ رجال سدوس سے تھے حافظ سلفی کہتے ہین اروح اوسکو کہتے ہین کہ چلتے وقت دونون قدم نزدیک ہو جائین جوہری کہتا ہے جسکا صدر قدم دور دور پڑے اور عقب قدم نزدیک ہو ۔ ہر شتر مرغ اروح ہوتا ہے تو عمر گویا شتر مرغ تھے ۔

حلیہ جناب امیر اگرچہ بے ادبی ہے کہ حضرت کے حلیہ مبارک کا یہان ذکر کیا جائے مگر بغرض اسکے کہ الاشیاء تعرف باضدادہا تاریخ خمیس کا یہ فقرہ لکھا جاتا ہے ۔

حسن الوجہ کانہ قمر بدر عظیم البطن ای السمین صفحہ ۳۰۷

یعنی حضرت کا چہرہ مبارک معلوم ہوتا تھا چودھوین رات کا چاند ہے ۔ شکم بزرگ تھا ۔ دوسری وجہ اوس سے بھی زیادہ لطیف ہے کیونکہ ان کا نسب تو کوئی شمار ہی کے لائق نہ تھا اسی وجہ سے اذل بطن قریش کہلاتے چنانچہ خود صحیح بخاری صفحہ ۳ مین یہ حدیث موجود ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا فاشراف الناس یتبعونہ ام ضعفاءھم

قلت بل ضعفائهم کہ ابوسفیان نے کہا حضرت کے پیرو ضعفائے ناس ہوتے ہین جسپر کیا کیا خاک اوڑایا ہے ابن حجر نے ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صـــ۱ـ

تاریخ طبری مین ہے قال ابوسفیان مالابی فصیل انما ھی بنو عبد مناف قال فقلت له انه قد ولی ابنك قال وصلہ رحم صــ۲۰۲ـ

یعنی ابوسفیان نے کہا کیا واسطہ ابوفصیل سے یہ حق بنی عبد مناف ہے کسی نے کہا ابوبکر نے تمھارے لڑکے کو ولایت دی ہے تو کہا صلہ رحم کیا۔ پھر جس شخص کا نسب ایسا عالی ہو کہ ابوسفیان اوسکو ابوفصیل کہے (اونٹ کے بچہ کا باپ) اوسکو کون عالی نسب کہہ سکتا ہے۔

سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب علامہ ابوالفوز محمد امین بغدادی مشہور بہ سویدی مین ہے۔

وقد حکی صاحب الریحان والریعان عن ابی سلیمان الخطابی انه قال کان ابوبکر نسابا فخرج مع رسول الله ذات لیلة فوقف علی قوم من ربیعة فقال ممن القوم قالوا ربیعة قال وای ربیعة انتم امن هامتها ام من لهازمها قالوا بل من هامتها العظمی قال ابوبکر ومن ایها قالوا من ذهل الاکبر قال ابوبکر فمنکم عوف الذی یقال لا حر بوادی عوف قالوا لا قال فمنکم بسطام بن قیس ابو القری ومنتهی الاحیاء قالوا لا قال فمنکم الحوفزان قاتل الملوك وسالبها انفسها قالوا لا قال فمنکم المزدلف الحر صاحب العمامة المفردة قالوا لا قال فمنکم اخوال الملوك من کندة قالوا لا قال فمنکم اصهار الملوك من لخم قالوا لا قال فلستم بذهل الاکبر بل ذهل الاصغر فقام الیه غلام من شیبان یقال له دغفل حین بقل وجهه فقال ان علی سائلنا ان یسئله والعبء لا یعرفه او تحمله یا هذا انك قد سئلتنا فاخبرناك ولم نکتمك شیئا من خبرنا فمن الرجل قال ابوبکر انا من قریش قال بخ بخ اهل الشرف والریاسة فمن ای القرشیین انت قال من ولد تیم بن مرة قال الفتی امکنت والله من سواء الثغرة فمنکم قصی الذی جمع القبائل کلها وکان یدعی

مجمعا فقال لا۔ قال فمنکم ہاشم الذی ہشم الثرید لقومہ قال لا۔ قال فمن اہل الندوۃ انت قال لا قال فمن اہل السقایۃ انت قال لا۔ قال فمن اہل الحجابۃ انت۔ قال لا۔ واجتذب ابوبکر زمام ناقتہ فقال الفتی صادف ادراء السیل دردیں فغہ لا یہیضہ حینا و حینا یصدعہ اما واللہ یا اخا قریش لو تثبت لاخبرتک انک من زعیان قریش ولست من الذوائب فاخبر رسول اللہ بذلک فتبسم فقال علی رض یا ابابکر لقد وقعت من الغلام علی باقعہ قال اجل یا ابا الحسن ما من طامۃ الا فوقہا طامۃ صـ۶

یعنی صاحب ریحان وریعان نے ابوسلیمان خطابی سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر بھی عالم فن نسب تھے۔ ایک شب حضرت کے ساتھ قبیلہ ربیعہ کی طرف گئے تو ایک قوم پر ٹھہرے اور پوچھا تم کس قوم سے ہو اونسے کہا ربیعہ سے ابوبکر نے پوچھا کس ربیعہ سے ہو اوسکے اشراف سے یا اوساط سے۔ اونسے کہا بلکہ اوسکے اشراف سے۔ ابوبکر نے پوچھا تو اوسکے کس قبیلہ سے ہو۔ اونسے کہا ذہل اکبر سے۔ ابوبکر نے پوچھا تو تملوگ سے عوف تھے جنکے بارہمین مشہور ہے لا حر بوادی عوف۔ کہا نہین۔ پھر پوچھا کہ کیا تمسے بسطام بن قیس ابوالقری ومنتہی الاحیا ہے کہا نہین۔ پوچھا تو کیا تمسے حوفزان قاتل ملوک ہو۔ کہا نہین۔ پوچھا تو کیا تمسے مزدلف حر صاحب عمامہ مفردہ ہی کہا نہین۔ پوچھا کہ تمسے ہین اخوال ملوک کندہ۔ کہا نہین۔ پوچھا تو کیا تمسے اصہار ملوک ہین لخم سے۔ کہا نہین۔ تو ابوبکر نے کہا معلوم ہوا تم ذہل اکبر سے نہین ہو بلکہ ذہل اصغر سے ہو۔ ابوبکر کا یکلام سنکر ایک لڑکا دغفل نامی کھڑا ہوا جو بنی شیبان سے تھا اور ابھی مسین نکل رہی تھین اونسے کہا جو تمنے پوچھا وہ تو ہمنے بتا دیا اور کوئی بات نہین چھپائی اب بتاؤ تم کون ہو۔ ابوبکر۔ ہم قریش سے ہین۔ دغفل البتہ یہ قبیلہ اہل شرف وریاست ہے۔ پھر بتاؤ تم کس قبیلہ سے ہو۔ ابوبکر۔ تیم بن مرہ سے۔ دغفل تو اب ہمکو موقع ملگیا۔ کیا تم سے قصی تھے جامع قبائل جو مجمع کہلاتے۔ (یہ اجداد رسول اللہ سے تھے) ابوبکر نہین دغفل۔ تو کیا تمسے ہاشم تھے جنھون نے اپنی قوم کیلئے ثرید بنایا تھا لا یعبد امجد رسول اللہ

ہین) ابوبکر نہین۔ دغفل۔ توکیا تم اہل ندوہ سے ہو۔ ابوبکر نہین۔ دغفل۔ توکیا تم اہل سقایہ سے ہو۔ ابوبکر نہین۔ دغفل۔ توکیا تم اہل حجابہ سے ہو (یہ کل عہدے بنی ہاشم سے متعلق تھے) ابوبکر نہین۔ یہ کہکر ابوبکر نے اپنے ناقہ کی مہار کھینچی (کہ بھاگین) دغفل نے کہا کہ جب سیل سے مقابلہ ہوا تو بھاگنے لگے۔ قسم خدا کی اے برادر قریشی اگر تو ذرا ٹھہرتا تو ہم بتا دیتے تو قریش کے چرواہون سے ہے نہ اونکے ذرائب سے (دیبال سے)

مجمع بحار الانوار مین ہے وفی ح ابی بکر والقبائل قال لہ علی صادف درء السیل درءید فعہ یقال السیل اذا اتاک من حیث لا تحتسبہ سیل درء ای یدفع ص۳۰۴

یعنی یہ قول جناب امیر ہے جو اس حدیث مین فرمایا اور یہ ایک مثل ہے ایسے مقام پر کہ جب سیل آتی ہے تو کہا جاتا ہے غرض یہ کہ اسکا کچھ جواب نہین ہو سکتا۔

غرض ابوبکر حضرت کی خدمت مین آئے اور سارا قصہ بیان کیا تو آپ ہنسنے لگے اور جناب امیر نے فرمایا بڑے قیامت کے لڑکے سے سامنا پڑا۔ ابوبکر نے کہا اے ابوالحسن ہر طامہ پر ایک طامہ ہوتا ہے۔ (ہر فرعونے را موسیٰ)

مجمع بحار الانوار مین ہے فاذا ہو باقعۃ ای ذکی عارف لا یفوتہ شیء ص۱۱۰

مراد باقعہ سے یہ ہے زکی عارف جس سے کوئی شئی فوت نہو۔

طامۃ فوقہا طامۃ ای ما من امر عظیم الا وفوقہ اعظم منہ وما من داھیۃ الا وفوقہا داھیۃ ص۳۱۷

غرض جس شخص کا نسب خاندانی ایسا ہو کہ ہر شخص اوس سے واقف ہو کہ یہ اذل بطن قریش سے ہے۔ وہ کیونکر خوش نسب کہلا کر عتیق کے لفظ سے سرفراز ہو سکتا ہے۔

تیسری وجہ یہ لکھی ہے او لقدمہ الی الخیر وسبقہ الی الاسلام یعنی اس وجہ سے کہ وہ مقدم تھے خیر کی طرف اور سابق تھے اسلام کی طرف۔ مگر افسوس یہ وجہ بھی درست نہین کیونکہ خود صحیح بخاری مین اسکی خلاف مذکور ہے بلکہ جیسا کہ آگے ہے۔ مگر اس وقت تو تاریخ طبری کا حوالہ کافی ہے ص۲۱۴ جلد۲

عن محمد بن سعد قال قلت لابی اکان ابوبکر اولکم اسلاماً فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاماً۔
یعنی محمد بن سعد نے اپنے باپ سعد سے کہا کہ کیا ابوبکر تم مین سب سے پہلے اسلام لائے تو کہا نہین بلکہ اونکے پہلے پچاس آدمی سے زیادہ اسلام لائے۔ مگر وہ ہم مین سب سے زیادہ افضل تھے اسلام مین۔ جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر پچاس آدمیون کے بعد اسلام ظاہری لائے تو یہ وجہ بھی گئی گذری کیونکہ اگر عتیق کہنے کی یہی وجہ تھی تو وہ لوگ زیادہ اسکے مستحق تھے جو ابوبکر سے پہلے اسلام لائے۔
بخاری نے اپنے پندرہوین جز مین ایک باب اسکا بھی باندھا ہے باب اسلام ابی بکر الصدیق جسکی شرح وہان مذکور ہوگی انشاء اللہ مگر اوسپر جو ابن حجر نے رائے دی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے تنبیہ کان حق ھذا الباب ان یکون متقدما ماجداً امافی باب المبعث او عقبہ لکن وجہہ ھنا ما وقع فی حدیث عمرو بن العاص الذی قبلہ انہ قام بنصر النبی صلعم وتلا الایۃ المذکورۃ فدل ذلک علی ان اسلامہ متقدم علی غیرہ بحیث ان عمارا مع تقدم اسلامہ لم یر مع النبی صلعم غیر ابی بکر وبلال وعنی بذلک الرجال وبلال انما اشتراہ ابوبکر لینقذہ من تعذیب المشرکین لکونہ اسلم صفحہ ۴۳۸
یعنی اس باب اسلام ابوبکر کا حق یہ تھا کہ بہت مقدم ہوتا۔ یا باب بعث مین لکھتے یا اوسکے بعد۔ مگر اس وجہ سے یہان لکھا کہ اسکے پہلے حدیث عمرو عاص ہے جس مین یہ بیان ہے کہ ابوبکر حضرت کی نصرت کو آئے جس سے معلوم ہوا کہ انکا اسلام مقدم تھا۔
کیا اس سے بھی بڑھکر کوئی دلیل بے ترتیبی صحیح بخاری ہو سکتی ہے کہ حدیثین بے جوڑ بے قافیہ لاتے ہین۔
چوتھی وجہ یہ لکھی ہے کہ مادر ابوبکر نے انکو بعد ولادت خانہ کعبہ مین لیجا کر کہا تھا اللّٰھم ھذا عتیقک من الموت تو یہ وجہ ہو سکتی ہے کیونکہ سب لکھتے ہین انکا ایک بھائی اور تھا جسکا نام عتیق تھا اس وجہ سے یہ بھی عتیق کہلائے مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

درحقیقت ان کا کوئی نام نہ تھا استیعاب مین ہے صلا۳

وقال اٰخرون کان لہ اخوان احدھما یسمی عتیقاً مات عتیق قبلہ فسمی باسمہ

یعنی ابوبکر کے دو بھائی اور تھے ایک کا نام عتیق تھا جو انکے پہلے مرا لہذا اوسی نام پر انکا

نام رکھا گیا۔ پھر افسوس کہ ایسی کھلی وجہ ہوتے ہوے یارون نے اتنی توجیہین نکالدین

حالانکہ یہ بہت واضح بات ہے اور غیر مشہور لوگون مین ایسا اکثر ہوتا ہے۔

پانچوین وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت نے انکو بشارت دی تھی بان اللہ اعتقہ من النار مگر افسوس

یہ ایسی وجہ ہے جسپر کچھ لکھنے کی ضرورت نہین کیونکہ رسول اللہ کی ذات مقدس پر تو ہزارون

کیا کڑورون افترا ہوچکے ہین ایک اور بھی مگر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر کچھ بھی اسکی اصلیت

ہوتی تو پھر جھگڑا کاہے کا تھا اور توجیہات کی کیا ضرورت تھی۔

لقب صدیق۔ ابن حجر لکھتے ہین ولقب الصدیق لسبقہ الی تصدیق النبی وقیل

کان ابتداء تسمیتہ بذلک صبحۃ الاسری وروی الطبرانی من حدیث علی

انہ کان یحلف ان اللہ انزل اسم ابی بکر من السماء الصدیق رجالہ ثقاۃ۔

یعنی انکا لقب صدیق پڑا کیونکہ انھون نے سبقت کی تھی طرف تصدیق رسول کے اور کہا گیا

کہ اس نام کی ابتدا شب معراج کی صبح کو ہوئی اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی خدا

کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابوبکر کا نام صدیق خدا نے نازل کیا آسمان سے رجال اسکے ثقاۃ ہین

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کوئی روایت اسکے متعلق ایسی نہین ہے کہ اوسکو بقاعدہ اہلحدیث

صحیح کہین یا اوس کتاب مین ہو جو ملتزم الصحۃ ہو کیونکہ طبرانی کی معجم ایسی نہین ہے کہ کوئی اوسکو

صحیح کہتا ہو۔ پھر اختلاف دلیل وضع ہے۔

بہرحال وجہ اول کا بطلان تو اسی سے ظاہر ہے کہ سابقاً مذکور ہوا اسلام ابوبکر پچاس

آدمیون کے بعد ہے تو وہ لوگ زیادہ مستحق تھے کہ صدیق کہے جائین۔ اور وجہ دوم اس

جہ سے باطل ہے کہ صبح شب معراج مشہور۔ صبح ہے جس سے بہت سے صحابہ مرتد ہوئے اور

اہلسنت کو بھی نہین معلوم کہ معراج کب ہوئی اور کیونکر ہوئی تاریخ کامل مین ہے اختلف

الناس فی وقت المعراج فقیل کان قبل الھجرۃ بثلاث سنین وقیل بسنۃ

واحدۃ واختلفوا فی الموضع الذی اسری برسول اللہ صلعم فقیل کان نائما بالمسجد فی الحجر فاسری بہ منہ فقیل کان نائما فی بیت ام ھانی بنت ابی طالب ص۱۳۰ جلد ۲

وقت معراج مین اختلاف ہے ایک قول ہے کہ ہجرت کے تین برس قبل اور ایک قول ہے کہ ایک برس قبل ۔ پھر آپس مین اختلاف ہے کہ کہان سے معراج ہوئی ایک قول ہے حضرت مسجد الحرام مین بمقام حجر اسمعیل سوئے ہوئے تھے اور ایک قول ہے کہ ام ہانی بنت ابوطالب کے یہان سوئے ہوئے تھے ۔

پھر اس مین اختلاف ہے کہ یہ معراج کس طرح ہوئی تاریخ خمیس مین ہے اختلف السلف والعلماء فی انہ ھل کان اسراء بروحہ او جسدہ علی ثلثۃ اقوال احدھا انہ ذھبت طائفۃ الی انہ اسراء بالروح وانہ رویا منام مع اتفاقھم علی ان رویا الانبیاء وحی وحق والی ھذا ذھب معاویہ وحکی من الحسن فی غیر المشھور × والثانی انہ ذھب معظم السلف والمسلمین الی انہ اسری بروحہ وجسدہ فی الیقظۃ وھذا ھو الحق × والثالث انہ فی المنام قالت طائفۃ کان الاسراء بالجسد یقظۃ الی بیت المقدس والی السماء بالروح والمنام ص۳۰۷ جلد اول

کہ سلف اور علما کا اختلاف ہے اس مین کہ حضرت کو معراج روحانی ہوئی یا جسمانی ۔ معویہ اور حسن اسکے قائل ہین کہ حضرت کو معراج جسمانی نہین ہوئی بلکہ بذریعہ خواب تہا کہ خواب دیکھا دوسرے لوگ اسکے قائل ہین کہ روحانی وجسمانی دونون تھا تیسرا گروہ کہتا ہے کہ بیت المقدس تک تو جسمانی معراج تھا وہان سے روحانی ۔ پھر یہ کہنا کہ ابوبکر نے حضرت کے اس معراج کی تصدیق کی اس وجہ سے صدیق ہوئے کیسا غلط دعوی ہے کیونکہ ابھی اہلسنت کو ہی نہین معلوم کہ معراج کس طرح ہوا جسکے بعد تصدیق کی ضرورت ہو ۔

ہان تاریخ خمیس مین یہ روایت موجود ہے کہ عن ام ھانی قالت مااسری برسول اللہ الا وھو فی بیتی تلک اللیلۃ صلی العشاء الاخرۃ ونام فلما کان قبیل

مذہب معاویہ کا معراج جسمانی

الفجر اھبنا لرسول اللہ فلما صلی الصبح وصلینا معہ قال یا ام ھانی لقد صلیت معکم العشاء الاخرۃ کما رایت بھذا الوادی ثم جئت بیت المقدس وصلیت فیہ ثم صلیت الغداۃ معکم الان کما ترون صہ ۳۴۵

کہ حضرت ام ہانی کہتی ہین کہ حضرت شب معراج ہمارے مکان مین تھے نماز عشا پڑھکر سوئے تو قبل طلوع فجر ہمنے سامان کیا حضرت کیلئے جب نماز صبح پڑہ چکے تو فرمایا اے ام ہانی عشا کی نماز تو ہمنے اس وادی مین پڑھی تھی پھر ہم بیت المقدس گئے اور وہان نماز پڑھی پھر واپس آئے اور نماز صبح تملوگون کے ساتھ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے حضرت نے اسی واقعہ کی خبر ام ہانی کو دی اور اونھون نے تصدیق کی۔ نہ ابوبکر نے کیونکہ اوس کتاب مین ہے عن ابی بکر من روایۃ شداد بن اوس عنہ انہ قال للنبی لیلۃ اسری بہ طلبتک یا رسول اللہ البارحۃ فی مکانک فلم اجدک فاجابہ ان جبرئیل حملہ الی المسجد الاقصی۔

یعنی ابی بکر نے حضرت سے کہا ہمنے کل شبکو آپکو ڈھونڈھا تو نہ پایا حضرت نے فرمایا جبرئیل ہمکو مسجد اقصی کی طرف لیگئے تھے جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر کی ملاقات بہت موخر ہے اور اول ملاقات حضرت سے ام ہانی کو ہوئی تھی۔

بہرحال حالات معراج مین لکھا ہے وفی الشفاء عن ابی حمراء قال قال رسول اللہ لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی صہ ۳۵۳

یعنی حضرت نے فرمایا کہ جب ہمکو آسمان کی طرف لیگئے تو عرش پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمنے انکی تائید کی ہے علی علیہ السلام سے۔ پھر تعجب ہے کہ عرش اعظم پر تو جناب امیر کا نام تائید رسول اللہ مین لکھا جاوے اور اہلسنت یہ بتائین کہ مصدق معراج ابوبکر ہین۔

تواریخ واحادیث مین اس واقعہ کی نہایت عظمت ہے کیونکہ تاریخ کامل مین ہے وارتد الناس ممن کان امن بہ وصدقہ صہ ۲۰

یعنی بہت سے مسلمان جو حضرت کی تصدیق کر چکے تھے اس واقعہ کے بعد مرتد ہو گئے۔ اور تاریخ خمیس میں ہے "وعن ابن عباس ان النبی لما اصبح جلس فی الحجر معتزلا حزینا لما انہ کان یعلم ان قومہ یکذبونہ فبینما ہو جالس کذلک اذ مر بہ ابو جہل فجلس الیہ فقال لہ کالمستہزئ یا محمد ہل استفدت من شیء جدید قال نعم سافرت البارحۃ وفی روایۃ اسری بی اللیلۃ الی بیت المقدس واصبحت بین اظہرکم بمکۃ قال نعم فلم یر ابو جہل انہ ینکر ذلک مخافۃ ان یجحدہ الحدیث قال اتحدث قومک بما حدثتنی قال نعم فصاح ابو جہل یا معشر بنی کعب بن لوی ہلموا فانتقضت المجالس فجاؤا حتی جلسوا الیہما قال فحدث قومک بما حدثتنی قال نعم اسری بی اللیلۃ قالوا الی این قال الی بیت المقدس قالوا ثم اصبحت بین اظہرنا قال نعم فوقعوا فی التعجب والاستغراب وقالوا ان ہذا الشیء عجاب وبعضہم من شدۃ انکارہم یصفقون وبعضہم من قلۃ اعتبارہم یضحکون وبعضہم یضعون ایدیہم علی رؤسہم تعجبا فان ہذا الامر یری عندہم محالا وعجبا وارتد ناس ممن کان قد امن بہ وصدقہ۔" ص ۳۵۶

یعنی حضرت صبح شب معراج کو بمقام حجر تشریف فرما تھے محزون و مغموم اس خیال سے کہ قوم ہماری تکذیب کریگی کہ اتنے میں ابو جہل آیا اور بطور استہزا پوچھا آج کوئی نیا افادہ ہوا حضرت نے فرمایا ہاں آج شبکو ہمنے سفر کیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا بیت المقدس کی طرف لیگئے اور وہاں سے آسمان کی طرف۔ ابو جہل نے پوچھا کیا آج شب کو آپ بیت المقدس گئے اور پھر صبح مکہ میں کی حضرت نے فرمایا ہاں۔ ابو جہل نے اس وجہ سے انکار نہ کیا کہ ممکن ہے حضرت انکار کر جائیں لہذا کہا کیا آپ اپنی قوم سے بھی اس قصہ کو بیان کرینگے آپنے فرمایا ہاں۔ ابو جہل نے آواز دی اور سب ٹوٹ پڑے حضرت سے کہا اوس واقعہ کو بیان کیجئے حضرت نے سارا قصہ بیان کیا تو سب تعجب میں پڑ گئے اور کہتے تھے یہ شی عجیب ہے بعض تو بوجہ کثرت انکار تالیاں بجاتے

تھے۔ بعض مضحکہ کرتے تھے۔ بعض ہاتھ سر پر رکھتے تھے ازراہ تعجب کیونکہ اسکو وہ لوگ محال جانتے تھے اور بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اون لوگون سے جو ایمان لا چکے تھے اور حضرت کی تصدیق کر چکے تھے۔

اسی واقعہ مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوجہل نے جا کر ابوبکر سے کہا تمکو کچھ اپنے ساتھی کی خبر ہے کہ وہ ایسا ایسا بیان کرتے ہین تو ابوبکر نے کہا اگر وہ بیان کرتے ہین تو ہم ضرور تصدیق کرینگے کیونکہ ہم اس سے بھی زیادہ عجیب باتون کی تصدیق کرتے ہین کیونکہ وہ آسمان کی خبرین صبح شام بیان کیا کرتے ہین قال بعضہم فمن ذالک الیوم سمی ابوبکر صدیقاً کہ اوسی روز سے ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا۔

مگر جب یہ ثابت ہو چکا کہ پہلے حضرت ام ہانی سے ملاقات ہوئی اور بہت سے صحابہ نے اسکی تصدیق کی اور وہ ایمان پر ثابت قدم رہے تو پھر ابوبکر کے صدیق ہونیکی کیا وجہ کیونکہ انکے علاوہ بہت سے صحابہ مصدق تھے۔

ہان تفسیر درمنثور سے انکے تصدیق کی ایک نئی شان معلوم ہوتی ہے جو ایک طولانی روایت مین ہے ثم اتیت اصحابی قبل الصبح بمکۃ فاتانی ابوبکر فقال یا رسول اللہ این کنت اللیلۃ قد التمستک فی مکانک فقلت اعلمت انی اتیت بیت المقدس اللیلۃ فقال یا رسول انہ مسیرۃ شہر فصفہ لی قال ففتح لی صراط کانی انظر الیہ لا تسألنی عن شیٔ الا انبأتکم عنہ فقال ابوبکر رض اشہد انک رسول اللہ منثور جلد ۴

یعنی حضرت فرماتے ہین کہ ہم جب معراج سے قبل صبح اپنے اصحاب مین واپس آگئے تو ابوبکر آئے اور کہا یا رسول اللہ شبکو کہان تشریف رکھتے تھے ہمنے آپکو ڈھونڈھا تھا تو حضرت نے فرمایا کیا تمکو نہین معلوم کہ ہم آج شبکو طرف بیت المقدس کے گئے تھے۔ ابوبکر نے کہا یا حضرت وہ تو ایک مہینہ کی راہ پر ہے۔ آپ بیت المقدس کے حالات وغیرہ بیان فرمایئے۔ حضرت فرماتے ہین کہ ہمارے لئے ایک راہ کھل گئی گویا ہم اودہر دیکھ رہے ہین کہ جو کوئی حال وہان کا پوچھتا ہے تو ہم بیان کرتے ہین تو ابوبکر نے کہا گواہی دیتا ہون

کہ آپ رسول اللہ ہین۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ ابوبکر نے محض حضرت کی خبر کو کافی نہ جانا۔ بلکہ وہان کے علامات اور نشانون کو جب پوچھا ہے اور حضرت نے مشاہدہ فرماکر خبر دی ہے تب جاکر تصدیق کی۔ تو پھر بتاےُ ان مین اور مشرکین مین کیا فرق رہا کیونکہ اونھون نے بھی تو ان علامات کے پوچھنے کے بعد تصدیق کی۔ اور کسیکو مجال شک نہ رہی۔ تو کیا ایسی ہی تصدیق کے نسبت یہ کہا جاسکتا ہے قال یا جبریل ان قومی لا یصدقنی قال یصدقک ابوبکر وھو الصدیق تاریخ خمیس ص۳۵۵

کہ حضرت نے جبریل سے فرمایا میری قوم اس بیان مین تصدیق نہ کریگی۔ تو جبرئیل نے کہا ابوبکر تصدیق کرینگے اور وہ صدیق ہین۔ کیونکہ جس طرح کی تصدیق ابوبکر نے کی ہے حالات وعلامات دریافت کرنے کے بعد اوس طرح تو سارے کفار نے تصدیق کی مگر وہ صدیق نہ کہلاےُ چنانچہ اوسی تاریخ خمیس مین ہے۔

وفی روایۃ سالوہ ایضاً عن عیر الشام لیستدل بہ علی تکذیبہ او تصدیقہ فیما قال ع فوصفھم وقال تقدمون یوم الاربعاء فکان ذلک الیوم وما قدموا حتی کادت الشمس ان تغرب فدعا اللہ تعالیٰ فحبسھا حتی قدموا کما وصف فعلموا اصدقہ ومع ھٰذا لو یصدقوہ فی الخبر وما اٰمنوا ص۳۵۶

یعنی حضرت سے اون لوگون نے قافلہ شام کا حال بھی دریافت کیا کہ شاید اوس مین کوئی بات ایسی نکل آےُ جس سے حضرت کی تکذیب ہوسکے تو حضرت نے اوسکا حال بھی بیان کیا اور فرمایا چہارشنبہ کو وہ قافلہ آجائیگا چہارشنبہ تمام ہورہا تھا اور وہ قافلہ نہ آیا تو حضرت نے دعا کی جس سے آفتاب غروب ہونے سے رک گیا یہانتک کہ قافلہ آگیا تب اون کو حضرت کا صدق کلام معلوم ہوا مگر اسپر بھی ایمان نہ لاےُ۔

تو جب حضرت کا صدق ایسا تھا کہ کفار تک پہلے سے قائل تھے۔ اور اس واقعہ مین بھی اونھون نے تصدیق کی تو پھر ابوبکر کی اس تصدیق پر جو بعد دریافت علامات ہوئی کیونکر لقب

صدیق دیا جاسکتا ہے۔

اور جب خداوند عالم نے ایسے ایسے معجزات باہرہ و آیات ظاہرہ آپکو عطا فرمائے تھے تو کیونکر ممکن تھا حضرت کو اس کا غم ہوگا کہ کون ہماری تصدیق کریگا جسپر یہ بشارت دی جائے کہ ابوبکر تصدیق کرنے والے ہونگے حالانکہ خود ان دونون روایتون مین اختلاف ہے کہ ایک مین ہے کہ جبرئیل نے کہا ابوبکر صدیق ہین اور دوسری روایت مین ہے کہ لوگون نے انکو صدیق کہا۔ اس سے بداہت معلوم ہوا کہ محض یارونکی یہ کارستانی ہے نہ انکا لقب کبھی صدیق تھا نہ حقیقۃً صدیق تھے۔

وجہ دوم مین یہ لکھا ہے کہ جناب امیرؑ نے تبسم فرمایا ان کا لقب صدیق خدا نے نازل کیا۔ مگر افسوس یہ روایت طبرانی ہے جسکو کسی نے صحیح نہین کہا اگرچہ ابن حجر نے تعریف کی رجالہ ثقات مگر یہ وہی تعریف ہی جو مطلب برآری کے وقت کی جاتی ہے۔ کیونکہ معارف ابن قتیبہ مین ہے صفحہ ۷۳ مطبوعہ مصر

قال حدثنی ابوالخطاب قال حدثنی نوح بن قیس قال حدثنا سلیمان ابو فاطمہ عن معاذہ بنت عبداللہ العدویہ قالت سمعت علی بن ابیطالب علی منبر رسول اللہ صلعم انا الصدیق الاکبر امنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر۔

ابوالخطاب نوح بن قیس سے۔ وہ سلیمان ابو فاطمہ سے۔ وہ معاذہ بنت عبداللہ عدویہ سے روایت کرتے ہین کہ ہمنے جناب امیرؑ کو بالائے منبر رسول کہتے ہوئے سنا کہ حضرت فرماتے ہین مین ہون صدیق اکبر کہ ایمان لایا قبل ایمان ابوبکر اور اسلام لایا قبل اسلام ابوبکر۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد جناب امیرؑ سے اس لقب کی ابوبکر کیلئے ابتدا ہوئی تھی جسپر حضرت کو اسکی رد کرنی پڑی اور بالائے منبر جاکر فرمایا انا الصدیق الاکبر مگر جو تخم ریزی معاویہ نے کی تھی وہ بارور ہوئی۔ حضرت کا بالائے منبر جاکر اسکی تکذیب کرنا اہل سنت مین نہ موثر ہوا کہ آجتک وہ ابوبکر کو صدیق کہے جاتے ہین حالانکہ صدہا کتب اہلسنت مین ایسی روایتین موجود ہین کہ اس امت مین صدیق جناب امیرؑ ہی ہین نہ ابوبکر ریاض

جناب امیرؑ کا صدیق اکبر ہونا

النضرہ میں ہے صفحہ ۱۵۵ جلد ۲ مطبوعہ مصر
ولم یزل اسمہ فی الجاھلیۃ علیاً وکان یکنی ابا الحسن وسماہ رسول اللّٰہ صدیقاً
عن ابن ابی لیلی عن النبی انہ قال الصدیقون ثلاثۃ حبیب بن مری النجار
مومن ال یاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین۔ وحزقیل مومن ال فرعون
الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ وعلی بن ابیطالب الثالث وھو
افضلھم خرجہ احمد فی المناقب وکناہ رسول اللّٰہ بابی الریحانتین۔
یعنی جناب امیرؑ کا نام جاہلیت میں بھی علی تھا اور کنیت ابو الحسن۔ آنحضرتؐ نے آپکا نام صدیق
رکھا ابو لیلی حضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا صدیق تین ہی گذرے ہیں ایک
حبیب بن مری نجار مومن آل یسین جسنے کہا اے قوم اتباع کرو مرسلین کی۔ دوسرے
حزقیل مومن آل فرعون جسنے کہا تھا کیا تم لوگ اوس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے
رب ہمارا اللہ ہے تیسرے علی بن ابی طالب اور وہ اون دونوں سے افضل ہیں۔
اس روایت کو امام احمد نے مناقب میں تخریج کی اور حضرت نے آپکی کنیت ابو الریحانتین
رکھی۔

تو کیا جو لوگ ابوبکر کو صدیق کا خطاب دیتے ہیں وہ مکذب رسول اللہ نہیں ہوے کیونکہ
حضرت نے تو صدیق کو تین آدمی میں منحصر کیا ہے۔ اور جناب امیرؑ کا تو آپنے نام ہی رکھا اور
فرمایا یہ اون دونوں سے افضل ہیں۔
پھر اوسی کتاب میں ہے قال الخجندی وکان یکنی ابا قصم ویلقب بیعسوب
الامۃ والصدیق الاکبر وعن معاذۃ العدویہ قالت سمعت علیا علی
منبر البصرۃ یقول انا الصدیق الاکبر خرجہ ابن قتیبہ ۔ وعن علی انہ کان
یقول انا عبد اللّٰہ واخو رسول اللّٰہ وانا الصدیق الاکبر خرجہ القلعی ۔ و
عن ابی ذر قال سمعت رسول اللّٰہ یقول لعلی انت الصدیق الاکبر وانت
الفاروق الذی تفرق بین الحق والباطل صفحہ ۱۵۵
کہا خجندی نے کہ حضرت کی کنیت ابو قصم تھی۔ اور لقب یعسوب الامہ اور صدیق اکبر

معاذہ علدویہ سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ کو بالائے منبر بصرہ کہتے سنا میں ہون صدیق اکبر۔ اس روایت کی تخریج ابن قتیبہ نے کی + اور حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ فرماتے تھے میں عبد خدا و برادر رسول ہون اور میں ہون صدیق اکبر۔ اسکی تخریج قلعی نے کی + اور ابو ذرؓ سے روایت ہو کہ مینے رسول اللہؐ کو کہتے سنا کہ حضرت نے جناب امیرؑ سے فرمایا تو ہے صدیق اکبر اور وہ فاروق جو فرق کریگا حق و باطل مین۔

خصائص نسائی مین ہے جو صحاح ستہ کا ایک جزو ہو عن جدہ عفیف قال جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابہا وعطورھا فاتیت العباس بن عبد المطلب وکان رجلا تاجرا فانا عندہ جالس حیث انظر الی الکعبۃ وقد حلقت الشمس فی السماء فارتفعت وذھبت اذ جاء شاب فرمی ببصرہ فی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ ثم لم البث الا یسیرا حتی جاء غلام فقام علی یمینہ ثم لم البث الا یسیرا حتی جاءت امرءۃ فقامت خلفھا فرکع الشاب فرکع الغلام والمرءۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرءۃ فسجد الشاب فسجد الغلام والمرءۃ فقلت یا عباس امر عظیم قال العباس امر عظیم تدری من ھذا الشاب قلت لا قال ھذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی اتدری من ھذا الغلام ھذا علی بن اخی اتدری من ھذہ المرءۃ ھذہ خدیجہ بنت خویلد زوجتہ ان ابن اخی ھذا اخبرنی ان ربہ رب السماء والارض امرہ بھذا الدین الذی ھو علیہ ولا واللہ ما علی الارض کلھا احد علی ھذا الدین غیر ھؤلاء الثلثۃ حدثنا احمد بن سلیمان الرھاوی قال قال حدثنا عبید اللہ بن موسی قال حدثنا العلا بن صالح عن المنہال عن عمرو بن عباد بن عبد اللہ قال قال علی رضی اللہ عنہ انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کاذب امنت قبل الناس بسبع سنین ص۳ مطبوعہ مصر

یعنی عفیف سے روایت ہے کہ ہم بغرض خریداری کچھ مال کے مکہ گئے اور حضرت

عباس کے یہان رہے کہ دیکھا خانہ کعبہ مین ایک جوان آیا اور اوسکے بعد ایک لڑکا اور ایک عورت اور سب نے اکر نماز پڑھی ہمنے حضرت عباس سے پوچھا یہ کیا ہے تو کہا یہ بھتیجا میرا محمدؐ اور علیؑ ہے اور یہ عورت محمدؐ کی زوجہ ہے ان کا گمان ہے کہ خدا نے انکو حکم دیا ہے قسم خدا کی اس وقت دنیا مین اس دین پر بجز ان تین آدمیون کے دوسرا کوئی نہین ہے عباد بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب امیر نے فرمایا مین بندہ خدا ہون اور برادر رسول ہون اور مین ہون صدیق اکبر کہ بعد میرے جو دعوی اسکا کریگا وہ کاذب ہے کیونکہ مین سات برس سب سے پہلے ایمان لایا۔

اگر ہم اس بحث کو کچھ بسط سے لکھین تو ایک مجلد مرتب ہو جائے جس سے معلوم ہو کہ لقب صدیق و فاروق مخصوصات جناب امیر سے ہے اور کوئی اونکا شریک نہین لہذا صرف ایک تحقیق شاہ عبد العزیز صاحب کی نقل کی جاتی ہے جو وہ اپنے فتاوی عزیزی مین لکھتے ہین۔

وتلقیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ بمرتضی در احادیث دیدہ نشدہ و نہ در صدر اول این لفظ مستعمل بود و در احادیث صحیحہ کنیت شان بابوتراب و ابوالریحانتین وتلقیب ایشان بہ ذی القرنین ویعسوب الدین وصدیق وفاروق وسابق ویعسوب الامۃ و یعسوب المومنین ویعسوب قریش وبیضۃ البلد وامین وشریف وہادی ومہدی وغیرہ مروی وثابت است صلاء جلد دوم مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

کیا غضب ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ صدیق کا خطاب دین اور وہ بالائے منبر بالاعلان ارشاد کرے کہ بجز ہمارے کوئی صدیق نہین اگر کوئی دعوی کرے تو وہ کاذب ہے اوسکو اہلسنت نہ صدیق کہین نہ فاروق۔ اور ایک ایسے شخص کو یہ لقب عنایت کرین جسکو نہ رسول نے صدیق کہا نہ خود اوسنے دعوی کیا۔ بلکہ زمانہ معویہ سے ان سب کی افترا پردازی شروع ہوئی مگر ابن حجر گمان کرتے ہین کہ صبح شب معراج سے اسکی ابتدا ہوئی جسکی غلطی بیان ہو چکی۔ کیونکہ اگر یہ لقب رسول اللہ نے انکو عطا کیا تھا تو پھر یہ کیونکر فرماتے صدیق تین ہین ایک حبیب نجار دوسرے حزقیل اور تیسرے علی اور یہ

نسب نامہ ابوبکر

افضل ہین ادن سے۔

نسب نامہ ابوبکر بہرحال ابن حجر اسکے بعد لکھتے ہین نسب اون کا اس طرح ہے عبداللہ (ابوبکر) بن عثمانؓ (ابو قحافہ) بن عامرؓ بن عمرؓ بن کعبؓ۔ بن سعدؓ۔ بن تیمؓ۔ بن مرؓ بن کعبؓ بن لوی بن غالب کہ وہ یہین حضرت کے نسب ہین جاکر ملتے ہین (اسی وجہ سے یہ لوگ بنی تیم کہلاتے ہین۔

یہانتک ابن حجر کی شرح کے متعلق تحقیقات تھی اب اصل بخاری کی شرح ملاحظہ ہو۔

قولہ و قول اللہ عز و جل للفقراء المھاجرین الایہ اقول اس جملہ کا معطوف علیہ نہین معلوم ہوتا کہ آخر یہ جملہ کس پر معطوف ہے کیونکہ اصل عبارت یون ہے باب مناقب المھاجرین و فضلھم منھم ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ و قول اللہ عز و جل للفقراء المھاجرین و قال اللہ تعالیٰ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ الایہ۔

قسطلانی مین ہے جو عطفاً علی سابقہ او رفع ص۲۶

یعنی قول اللہ کو یا جر ہے بنابر عطف سابق پر یا رفع ہے۔ مگر افسوس کہ منھم عبداللہ بن ابی قحافہ نے بیچ مین آکر دونون کو غارت کردیا کیونکہ سابق تو فضلھم ہے جو مجرور ہے اوسپر عطف ہونا بعد منھم ابوبکر بے لطف ہے۔ اور رفع کی کوئی وجہ نہین۔ صحیح یون ہے قال اللہ للفقراء المھاجرین و قال اللہ الا تنصروہ مگر بخاری کا ہر قول صحیح مانا جاتا ہے تو اسکا کیا علاج ہے عمدۃ القاری مین ہے ص۵۸۸

و قول اللہ بالجر عطفاً علی قولہ مناقب المھاجرین المجرور باضافۃ الباب الیہ و علی قول ابی ذر و قول اللہ بالرفع لانہ عطف علی لفظ المناقب المرفوع علی خبر مبتدء محذوف ای ھذہ مناقب المھاجرین۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک روایت مین باب مناقب المھاجرین ہے تو اس بنا پر قول اللہ کو جر ہوگا اور ایک روایت مین لفظ مناقب نہین ہے بلکہ مناقب المھاجرین ہے کہ خبر ہے مبتدا محذوف ھذہ کی۔ مگر افسوس اسپر نہ خیال کیا کہ منھم ابوبکر کے بعد قول اللہ کا عطف فضلھم پر کیسا لغو ہے اور پھر اوسکے بعد قال اللہ الا تنصروہ کیسا۔ اصل یہ ہے کہ

بخاری بیچارہ اہل عرب سے نہ تھے۔ پھر عربی حیثیت سے جو غلطی نہ کریں کم ہی کیونکہ منہم ابوبکر کے بعد تو جو سلسلہ عطف ہوگا وہ اسی پر نہ افضلیہم پر۔

بہرحال فتح الباری میں ہو واستاد المصنف بہذہ الآیۃ الی ثبوت فضل المہاجرین لما اشتملت علیہ من اوصافہم الجمیلۃ وشہادۃ اللّٰہ لہم بالصدق۔

یعنی اس آیہ سے اشارہ ہے اس طرف کہ فضل مہاجرین ثابت ہے کیونکہ اس آیہ میں اون کے اوصاف جمیلہ کا بیان ہے اور خدا کی شہادت بالصدق۔ مگر اس طرف نہ خیال گیا کہ دعوے ہے خاص کا منہم ابوبکر۔ اور دلیل ہے عام۔ پھر اس سے دعوی خاص کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

بہرحال یہ آیہ سورہ حشر میں ہے للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا وینصرون اللّٰہ ورسولہ اولئک ہم الصادقون۔

اور اون فقیر مہاجرین کیلئے جو اپنے گھرون اور مالون سے نکالے گئے چاہتے ہین فضل خدا کو اور رضوان کو اور مدد کرتے ہین اللہ اور اوسکے رسول کی وہی لوگ صادقون ہین۔

مگر نہ معلوم اس آیہ سے کیا فائدہ اونکو ملا کیونکہ اگر فضل مہاجرین عموماً ثابت کرنا تھا تو اوسکی بہت سی آیتین ہین والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا ذلک الفوز العظیم۔

یعنی جو لوگ مہاجرین و انصار مین سبقت کرنے والے ہین ایمان مین اور جنھون نے نیکوکاری کے ساتھ اونکی پیروی کی خدا اون سے راضی ہوا اور وہ لوگ خدا سے راضی ہوے اور اونکے لئے ایسی جنتین طیار کین کہ نیچے اونکے نہرین جاری ہین جس مین وہ ہمیشہ رہینگے اور یہ فوز عظیم ہے۔

اس آیہ مین مہاجرین اور نیز انصار دونون کی اعلی درجہ کی فضیلت ہے پھر اس

آیہ کو اور اوسکے امثال دیگر آیات کو چھوڑ کر ایسے آیہ کو لانا جس سے کچھ زیادہ فضیلت نہ نکلے عقلمندی نہین تو کیا ہے۔

ثانیاً یہ آیہ ایسا ہے کہ ابوبکر کو اوس سے کوئی تعلق نہین کیونکہ وہ بہ اتفاق اہلسنت مالدار بدر جہا مالدار تھے اور فقر کچھ صفت ممدوح نہین ہے اسی وجہ سے رسول اللہ کو خارج کیا ہے قسطلانی مین ہے۔ قال فی انوار بدل من لذی القربی وما عطف علیہ لان الرسول لا یسمی فقیرا ومن ذلک لان اللہ تعالیٰ رفع منزلتہ عن ان یسمیہ فقیرا وقولہ الشیطان یعدکم الفقر دلیل علی ان الفقر مذموم والفقر اربعۃ اشیاء فقر الحسنات فی الاخرۃ وفقر القناعۃ فی الدنیا وفقر المقتنی وفقرھما والغنی بحسبہ فمن فقد القناعۃ والمقتنی فھو الفقیر المطلق علی سبیل الذم ومن فقد القناعۃ دون القنیۃ فھو الغنی بالمجاز الفقیر بالحقیقۃ ومن فقد القنیۃ دون القناعۃ فانہ یقال لہ فقیر وغنی ص۲۶ جلد ۷

یعنی للفقراء بدل واقع ہوا ہے لذی القربی سے اور اوس سے جسپر عطف کیا گیا ہے دراصل آیہ پہلے اس طرح ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب جو کچھ مال خدا نے دہات والون سے اپنے رسول کو دلوایا ہے۔ وہ خدا۔ رسول۔ ذی القربی۔ یتامی۔ مساکین۔ کیلئے ہے۔ تاکہ دولتمندون کے ہاتھون مین نہ پھرتا رہے اور جو کچھ رسول تمکو دین اوسکو لو۔ اور جس سے منع کرین اوس سے باز رہو اور خدا سے ڈرو کہ وہ شدید العقاب ہے۔ اسی آیہ مین جو لذی القربی ہے اوسی سے اس آیہ مین جو للفقراء المہاجرین ہے وہ بدل واقع ہوا ہے کیونکہ رسول کو فقیر نہین کہہ سکتے۔ اور یہ اسلیے کہ خدا نے حضرت کی منزلت کو اس سے بلند کیا ہے کہ آپکو فقیر کہے کیونکہ الشیطان

یعد کم الفقر کہ شیطان وعدہ کرتا ہے تمکو فقر کا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ فقر مذموم ہے۔ اور فقر چار طرح کا ہوتا ہے۔ ایک فقر حسنات آخرۃ مین۔ دوسرے فقر قناعۃ دنیا مین تیسرے فقر مفتنی (مال جمع کرنا) چوتھے فقر قناعۃ اور فقر مفتنی دونون۔ اور غنا (تونگری) بھی اوسی حساب سے ہے۔ توجسکو قناعۃ اور جمع مال دونون نہو وہ فقیر مطلق ہی بسبیل مذموم۔ اور جس کو قناعۃ نہین ہے اگرچہ مال جمع ہو۔ وہ مجازاً غنی ہی اور فقیر ہے حقیقۃ۔ اور جسکے پاس مال نہین ہے مگر قناعت ہے تو اوسکو فقیر و غنی دونون کہینگے۔

پس جب رسول اللہ کو فقیر نہین کہہ سکتے۔ اور فقر صفت مذموم ہے تو نہ معلوم بخاری نے اس آیہ کو ذکر فضائل و مناقب ابوبکر مین کیون ذکر کیا حالانکہ انکی مالداری اور تونگری اہل سنت کے یہان ایسی مسلم ہے کہ نہ معلوم پچاس لاکھ یا ساٹھ لاکھ انھون نے خرچ کیا۔ اگرچہ بوقت ہجرت دوسو کا اونٹ نو سو پہ بیچا ہو۔ بلکہ اہلسنت تو یہ بھی کہتے ہین مسجد رسول کی قیمت بھی مال ابوبکر سے دی گئی تھی۔ پھر اوسکے حق مین ایسا آیہ لانا جس سے اونکو کوئی تعلق ہی نہو۔ کس درجہ کی عقلمندی ہے کیونکہ جب رسول پر اس لفظ کا اطلاق جائز نہین تو ابوبکر پر بدرجہ اولی نہ جائز ہوگا کیونکہ بروایت بخاری حضرت کو جسقدر مال ابوبکر سے نفع پہونچا اوتنا کسی مال سے نہین پہونچا جیسا کہ حدیث دوم مین آئیگا۔

افسوس اہلسنت عموماً اور بخاری خصوصاً اثبات فضائل ابوبکر مین ایسا محتاج ہین کہ بجز دلیل عام کے کوئی دلیل خاص نہین لا سکتے۔ اور دلیل عام بھی وہ لاتے ہین جس سے اونکی مذمت ہی نکلے کیونکہ آپنے اسی آیہ کو دیکھ لیا کہ فقر کچھ صفت ممدوح نہین ہے بلکہ مذموم ہے۔ پھر اوس آیہ سے فضیلت ابوبکر ثابت کرنا بالکل داد حماقت دینا ہے۔ جبکہ اوس سے صریحی مذمت نکلتی ہے بخلاف اوس آیہ کے جسکو ہمنے لکھا کہ وہ ان معائب سے پاک ہے۔

یہ آیہ منسوخ ہی اب دوسرا طرہ سنیے کہ یہ آیہ منسوخ ہو جس سے اور بھی کسی طرح استدلال نہین صحیح ہو سکتا کیونکہ تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے۔

واخرج عبد بن حمید عن قتادہ ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری ہذہ

وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل قال کان لمن بین ھولاء فنسخت الآیة التی فی الانفال فقال واعلموا ان ماغنمتم من شیء فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل فنسخت ھذہ الآیة ماکان قبلھا فی سورۃ الحشر فجعل الخمس لمن کان لہ الفیٔ وصار مابقی من الغنیمة لسائر الناس لمن قاتل علیھا

صـ ۱۹۳ جلد ۲

یعنی آیہ واعلموا انما غنمتم نے جو سورہ انفال میں ہے اس آیہ کو منسوخ کر دیا جو سورہ حشر میں ہے۔ پھر آیہ منسوخہ سے استدلال بخاری اگر دلیل عقلمندی نہیں تو کیا ہے۔

نئی تحریف قرآن میں تفسیر درمنثور میں ہے واخرج ابن الانباری فی المصاحف عن الاعمش قال لیس بین مصحف عبداللہ وزید بن ثابت خلاف فی حلال وحرام الا فی حرفین فی سورۃ الانفال واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والمھاجرین فی سبیل اللہ وفی سورۃ الحشر ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ صـ ۱۷۹ جلد ۲

یعنی امام اعمش فرماتے ہیں کہ مصحف عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت میں کوئی ایسا خلاف نہیں ہے جسکا اثر حلال وحرام پر پڑے (کہ اس تحریف کی وجہ سے احکام خدا میں فرق پڑے) مگر دو حرفوں میں سورہ انفال اور سورہ حشر کے مصحف عبداللہ بن مسعود میں والمھاجرین فی سبیل اللہ تھا سورہ حشر اور سورہ انفال دونوں میں۔ مگر مروج قرآن میں یہ نہیں ہے جو زید بن ثابت کا لکھا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا نے مہاجرین کا حصہ بھی مثل یتامی ومساکین علیحدہ مقرر کیا تھا۔ مگر مصحف زید بن ثابت میں وہ نکال دیا جس سے ان کا حصہ خاص ساقط ہو گیا۔ کیا اب بھی سنت نہ اقرار کرینگے کہ قرآن میں ایسی تحریف ہوئی جس سے حلال وحرام میں فرق

آئیہ -

بہرحال یہ آیہ بنص ابن حجر فضل مہاجرین اولین میں ہے جو عام ہے اور عام فضائل مہاجرین سے انکار نہیں مگر اس سے کوئی فائدہ ابوبکر کو خاص نہیں ہے -

قولہ وقال اللہ تعالی الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اقول یہ دوسرا آیہ بخاری یہان لائے ہین جسپر ابن حجر لکھتے ہین واشار المصنف بھا الی ثبوت فضل الانصار فانھم امتثلوا الامر فی نصرہ وکان نصر اللہ لہ فی حال التوجہ الی المدینۃ بحفظہ من اذی المشرکین الذین اتبعوہ لیردوہ عن مقصدہ وفی الآیۃ ایضا فضل ابی بکر الصدیق لانہ انفرد بھذہ المنقبۃ حیث صاحب رسول اللہ فی تلک السفرۃ ووقاہ بنفسہ کما سیاتی وشہد اللہ لہ فیھا بانہ صاحب نبیہ -

یعنی اس آیہ سے بخاری نے فضل انصار کی طرف اشارہ کیا کیونکہ اونھون نے امتثال کیا حضرت کی نصرت مین - اور خدا کی نصرت اس حالت مین کہ توجہ کیا طرف مدینے کے تھی یہ تھا کہ محفوظ رکھا ایذا مشرکین سے جنھون نے آپکا پیچھا کیا تھا کہ آپکے مقصد سے روکین - اور نیز اس آیہ مین فضل ابوبکر ہے کیونکہ وہی منفرد ہوے اس منقبت کے ساتھ کہ صاحبت کی اس سفر مین اور آپکی جان بچائی اپنی نفس سے جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا اور خدا نے شہادت دی کہ وہ صاحب رسول ہین -

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مقصود اصلی اس آیہ کا ذکر فضائل ومناقب انصار ہے - مگر جب یہ باب فضل مہاجرین کیلئے مخصوص تھا تو فضل انصار کی یہان کیا ضرورت تھی - اور اگر ضرورت تھی تو اوس آیہ کو کیون نہ لکھا جسے ہمنے لکھا ہے کہ یہی آیہ مین فضیلت مہاجرین وانصار دونون ہے اور حقیقت مین اوس آیہ سے بڑھکر کوئی آیہ فضیلت مہاجرین وانصار مین نہین ہے -

ثانیا یہ تینون آیتین سورہ برارۃ کی جو بطور عتاب آئی ہین یا ایھا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا

اسکے عبارت اور لفظ صحابہ مہاجرین وانصار

من الاخرة فما متاع الحيوة الدنيا فى الاخرة الا قليل ٭ الا تنفروا يعذبكم عذابا اليما ويستبدل قوما غيركم ولا تضروه شيئا والله على كل شىء قدير ٭ الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذ هما فى الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته عليه وايده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هى العليا والله عزيز حكيم -

یعنی اے ایمان والو کیا ہو گیا ہے تمکو کہ جب کہا جاتا ہے کوچ کرو خدا کی راہ مین تو زمین پر بوجھل ہو کر گرے پڑتے ہو کیا آخرت کی نعمتون کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہوتے ہو حالانکہ زندگی کے فائدے آخرت کے مقابلہ مین بہت کم ہین ٭ اگر تم جہاد کیلئے نہ نکلو گے تو خدا تمکو عذاب الیم کریگا اور تمھارے بدلے دوسری قوم پیدا کریگا اور تم کچھ اوسکو ضرر نہین پہونچا سکتے اور اللہ ہر شی پر قادر ہے ٭ اگر تم رسول اللہ کی مدد نہ کروگے تو خدا نے اوسکی نصرت کی جبکہ اوسکو نکالا کافرون نے کہ وہ دوسرا تھا دو کا جس وقت وہ دونون غار مین تھے تو اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کھا کہ ضرور خدا ہمارے ساتھ ہے پس خدا نے اپنی تسکین نازل کی او سپر اور اوسکی ایسے لشکرون سے مدد کی کہ تمنے نہ دیکھا اور کافرون کے کلمہ کو پست کیا اور خدا ہی کا کلمہ بلند ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے -

ان آیات سے کون عقلمند یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ خدا نے اسمین مہاجرین یا انصار کی کسی طرح مدح کی ہو۔ بلکہ انتہا درجہ کی اونکی مذمت ہے کہ وہ ایسے سرکش اور متمرد اور کاہل تھے کہ جب اون سے جہاد کیلئے کوچ کرنے کو کہا جاتا تو وہ زمین پر بوجھل ہو کر گر پڑتے اور آخرت کے مقابلہ مین اسی زندگانی دنیا کو پسند کرتے جسپر خدا عتاب کرتا ہے۔

یہانتک اونپر ناراضی ظاہر کرتا ہے کہ اگر وہ لوگ جہاد کیلئے نہ نکلینگے تو خدا اونکو نیست و نابود کرکے دوسری قوم پیدا کریگا اور فرماتا ہے کہ خدا کو کسی طرح کا ضرر نہ پہونچا سکینگے -

آخری آیہ اس عتاب کا یہ ہے جس مین خدا فرماتا ہے جب کسی طرح تمنے اوسکی نصرت نہ کی تو خدا نے اوسکی نصرت ایسی حالت مین کی کہ اوسکو کافرون نے نکال دیا تھا وہ غار مین دو کا

ایک تھا۔ وہ غار والا ساتھی بھی رو رو کر پریشان کر رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ غم نہ کھا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس آیہ کو دیکھکر کون کہہ سکتا ہے کہ اس مین کسی طرح کی مدح ہے

تفسیر کبیر مین ہے صفحہ ۲۳۲ جلد ۴

ذکر فی الاٰیۃ الاولیٰ انھم لو لم ینفروا بالستنفاذہ ولو لم یشتغلوا بنصرتہ فان اللّٰہ ینصرہ بدلیل ان اللّٰہ نصرہ وقواہ حال ما لم یکن معہ الا رجل فھھنا اولیٰ۔

یعنی پہلے آیہ مین خدا نے ذکر کیا ہے کہ وہ صحابہ حضرت کے حکم سے گھر سے نہ نکلے اور آپکی نصرت مین نہ مشغول ہوے۔ تو خدا نے آپکی نصرت کی اور قوت دی اوس حال مین کہ بجز ایک شخص کے کوئی نہ تھا تو دوسرے حال مین اون کا مدد کرنا زیادہ اولی ہے۔

تو کیا ابن حجر کے خیال مین صحابہ کا حضرت کی نصرت اور امداد کو نہ نکلنا دلیل مدح ہے جو کہتے ہین اس آیہ مین انصار کی مدح ہے اور اونھون نے امتثال امر کیا۔

پھر خود ہی لکھتے ہین خدا نے راہ مین حفاظت کی شر مشرکین سے گروہ آپکو روکنا چاہتے تھے تو کیا یہان بھی یہی کہا جائیگا کہ انصار نے مدد کی یا ابوبکر نے جو خود رو رو کر حضرت کے حواس کی پریشانی کا سامان کر رہے تھے۔

بڑا فخر انکو اسپر ہے کہ خدا نے ثانی اثنین فرمایا تفسیر کبیر مین ہے وتفسیر قولہ ثانی اثنین سبق فی قولہ ثالث ثلاثۃ وتحقیق القول انہ اذا حضر اثنان فکل واحد منھما یکون ثانیا فی ذلک الاثنین للاٰخر فلھذا السبب قالوا یقال فلان ثانی اثنین ای ھو احدھما صفحہ ۲۳۲

یعنی خدا نے جو یہان ثانی اثنین فرمایا ہے تو اوسکی تفسیر ثالث ثلاثۃ مین گذر چکی اور تحقیق یہ ہے کہ جب دو شخص ایک جگہ جمع ہون تو ہر ایک ایک کا دوسرا ہے اسی سبب سے کہا جاتا ہے فلان ثانی اثنین ہے یعنی دو مین سے ایک ہے۔ پھر اس مین کونسا شرف ہے کیونکہ یہ تو ایک عام محاورہ ہے اگر اس مین شرف ابوبکر ہے تو پھر معاذ اللہ قول رسول ماظنک باثنین اللّٰہ ثالثھما مین معاذ اللہ خدا کی توہین ہوتی ہے کہ حضرت فرماتے

ہین کیا گمان ہے تیرا اون دو شخصون کے نسبت جس کا تیسرا خدا ہے نہ اسمین حضرت حد
کو تیسرا فرماتے ہین تو وہ کیا ابوبکر سے بھی گیا گذرا ہے کہ اوسکا تیسرا نہر قرار پایا ۔

بہرحال پہلا دعوی ابن حجر کہ اس مین فضیلت الصاد ہے ۔ وہ تو صریح الفاظ آیہ سے باطل ہوا کیونکہ خداوند عالم اونکے نہ نصرت کرنے کو بیان فرماتا ہے نہ نصرت کو تو شاید ابن حجر نے اشتراک لفظ نصرت سے یہ نتیجہ نکالا ہو ۔

دوسرا دعوی یہ کیا کہ وفی الایتہ ایضاً فضل ابی بکر مگر افسوس یہ دعوی بھی ویسا ہی لغو ہے کیونکہ صرف ابوبکر ہی اس رازداری مین نہ تھے عامر بن فہیرہ عبد اللہ بن ابوبکر عبد اللہ بن اریقط جو مشرک تھا اس رازداری مین سب شریک تھے حالانکہ یہ دونون کافر تھے اور چونکہ آیندہ مذکور ہوگا کہ ابوبکر حضرت کی رائے اور مشورہ یا آپکے حکم سے نہین شریک ہوئے تھے لہذا کوئی فضیلت نہ رہی بلکہ مصداق ومن یعص اللہ ورسولہ وہ عاصی ہوئے ۔

تیسرا دعوی یہ کیا شہد اللہ بانہ صاحب نبیہ کہ خدا نے اسکی گواہی دی کہ وہ رسول اللہ ص کے صاحب تھے ۔ مگر افسوس یہ ایسا مغالطہ ہے کہ ہم نہین سمجھتے کوئی صاحب علم کیونکر ایسا دعوی کرسکتا ہے کیونکہ اگر صاحب کہنے سے کوئی عزت ہوسکتی ہے تو پھر والد یا ولد یا بھائی کہنے سے تو چاہیے کہ ایسی عزت ہو کہ پھر اوسکی مغفرت یقینی ہو ۔ حالانکہ قرآن مین ہے واذ قال ابراہیم لابیہ آزر اتتخذ اصناماً الہۃ انی اراک وقومک فی ضلال مبین (انعام)

اطلاق صاحب

ایسی صدہا آیات ہین جنمین کفار کو بھائی یا بیٹا یا باپ سے خطاب کیا گیا ہے ۔
اگر خداوند عالم نے یہان ابوبکر کو یہ شرف دیا ہے واذ قال لصاحبہ فرمایا ۔ تو کفار کو بھی یہ شرف دیا ہے ما بصاحبکم من جنۃ سورہ سبا کہ تمھارے صاحب کو جنون نہین ہے ۔ اب بتایئے ابوبکر کا درجہ بڑھا ان کفار کا کیونکہ وہ تو اس قابل بھی نہ تھے کہ خطاب کیا جائے اسلئے بضمیر غائب لائے گئے ۔ بخلاف کفار کہ خود خداوند عالم اون سے خطاب فرماتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

پھر سورہ النجم مین فرماتا ہے والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی قسم ستارون کی جب چھپ جائین کہ تمھارا صاحب نہ گمراہ ہوا نہ بھولا پس بقول ابن حجر خدا نے ابوبکر کے صحابیت کی شہادت دی ہے۔ تو اوس سے بڑھکر ان کفار کے صحابیت کی بھی گواہی دی ہے۔ کیونکہ یہان بطور حکایت ہے کہ رسول اپنے صاحب سے یہ کہہ رہے تھے نہ یہ کہ خود خدا نے اون کو صاحب کہا ہو۔ اور اگر ضمیر لصاحبہ غار کی طرف پھیری جائے کہ وہ حضرت غار کے صاحب سے کہہ رہے تھے تو اور بھی مزہ ہو کیونکہ قصہ حضرت یوسف مین ہے یا صاحبی السجن اے دونون ساتھی میرے قیدخانہ کے تو جس طرح وہان کوئی عزت اون رفیقون کی نہوئی اوسی طرح یہان بھی کیونکہ یہ تو صاحب غار تھے نہ مصاحب رسول اللہؐ۔

تحقیقات فخر رازی یہان آپکے امام فخرالدین رازی نے بڑا شور و غل مچایا ہے چنانچہ تفسیر کبیر مین لکھتے ہین والوجہ السادس انہ تع وصف ابابکر بکونہ صاحبا للرسول وذلک یدل علی کمال الفضل قال الحسین بن فضل البجلی من انکر ان یکون ابوبکر صاحب رسول اللہ کان کافرا لان الامۃ مجمعۃ علی ان المراد من قولہ اذ یقول لصاحبہ ھو ابوبکر وذلک یدل علی ان اللہ تع وصفہ بکونہ صاحبا لہ اعترضوا وقالوا ان اللہ تع وصف الکافر بکونہ صاحبا للمؤمن وھو قولہ قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب والجواب ان ھناک وان وصفہ بکونہ صاحبا لہ ذکر الا انہ اردفہ بما یدل علی الاھانۃ والاذلال وھو قولہ اکفرت اما ھھنا فبعد ان وصفہ بکونہ صاحبا لہ ذکر ما یدل علی الاجلال والتعظیم وھو قولہ لا تحزن ان اللہ معنا فای مناسبۃ بین البابین لولا فرط العداوۃ ص۴۳۵ جلد۴

یعنی خدا نے ابوبکر کو صاحب رسول کہا ہے اور یہ دلیل ہے اونکے کمال فضل کی حسین بن فضل بجلی کہتے ہین کہ جو صحابیت رسول کا منکر ہو کافر ہے کیونکہ امت کا اس

اجماع ہے کہ مراد لصاحبہ سے ابوبکر ہیں اور یہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ خدا نے انکو رسول اللہ کا صاحب کہا۔

اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ خدا نے کافر کو بھی مومن کا صاحب کہا ہے جیسا کہ آیہ قال لہ صاحبہ میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہاں بھی خدا نے کافر کو صاحب کہا مگر بطور ذکر۔ مگر اوسکے ساتھ وہ الفاظ بھی لایا ہے جو دلالت کرتا ہے اہانت اور تذلیل پر کیونکہ اسکے بعد اکفرت کہا بخلاف یہاں کے کہ صاحب کہنے کے بعد وہ لفظ کہا جس سے اجلال و تعظیم نمایاں ہے کہ خدا کہتا ہے لاتحزن ان اللہ معنا۔ پھر دونوں میں کونسی مناسبت ہے اگر فرط عداوت نہو۔

اقول مگر افسوس امام صاحب ایسا فلسفی منطقی یہ تقریر کرے تو کیا کہا جائے کیونکہ آپ کی بحث صرف لفظ صاحب سے تھی کہ اس سے ابوبکر کی فضیلت نکلتی ہے اسی کا وہ جواب دیا گیا کہ اگر محض لفظ صاحب کہنے سے کوئی فضیلت نکلتی ہے تو وہ کافر بھی صاحب فضیلت ہوتا ہے جسکا ذکر آیہ قال لہ صاحبہ میں ہے۔ تو جس طرح منکر صحابیت ابوبکر کافر ہے اوسی طرح منکر صحابیت کافر مذکور ہے اور نیز لوں کفار کی صحابیت کا جو صاحب علم میں مقصود میں کافر ہے۔ تو اگر لفظ صاحب کو کسی طرح فضیلت میں دخل ہے تو ہر جگہ ہونا چاہیئے۔

رہا یہ کہ خدا نے وہاں وہ کلمہ فرمایا جس سے اہانت و اذلال اوس کافر کا ثابت ہوتا ہے تو مسلم ہے کہ وہ کافر ہے۔ مگر یہاں بھی تو فضل خدا سے وہی اہانت و اذلال ہے کیونکہ لاتحزن فرمایا اور سبکو معلوم ہے کہ نہی امر منکر سے ہوتی ہے جس سے تو یہ بھی معلوم ہے کہ مدار کفر نافرمانی پر ہے پھر یہاں کے صاحبہ میں اور وہاں کے صاحبہ میں بحیثیت القرآن کوئی فرق نہیں رہا۔

سبحان اللہ کیا اچھا استدلال ہے کہ دعوی فضیلت تو کیا جاتا ہے قرآن سے اور دلیل لی جاتی ہے۔ اجماع سے اب یہ معلوم حکم کفر قرآن کی رو سے ہے یا اجماع سے کیونکہ یہ تو یقین معلوم ہوا قرآن سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ مصداق لصاحبہ ابوبکر تھے۔

اگرچہ یہ مقام اس بحث کا نہ تھا مگر ہم نے صرف تشحیذ الاذہان سے اس بحث کو لکھ دیا کہ معلوم ہو سہ این خانہ تمام آفتابست۔ جب فخر رازی ایسے محقق بلکہ امام کا یہ حال ہے تو ابن حجر کا کیا حال ہوگا۔

قولہ وقالت عائشہ وابو سعید وابن عباس کان ابوبکر مع النبی فی الغار

اقول یعنی عائشہ نے کہا اور ابن عباس نے اور ابو سعید نے کہ رسول اللہ کے ساتھ ابوبکر تھے غار مین۔ اس مین نہ کوئی حدیث متصل ہے نہ مرفوع بلکہ قول عائشہ وابن عباس وابو سعید ہے وہ بھی بلا سند کہ بخاری تک یہ حدیث کیونکر پہونچی اسکے جواب مین ابن حجر کہتے ہین کہ حدیث عائشہ تو مفصلاً باب الہجرۃ مین آئیگی۔ مگر حدیث ابو سعید کا کہین پتہ صحیح بخاری مین نہین ہے بلکہ ابن حبان نے اپنی صحیح مین لکھا ہے جسکا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ حضرت نے فرمایا انت اخی وصاحبی فی الغار۔ پھر بتایئے یہ حدیث صحیح کیونکر ہوئی جبکہ بخاری نے کوئی سند اوسکی نہ لکھی۔ تیسری حدیث ابن عباس کے نسبت لکھتے ہین کہ تفسیر سورہ برائت مین ہے قصہ ابن عباس مین ابن الزبیر کے ساتھ کہ ابن عباس نے کہا واما جدہ فصاحب الغار کہ ابن الزبیر کے نانا صاحب غار ہین۔

اب ہم اگر کل روایات کی تنقید کرین تو ناحق طول ہوتا ہے۔ لہذا صرف حدیث عائشہ کو دیکھتے ہین جسے بخاری نے باب الہجرۃ مین لکھا ہے اور ابن حجر نے کہا ہے حدیث عائشۃ یاتی مطولاً فی باب الہجرۃ الی المدینۃ کہ باب الہجرۃ مین پوری طولانی حدیث آتی ہے۔

وہ حدیث حسب ذیل ہے حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل قال ابن شہاب فاخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ زوج النبی م قالت لم اعقل ابوی قط الا وہما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیہ رسول اللہ صلی اللہ طرفی النہار بکرۃ وعشیۃ فلما ابتلی المسلمون خرج ابوبکر مہاجرا نحو ارض الحبشۃ حتی بلغ برک الغماد لقیہ ابن الدغنۃ وہو سید القارۃ فقال این ترید یا ابابکر فقال ابوبکر اخرجنی قومی ...

ان اسیح فی الارض واعبد ربی فقال ابن الدغنة فان مثلک یا ابابکر لا
یخرج ولا تخرج انک تکسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضیف
وتعین علی نوائب الحق فانا لک جار ارجع واعبد ربک ببلدک فرجع وارتحل معہ
ابن الدغنة فطاف ابن الدغنة عشیة فی اشراف قریش فقال لہم ان ابابکر
لا یخرج مثلہ ولا یخرج اتخرجون رجلا یکسب المعدوم ویصل الرحم ویحمل الکل و
یقری الضیف ویعین علی نوائب الحق فلم تکذب قریش بجوار ابن الدغنة و
قالوا لابن الدغنة مر ابابکر فلیعبد ربہ فی دارہ فلیصل فیہا ولیقرأ ما شاء
ولا یوذینا بذلک ولا یستعلن بہ فانا نخشی ان یفتن نساءنا وابناءنا فقال
ذلک ابن الدغنة لابی بکر فلبث ابوبکر بذلک یعبد ربہ فی دارہ ولا یستعلن
بصلاتہ ولا یقرء فی غیر دارہ ثم بدا لابی بکر فابتنی مسجدا بفناء دارہ وکان
یصلی فیہ ویقرأ القرآن فینقذف علیہ نساء المشرکین وابناؤہم وہم یعجبون
منہ وینظرون الیہ وکان ابوبکر رجلا بکاء لا یملک عینیہ اذا قرء القرآن فافزع
ذلک اشراف قریش من المشرکین فارسلوا الی ابن الدغنة فقدم علیہم
فقالوا انا کنا اجرنا ابابکر بجوارک علی ان یعبد ربہ فی دارہ فقد جاوز ذلک
فابتنی مسجدا بفناء دارہ فاعلن بالصلاة والقراءة فیہ وانا قد خشینا ان
یفتن نساءنا وابناءنا فانہہ فان احب ان یقتصر علی ان یعبد ربہ فی دارہ فعل
وان ابی الا ان یعلن بذلک فسلہ ان یرد الیک ذمتک فانا قد کرہنا ان
نخفرک ولسنا مقرین لابی بکر فانی ارد الیک جوارک وارضی بجوار اللہ عز
وجل والنبی ص یومئذ بمکة فقال النبی ص للمسلمین انی اریت دار ہجرتکم ذات
نخل بین لابتین وہما الحرتان فہاجر من ہاجر قبل المدینة ورجع عامة من
کان ہاجر بارض الحبشة الی المدینة وتجہز ابوبکر قبل المدینة فقال لہ رسول
اللہ ص علی رسلک فانی ارجو ان یوذن لی فقال ابوبکر وہل ترجو ذلک بابی
انت قال نعم فحبس ابوبکر نفسہ علی رسول اللہ ص لیصحبہ وعلف راحلتین

ص ۸۱ سطر ۱۰ قالت عائشة فاتی ابن الدغنة الی ابی بکر فقال قد علمت الذی عاقدت لک علیہ فاما ان تقتصر علی ذلک واما ان ترجع الی ذمتی فانی لا احب ان تسمع العرب انی اخفرت فی رجل عقدت لہ فقال ابوبکر

کانتا عندہ ورق السمر وھو الخبط اربعۃ اشھر قال ابن شہاب قال عروہ
قالت عائشۃ فبینما نحن یوما جلوس فی بیت ابی بکر فی نحو الظہیرۃ قال قائل
لابی بکر ھذا رسول اللہ صلعم متقنعا فی ساعۃ لم یکن یاتینا فیھا فقال ابو بکر فدی
لہ ابی وامی واللہ ماجاء بہ فی ھذہ الساعۃ الا امر قالت فجاء رسول اللہ صلعم
فاستاذن فاذن لہ فدخل فقال النبی لابی بکر اخرج من عندک فقال ابو بکر
انما ھم اھلک بابی انت یارسول اللہ صلعم قال فانی قد اذن لی فی الخروج فقال
ابو بکر الصحابۃ بابی انت یارسول اللہ صلعم نعم قال ابو بکر فخذ بابی انت یارسول
اللہ احدی راحلتی ھاتین قال رسول اللہ صلعم بالثمن قالت عائشۃ فجھزناھما
احث الجھاز وصنعنا لھما سفرۃ فی جراب فقطعت اسماء بنت ابی بکر قطعۃ
من نطاقھا فربطت بہ علی فم الجراب فبذلک سمیت ذات النطاق قالت
ثم لحق رسول اللہ صلعم وابو بکر بغار فی جبل ثور فکمنا فیہ ثلاث لیال یبیت عندھما
عبد اللہ بن ابی بکر وھو غلام شاب ثقف لقن فیدلج من عندھما بسحر فیصبح
مع قریش بمکۃ کبائت فلا یسمع امرا یکتادان بہ الا وعاہ حتی یاتیھما بخبر ذلک
حین یختلط الظلام ویرعی علیھما عامر بن فہیرہ مولی ابی بکر منحۃ من غنم
فیریحھا علیھما حین تذھب ساعۃ من العشاء فیبیتان فی رسل و
ھو لبن منحتھما ورضیفھما حتی ینعق بھا عامر بن فہیرہ بغلس یفعل ذلک
فی کل لیلۃ من تلک اللیالی الثلاث واستاجر رسول اللہ صلعم وابو بکر رجلا
من بنی الدیل وھو من بنی عبد بن عدی ھادیا خریتا والخریت الماھر
بالھدایۃ قد غمس حلفا فی آل العاص بن وائل السھمی وھو علی دین
کفار قریش فامناہ فدفعا الیہ راحلتیھما وواعداہ غار ثور بعد ثلاث
لیال براحلتیھما صبح ثلاث وانطلق معھما عامر بن فہیرہ والدلیل فاخذ
بھم طریق السواحل قال ابن شہاب واخبرنی عبد الرحمن بن مالک
المدلجی وھو ابن اخی سراقۃ بن مالک بن جعشم ان اباہ اخبرہ انہ سمع

سراقة بن جعشم يقول جاءنا رسول كفار قريش يجعلون في رسول الله صلعم
وابي بكر دية كل واحد منهما من قتله او اسره فبينما انا جالس في مجلس
من مجالس قومي بني مدلج اقبل رجل منهم حتى قام علينا ونحن جلوس
فقال يا سراقة اني قد رايت آنفا اسودة بالساحل اراها محمدا واصحابه قال
سراقة فعرفت انهم هم فقلت له انهم ليسوا بهم ولكنك رايت فلانا و
فلانا انطلقوا باعيننا يبتغون ضالة لهم ثم لبثت في المجلس ساعة
ثم قمت فدخلت فامرت جاريتي ان تخرج بفرسي وهي من وراء اكمة
فتحبسها علي واخذت رمحي فخرجت به من ظهر البيت فخططت بزجه
الارض وخفضت عاليه حتى اتيت فرسي فركبتها فرفعتها تقرب بي حتى
دنوت منهم فعثرت بي فرسي فخررت عنها فقمت فاهويت بيدي الى
كنانتي فاستخرجت منها الازلام فاستقسمت بها اضرهم ام لا فخرج الذي
اكره فركبت فرسي وعصيت الازلام تقرب بي حتى اذا سمعت قراءة رسول
الله صلعم وهو لا يلتفت وابو بكر يكثر الالتفات ساخت يدا فرسي في الارض حتى
بلغتا الركبتين فخررت عنها ثم زجرتها فنهضت فلم تكد تخرج يديها فلما
استوت قائمة اذا لاثر يديها عثان ساطع في السماء مثل الدخان فاستقسمت
بالازلام فخرج الذي اكره فناديتهم بالامان فوقفوا فركبت فرسي حتى جئتهم
ووقع في نفسي حين لقيت ما لقيت من الحبس عنهم ان سيظهر امر
رسول الله صلعم فقلت له ان قومك قد جعلوا فيك الدية واخبرتهم اخبار
ما يريد الناس بهم وعرضت عليهم الزاد والمتاع فلم يرزاني ولم
يسألاني الا ان قال اخف عنا فسألته ان يكتب لي كتاب امن فامر عامر بن
فهيرة فكتب في رقعة من اديم ثم مضى رسول الله صلعم قال ابن شهاب
فاخبرني عروة بن الزبير ان رسول الله صلعم لقي الزبير في ركب من المسلمين
كانوا تجارا قافلين من الشام فكسا الزبير رسول الله صلعم وابا بكر ثياب

بياض وسمع المسلمون بالمدينة مخرج رسول الله ص من مكة فكانوا يغدون
كل غداة الى الحرة فينتظرونه حتى يردهم حر الظهيرة فانقلبوا يوما
بعد ما اطالوا انتظارهم فلما اووا الى بيوتهم اوفى رجل من يهود على
اطم من اطامهم لامر ينظر اليه فبصر برسول الله ص واصحابه مبيضين يزول
بهم السراب فلم يملك اليهودي ان قال باعلى صوته يا معاشر العرب
هذا جدكم الذي تنتظرون فثار المسلمون الى السلاح فتلقوا رسول
الله ص بظهر الحرة فعدل بهم ذات اليمين حتى نزل بهم في بني عمرو بن
عوف وذلك يوم الاثنين من شهر ربيع الاول فقام ابو بكر للناس وجلس
رسول الله ص صامتا فطفق من جاء من الانصار ممن لم ير رسول الله ص
يحيي ابا بكر حتى اصابت الشمس رسول الله ص فاقبل ابو بكر حتى ظلل عليه بردائه
فعرف الناس رسول الله ص عند ذلك فلبث رسول الله ص في بني عمرو
بن عوف بضع عشرة ليلة واسس المسجد الذي اسس على التقوى
وصلى فيه رسول الله ص ثم ركب راحلته فسار يمشي معه الناس حتى
بركت عند مسجد الرسول ص بالمدينة وهو يصلي فيه يومئذ رجال من
المسلمين وكان مربدا للتمر لسهيل وسهل غلامين يتيمين في حجر
اسعد بن زرارة فقال رسول الله ص حين بركت به راحلته هذا ان شاء الله
المنزل ثم دعا رسول الله ص الغلامين فساومهما بالمربد ليتخذه مسجدا
فقالا لا بل نهبه لك يا رسول الله ص فابى رسول الله ص ان يقبله منهما هبة
حتى ابتاعه منهما ثم بناه مسجدا وطفق رسول الله ص ينقل معهم اللبن في
بنيانه ويقول وهو ينقل اللبن هذا الحمال لا حمال خيبر هذا ابر ربنا
واطهر ويقول اللهم ان الاجر اجر الاخرة فارحم الانصار والمهاجرة فتمثل
بشعر رجل من المسلمين لم يسم لي قال ابن شهاب ولم يبلغنا في الاحاديث
ان رسول الله ص تمثل ببيت شعر تام غير هذا البيت ۔ ص ۵۵۵ جلد ۲

یحیی بن بکیر۔ لیث بن سعد۔ عقیل بن خالد ابن شہاب زہری۔ عروہ بن زبیر۔ عائشہ سے روایت کرتے ہین ہمنے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے مان باپ کو دین کی حالت مین پایا (اسلام کا لفظ حدیث مین نہین ہے) اور کوئی روز ایسا نہین گذرتا کہ صبح شام رسول اللہ صلعم ہمارے یہان نہ آتے ہون۔ جب مسلمانون پر قریش کا تشدد بڑھا (جس زمانہ مین حضرت کو شعب ابوطالب مین نظربند کیا اور آپنے ہجرت حبشہ کی اجازت دی قسطلانی صفحہ ۱۷۲ جلد ۶) تو ابوبکر بھی بقصد ہجرت حبشہ نکلے یہانتک کہ برک غماد تک پہونچے (مقام کا نام ہے جو مکہ سے پانچ روز کی مسافت پر جانب یمن واقع ہے) تو ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی اور وہ سردار قارہ تھے (بنی الہون کا ایک قبیلہ ہے) پوچھا اے ابوبکر کہان جاتے ہو کہا ہماری قوم نے ہمکو نکال دیا تو اب ہمارا ارادہ ہے کہ سیاحت کرین اور خدا کی عبادت کرین (یہی تقیہ ہے لوینڈ کولہ وجہ مقصد کو لانہ کا فوا۔ جس ہمت کا ارادہ تھا وہ نہ کہا کیونکہ وہ کافر تھا۔ کیا اس سے ابوبکر کا تقیہ نہین ثابت ہوا) ابن الدغنہ نے کہا اے ابوبکر تم اس لائق نہین ہو کہ نکالے جاؤ یا نکلو۔ کیونکہ تم نادارون کو دیتے ہو صلہ رحم بجالاتے ہو۔ لوگون کا بار اٹھاتے ہو۔ مہمان داری کرتے ہو۔ اور مصائب مین لوگون کی مدد کرتے ہو (جو صفات رسول اللہ صلعم حضرت خدیجہ نے بیان کئے تھے وہ سب عائشہ نے ابن الدغنہ کی زبانی ابوبکر پر لگا دیا) ہم تمھارے پشت و پناہ ہین تم پھر چلو اور اپنے خدا کی عبادت کرو۔ ابوبکر پھر آئے اور ابن الدغنہ بھی مکہ آیا اور شام کے وقت اشراف قریش کے یہان وہ گیا اور کہا ابوبکر ایسا آدمی نہین ہے کہ نکالا جائے یا نکل جائے۔ قریش نے اس پشت پناہی ابن الدغنہ سے انکار نہین کیا اور کہا ابن الدغنہ سے کہ ابوبکر سے کہو کہ اپنے گھر مین نماز پڑھا کرین مگر ہمکو ایذا نہ دیا کرین نہ ظاہر کیا کرین نہ دوسرے کے گھر مین نماز پڑھین کیونکہ ہمکو خوف ہے کہ ہمارے لڑکے اور عورتین بہک نہ جائین۔ ابن الدغنہ نے ابوبکر سے کہدیا اور ابوبکر نے کچھ روز دن اسکی تعمیل کی (حکم کفار مان لیا) اسکے بعد ابوبکر کی رائے بدل گئی۔ اور اپنے مکان کے سامنے ایک مسجد بنائی جس مین نماز پڑھتے اور تلاوت

قرآن کرتے۔ تو اب عورتین اور لڑکے قریش کے اونپر گرنے لگے اور ابوبکر کی اس حالت سے تعجب کرتے اور دیکھا کرتے اور ابوبکر بڑے رونے والے تھے قرآن جب پڑھتے تو روتے۔ قریش کو اس سے خوف ہوا کہ کہین لڑکے اور عورتین اسلام کی طرف مائل ہوجائین۔ لہذا ابن الدغنہ کو بلوا بھیجا اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ ابن الدغنہ نے آکر ابوبکر سے کہا ہمارے تمھارے جو معاہدہ ہوا وہ تمکو یاد ہے اوسکے مطابق رفتار کرو۔ یا ہم اپنی ذمہ داری سے علحدہ ہوجاتے ہین کیونکہ ہم اسکو نہین پسند کرتے کہ عرب کہین ابن الدغنہ کی ذمہ واری کی توہین ہوئی۔ ابوبکر نے کہا ہم تمھاری پشت پناہی کو واپس کرتے ہین اور خدا کی پشت پناہی پر راضی ہین (یہانتک اس واقعہ کو ہجرت سے کسی قسم کا تعلق نہین ہے)

حضرت اوس زمانہ مین مکہ مین تھے۔ پس حضرت نے مسلمانون سے فرمایا کہ ہمنے تم لوگون کے دار ہجرت کو دیکھا ہے جس مین درخت خرما بہت ہین اور وہ درمیان دو سیاہ پتھرون کے ہے حضرت کے اس کلام سے لوگون نے مدینہ کی ہجرت شروع کی۔ یہانتک کہ جو حبشہ گئے تھے وہ بھی مدینہ آنے لگے۔ ابوبکر نے بھی مدینہ کا سامان کیا حضرت نے روکا اور فرمایا کہ ہمکو بھی امید ہے اجازت ملے ابوبکر نے کہا کیا آپکو بھی اسکی امید ہے حضرت نے فرمایا ہان۔ ابوبکر رک گئے کہ آپکی صحبت مین چلینگے اور جو دو اونٹ اونکے پاس تھے اوسکو گھاس کھلانے لگے چار مہینہ تک۔

ابن شہاب کہتے ہین کہ عروہ کہتے ہین عائشہ نے کہا ہم ایک روز دوپہر کو بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلعم خلاف عادت دوپہر کو آئے اور ابوبکر سے کہا غیر لوگون کو علحدہ کردو۔ ابوبکر نے کہا آپکے اہل کے سوا اور کوئی نہین۔ حضرت نے فرمایا ہمکو بھی اجازت مل گئی کہ کوچ کرین۔ ابوبکر نے کہا ہم کو بھی اپنی رفاقت مین قبول کیجیے حضرت نے کہا اچھا ابوبکر نے کہا ان دونون اونٹون سے ایک اونٹ آپ لے لیجیے حضرت نے فرمایا بقیمت عائشہ کہتی ہین ہم نے سفر کی طیاری کی اور ایک دسترخوان

بنایا جسکو اسماء بنت ابوبکر نے اپنے کمربند سے باندھا اسی وجہ سے وہ ذات النطاقین کہلاتی ہین پھر حضرت اور ابوبکر غار ثور مین پھونچے اور وہان تین شب رہے۔ عبداللہ بن ابی بکر جو تازہ جوان تھے وہ بھی شبکو وہین سویا کرتے اور صبح سویرے واپس آکر قریش مین ملجاتے گویا مکہ ہی مین تھے۔ اور یہان کے دن بھر کی بات وہان پھونچاتے۔

عامر بن فہیرہ غلام ابوبکر بکریان چرایا کرتا اور رات ہونے تک چرایا کرتا اور جاکر دودھ پلا آتا تین شب یہی حالت رہی اوسکے بعد رسول اللہ ص نے اور ابوبکر نے ایک شخص کو جو قبیلہ بنی بدیل سے اور کافر تھا اجیر مقرر کیا کہ راہ نمائی کرے تین روز کے بعد وہ اونٹ وہان لایا اور حضرت اور ابوبکر اور عامر بن فہیرہ اور وہ راہنما براہ سواحل روانہ ہوے۔

ابن شہاب کہتے ہین کہ عبدالرحمان بن مالک مدلجی جو برادر زادہ سراقہ ہے بیان کرتا ہے کہ اوسکے باپ نے سراقہ سے سنا کہ ہمکو فرستادہ قریش ملا جس نے کہا کہ کفار نے جناب رسالتمآب اور ابوبکر کے گرفتاری پر سو اونٹ کا وعدہ کیا ہے کہ خواہ قتل کرکے آوے یا قید کرلائے۔ سراقہ کہتا ہے کہ ہم اپنی قومی مجلس مین بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر بیان کیا۔ ہمنے ابھی کچھ سیاہی جانب ساحل دیکھا ہے غالبا وہ محمد ص اور اونکے اصحاب ہون سراقہ نے کہا وہ نہین ہین بلکہ فلان فلان ہونگے جو اونٹ کی تلاش مین نکلے ہین اسکے بعد ہم تھوڑی دیر بیٹھے رہے اوسکے بعد جاکر اپنے لونڈی سے کہا کہ ہمارا گھوڑا تیار کر اور ہمنے اپنا نیزہ لے لیا اور نیچے کرکے روانہ ہوے کہ کوئی نجانے اور گھوڑا دوڑاکر چلے یہانتک کہ قریب آنحضرت کے پھونچ گئے۔ ہمارے گھوڑے نے ٹھوکر لیا اور ہم گر پڑے۔ تب ہمنے اپنا ترکش نکالا اور اوس سے فال نکالا کہ ہم ان لوگون پر ظفر پاوینگے یا نہین۔ فال بدآیا۔ مگر ہمنے نہ مانا اور اسکے تعاقب مین روانہ ہوئے۔ یہانتک کہ اسقدر قریب پہونچے

کہ حضرت کی قرات (پڑھنے) کی آواز سنائی دی۔ آپ ادھر ادھر نہ دیکھتے مگر ابوبکر چاروں طرف دیکھتے جاتے تھے۔ اتنے میں ہمارے گھوڑے کا پیر زمین میں دھنس گیا یہانتک کہ دونوں ہاتھ اوسکے زمین کے اندر فرو ہو گئے۔ ہر چند ہمنے ڈانٹا کہ وہ آگے بڑھے مگر نہ بڑھ سکا کھڑا ہو گیا اور اپنے دونو ہاتھوں کو نہ نکال سکا۔ اور ایک غبار دیکھا جو آسمان تک بلند ہے۔ دوبارہ پھر اپنے ازلام سے فال نکالا۔ اس دفعہ بھی بد آیا تب ہمنے آواز دی کہ تمکو امان دیتے ہیں۔ وہ ٹھہر گئے اور ہم گھوڑے پر سوار ہو کر اونکے پاس آئے اور ہمارے دل میں ان باتوں کا خیال ہوا کہ حضرت کا امر ظاہر ہو کر رہے گا۔ اور کہا کہ آپکی قوم نے ایک دیتہ یعنی سو اونٹ آپکے لئے مقرر کیا ہے اور جو جو منصوبے کفار قریش کے تھے سب کو بیان کیا اور کچھ زاد و متاع پیش کیا مگر اون لوگوں نے نہیں لیا مگر یہ کہ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے امر کو مخفی رکھنا ہمنے حضرت سے سوال کیا کہ ایک فرمان امن ہمکو لکھدیجئے۔ حضرت نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اوس نے ایک چمڑہ کے کاغذ پر لکھدیا اور حضرت روانہ ہوئے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمکو عروہ بن زبیر نے خبر دیا کہ حضرت سے زبیر سے ملاقات ہوئی جو مسلمان تاجروں کے ساتھ شام سے آ رہے تھے۔ حضرت نے زبیر کو اور ابوبکر کو سفید کپڑہ پہنایا اور مسلمانوں کو جو حضرت کے ہجرت کی خبر معلوم ہوئی مدینہ میں ہر صبح کو حرہ (پہاڑ جو گرد مدینہ ہے) کی طرف آتے اور دوپہر تک رہ کر واپس جاتے ایک روز اسی طرح انتظار شدید کے بعد واپس گئے تھے۔ تو ایک یہودی نے جو اپنے قصر پر چڑھ کر حضرت کا انتظار کر رہا تھا۔ آپکو دیکھا اور پکار کر کہا اے عرب یہ تمھارے صاحب ہیں جسکا انتظار کرتے تھے۔ کل مسلمان سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور حضرت اون کو لیکر جانب یمین چلے اور دوشنبہ کو ماہ ربیع الاول کے مکان بنی عمرو بن عوف میں فروکش ہوئے۔ تو ابوبکر کھڑے ہو کر لوگوں سے ملاقات کرتے اور حضرت خاموش بیٹھے رہے اب جو انصار آتے ہیں جنھوں نے حضرت کی زیارت نہیں کی تھی وہ ابوبکر ہی کو رسول اللہ سمجھکر سلام

وتحیت کرنے لگے۔ یہانتک کہ دوپہر کی دھوپ جب تیز ہوئی تو ابوبکر نے اپنی
رداسے حضرت کے سر مبارک پر سایہ کیا تب لوگون نے سمجھا کہ آپ رسول اللہ صلعم
ہین۔ حضرت دس بارہ روز بنی عمر بن عوف کے مکان مین رہے اور مسجد قبا کی
تعمیر کی جس کے بارہ مین خدا فرماتا ہے اسس علی التقوی اور اس مین حضرت
نے نماز پڑھی۔ اور پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوے اور لوگ حضرت
کے ساتھ تھے یہانتک کہ آپکا ناقہ اوسی جگہ آکر بیٹھ گیا جہان اب مسجد ہے۔ یہ
مقام سہل وسہیل یتیم لڑکون کا مربد تھا (اوس مقام کو کہتے ہین جہان خرما خشک
کیا جاتا ہے) یہ دونون لڑکے کفالت مین اسعد بن زرارہ کی تھے۔ جب حضرت
کا اونٹ اوس جگہ بیٹھا تو حضرت نے فرمایا انشاء اللہ یہ منزل ہوگا۔ پھر حضرت نے
اون دونون لڑکون کو بلاکر اوس زمین کو لینا چاہا کہ مسجد بنائین تو اون دونون نے
کہا ہم آپکو ہبہ کرتے ہین حضرت نے انکار کیا۔ اور آخر بقیمت خریدا۔ پھر اوس کو
مسجد بنایا اور خود رسول اللہ صلعم مع اپنے اصحاب کے اینٹ وغیرہ لایا کرتے اور یہ
اشعار پڑھتے جاتے ؎ ھذا الحمال لا حمال خیبر ھذا ابر ربنا و اطھر
اور فرماتے ؎ اللھم ان الاجر اجر الاخرۃ فارحم الانصار والمھاجرۃ
اور حضرت نے ایک شعر کسی مسلمان کا پڑھا جس کا نام نہین لیا گیا۔ ابن شہاب
کہتے ہین کہ ہمکو کسی حدیث سے نہین معلوم ہوا کہ حضرت نے کبھی بھی کوئی پورا شعر پڑھا
ہو بجز اس شعر کے۔ تمام ہوا ترجمہ صفحہ ۲۰۵ صحیح بخاری جلد ۲ مطبوعہ مصر۔

اقول ہم جہانتک سمجھتے ہین اتنی بڑی طولانی حدیث پوری کتاب مین شاید
دوسری نہوگی۔ کیونکہ جس اختیار سے بخاری ایک حدیث کے سترٹکڑے کرجاتے
ہین اوسی اختیار سے کئی حدیثون کو جوڑکر یہان ایک کردیا ہے اور وہ بھی اس
طرح کہ ہر شخص جوادنے لیاقت رکھتا ہو سمجھ سکے یہ ایک روایت نہین ہے۔
بلکہ نہ معلوم کتنے جوڑون کا یہ گدڑا بنا ہے۔ اور پھر اس طرح کہ جس باب مین یہ حدیث
لائی گئی ہے اوس سے بہت ہی کم مناسبت۔

بہرحال یہی حدیث عائشہ ہے جسکی بنیاد پر بقول ابن حجر بخاری نے یہ دعوی کیا کہ ابوبکر حضرت کے ساتھ غار مین تھے۔ مگر نہ معلوم اس حدیث کو مناقب ابوبکر مین کیون نہ لکھا جو اسکی ضرورت ہوئی کہ کتاب الہجرۃ مین لکھین کیونکہ باب المناقب سے اسکو زیادہ مناسبت تھی جس مین صرف ابوبکر کے مناقب ہی بیان کئے گئے ہین۔

یہ حدیث جہان اتنی طولانی ہے وہان اسقدر رفسانہ آمیز ہے کہ اگر ہر ہر جز کی تحلیل کی جاے۔ اور کذب وافترائے بخاری دکھایا جائے تو ایک مجلد تیار ہو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہم حق تنقید کو چھوڑ نہین سکتے لہذا مختصرا اسکے اغلاط واسقام کو واضح کرتے ہین بحولہ تعالی وقوتہ۔

(۱) قولہ لم یمر علینا یوم تشریح طلب ہے کہ حضرت کی آمد ورفت ابوبکر کے گھر کب سے شروع ہوئی ازالۃ الخفا مین ہے مقصد دوم ص۱۱

عن حبیب مولی عروہ قال لما ماتت خدیجہ حزن علیہا النبی فاتاہ ابوبکر بعائشہ فقال یارسول اللہ ہذہ تذہب بعض حزنک وان فی ہذہ اخلفا من خدیجہ ثم ردہا فکان رسول اللہ یختلف الی ابی بکر الحدیث۔

یعنی حبیب مولی عروہ ناقل ہے کہ جب حضرت خدیجہ نے انتقال کیا اور حضرت اس غم سے مغموم ہوے۔ تو ابوبکر عائشہ کو لائے اور کہا یا رسول اللہ صلعم یہ لڑکی آپکے کچھ حزن کو دفع کریگی اور یہ قائم مقام خدیجہ ہوگی۔ پھر پھیر لے گئے اوسکے بعد سے رسول اللہ صلعم نے آمد ورفت شروع کی گھر مین ابوبکر کے۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کا آنا جانا ابوبکر کے یہان اسی واقعہ کے بعد شروع ہوا تو گویا عائشہ نے اس حدیث مین اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا۔

اس روایت سے اگرچہ کمال درجہ کی شرافت حضرت ابوبکر نمایان ہے کہ اونھون نے وہ کام کیا جو آجتک کسی شریف نے نہ کیا ہو مگر چونکہ اس روایت سے رسول اللہ صلعم

ابتدائے آمد ورفت رسول بمکان ابوبکر

پر معاذاللہ یہ الزام آتا ہے کہ حضرت سے عشق بازی کی ابتدا ہوئی لہذا بخیال حفظ عصمت رسول اللہ صلعم ضرور ہوا کہ اس روایت کی حقیقت بتائیں تاریخ خمیس مین ہے جلد اول صفحہ ۳۴۴

ونکح عائشة وهی بنت ست وبنی بها وهی بنت تسع سنین روی انه لما ماتت خدیجة جاءت خولة بنت حکیم امرءة عثمان بن مظعون فقالت یا رسول اللہ الا تتزوج قال من قالت ان شئت بکرا وان شئت ثیبا قال فمن البکر قالت ابنة احب خلق اللہ الیك بنت ابی بکر قال و من الثیب قالت سودة بنت زمعة قد آمنت بك واتبعتك علی ما تقول قال فاذکریهما علی فدخلت بنت ابی بکر وقالت یا ام رومان ماذا ادخل اللہ علیکم من الخیر والبرکة قالت وماذاك قالت ارسلنی رسول اللہ صلعم اخطب علیه عائشة قالت انتظری ابابکر حتی یاتی فجاء ابوبکر فقالت ماذا ادخل اللہ علیکم من الخیر والبرکة قال ارجعی الیه فقولی له انا اخوك وانت اخی فی الاسلام وابنتك تصلح لی فرجعت فذکرت ذلك له فقال انتظری قالت ام رومان ان مطعم بن عدی قد کان ذکرها علی ابنه فواللہ ما وعد وعدا قط واخلفه یعنی ابابکر فدخل ابوبکر علی مطعم بن عدی وعنده ام امرئته ام الفتی فقالت یا ابن ابی قحافة لعلك مصبئ صاحبنا مدخله فی دینك الذی انت علیه ان تزوج ابنه ابنتك فقال ابوبکر لمطعم بن عدی أقول هذه تقول قال انها تقول ذلك فخرج من عنده وقد اذهب اللہ ما کان فی نفسه من عدته التی وعدها فرجع فقال لخولة ادعی لی رسول اللہ صلعم فدعته فزوجها ایاه وعائشة یومئذٍ بنت ست سنین کما مرّ ص ۳۴۵

خلاصہ یہ کہ بعد وفات حضرت خدیجہ رض خولہ بنت حکیم زوجہ عثمان بن مظعون نے کہا یا حضرت آپ نکاح نہ کرینگے۔ آپنے پوچھا کس سے کہا باکرہ ثیبہ دونون ہے۔ پوچھا

م قال وماذاك قالت ارسلنی رسول اللہ اخطب علیه عائشة قال وهل تصلح له انما هی ابنة اخیه فرجعت الی رسول اللہ فذکرت له ذلك فقال

باکرہ کون ہے کہا عائشہ بنت ابوبکر۔ اور ثیبہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر اسلام لا چکی حضرت نے کہا اچھا جا کر دونوں سے کہو۔ خولہ پہلے ابوبکر کے گھر گئین وہان ام رومان زوجہ ابوبکر سے پہلے ملاقات ہوئی اور کہا خدا نے کیسی برکت تمکو بھیجی ہے کہ رسول اللہ عائشہ سے عقد کیا چاہتے ہین۔ ام رومان نے کہا ابوبکر کا انتظار کرو۔ ابوبکر آئے تو کہا ہم تو حضرت کے بھائی ہین۔ پھر اپنے بھائی کی بیٹی سے کیونکر عقد کر سکتے ہین۔ خولہ خدمت رسول ہین حاضر ہوئین۔ حضرت نے فرمایا جا کر کہدو اخوت اسلام اور چیز ہے۔ عقد ہوسکتا ہے۔ تب ابوبکر نے کہا اچھا ٹھہرو یہ کہکر وہ مطعم بن عدی کے یہان گئے (چونکہ وہ ایک الدار شخص تھا) کیونکہ اوسنے اپنے بیٹے کے لئے کہا تھا۔ ابوبکر کو دیکھکر زوجہ مطعم نے کہا تو چاہتا ہے ہمارے شوہر کو بھی اپنے دین ہین لائے جو اپنی بیٹی کا اوسکے بیٹے کیسے نکاح کیا چاہتا ہے۔ ابوبکر نے مطعم سے پوچھا کیا تو بھی یہی کہتا ہے جو تیری زوجہ کہتی ہے اوسنے کہا وہ کہتی ہے۔ ابوبکر وہان سے اوٹھے اور خولہ سے کہا جا کر رسول اللہ کو بلا لو بعد اوسکے نکاح کر دیا۔ عائشہ اوس وقت چھ برس کی تھین

اب اس روایت کو روایت ازالۃ الخفا سے ملایئے تو معلوم ہو جائے حقیقت کیا ہے کہان تو وہ بیان کہ ابوبکر نے حضرت کو غمگین دیکھا تو اپنی صاحبزادی کو لائے اور یہان یہ بیان ہے کہ جب حضرت نے پیغام دیا تو اس طرح کا حیلہ حوالہ کرتے ہین۔ حق یہ ہے کہ علمائے اہلسنت نے اسقدر وضعی روایتین طیار کی ہین کہ اونمین فیصلہ کرنا نہایت مشکل ہے کہ کون سی روایت صحیح ہے اور کونسی غلط کیونکہ جب روایت ازالۃ الخفا پر نظر جاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ کیونکر ایسی حیا سوز کارروائی کی ہو گی۔ اور جب روایت تاریخ خمیس پر نظر پڑتی ہے تو تعجب ہوتا ہے کیونکر ابوبکر صاحب نے ایسے نامعقول عذر تراشے۔

اگر چہ دونون روایتون ہین یون جمع ہوسکتا ہے کہ ابتدا اسکی خولہ نے کی۔ جب ابوبکر کا عذر آکر خولہ نے بیان کیا تو حضرت نے سکوت کیا ہو جسکے بعد ابوبکر نے یہ ترکیب سوچی ہو کہ اس طریق سے کام نکالنا چاہیئے جس ہین آخر وہ کامیاب ہوئے۔

اسلام کا سب سے پہلا عشق

خدا رحم کرے ان حضرات پر کہ اونھوں نے اس واقعہ کو یہ اہمیت دی ہے کہ علامہ ابن القیم الجواب الکافی مین لکھتے ہین ص۱۶۳

قال الزهری اول حب کان فی الاسلام حب النبیؐ بعائشه وکان مسروق یسمیها حبیبة رسول الله رب العالمین وقال ابو القیس مولی عبد الله عبد الله بن عمرو ارسلنی عبد الله بن عمرو الی ام سلمه اسالها اکان رسول اللهؐ یقبل اهله وهو صائم فقالت لا فقال ان عائشهؓ قالت کان النبیؐ یقبلها وهو صائم فقالت ام سلمهؓ ان النبیؐ کان اذا رای عائشه لم یتمالک نفسه۔

یعنی امام زہری کہتے ہین پہلا عشق جو اسلام مین داخل ہوا وہ رسول اللہؐ کا عشق ہے عائشہ کے ساتھ اور مسروق اون کو حبیبہ رسول اللہؐ کہتے تھے۔ اور ابو القیس کو عبد اللہ بن عمرو نے ام سلمہ کے پاس بھیجا۔ کہ کیا رسول اللہ بوسہ لیا کرتے تھے حالت صوم مین تو ام سلمہ نے کہا نہین۔ ابو القیس نے کہا عائشہ تو کہتی ہین حضرت بوسہ لیتے تھے۔ تو ام سلمہ نے کہا حضرت کی حالت یہ تھی کہ جب عائشہ کو دیکھتے تو پھر آپکو اپنے نفس پر قابو نہ رہتا۔

قولہ لما ابتلی المسلمون۔ بقول ابن حجر مراد اس سے وہ زمانہ ہے کہ جب کفار نے حضرت کو مع سائر بنی ہاشم شعب ابو طالب مین محصور کیا جسکا باعث یہی ہوا کہ ابو بکر۔ عمر ابو عبیدہ مسلمان ہوے ابو بکر پچاس آدمیون بعد مسلمان ہوے تھے مگر رسول اللہ کو اونھون نے مجبور کیا کہ آپ علانیہ اظہار اسلام فرمایئے جسپر عتبہ بن ربیعہ نے ابو بکر کو بہت ایذا دی اور اوسکے بعد اسکی نوبت آئی کہ کل بنی ہاشم شعب ابو طالب مین نظر بند کیے گئے۔

اس روایت مین دوسری دقت یہ پیدا ہوتی ہے کہ حضرت بعثت کے چھ برس بعد اس حصار شعب ابی طالب مین مبتلا ہوے۔ اور مدت حصار تین برس ہے اور اوسکی چھ مہینہ بعد حضرت ابو طالب کی وفات ہے اور اوسکے تین روز بعد حضرت خدیجہؓ

کی وفات ہے تاریخ خمیس صـ۲۳۶

اور عقد عائشہ جو اسکے بعد ہوا یس شش سالگی تو قبل حصار شعب ابو طالب اون کا
سن دو برس کچھ ماہ کا تھا۔ پھر اوس وقت کی روایت اون کو کس ذریعہ سے ملی جس کا
کوئی ذکر اس روایت مین نہین ہے تو اب بتایئے یہ روایت کیسی ہوئی کیونکہ روایت
کیلیئے پانچ برس کا سن ہونا ضروری ہے اوسکے قبل کی روایت قابل قبول نہین پھر وہ
روایت صحیح کیونکر ہوسکتی ہے۔

تاریخ خمیس مین ہے وفی السنۃ الخامسۃ او الرابعۃ من النبوۃ ولدت
عائشۃ بنت ابی بکر بمکۃ وفی ہذہ السنۃ وقعت ہجرۃ الحبشۃ الاولیٰ صـ۲۲۵
کہ ۵ھ یا ۴ھ مین عائشہ کی ولادت ہے اور اس سنہ مین ہجرت حبشہ ہے۔ تو یہ غیر ممکن
ہے کہ جو لڑکی اوسی سال پیدا ہو وہ اپنے ذاتی علم سے اوس سال کے واقعات کو جان
سکے اور اگر دوسرے سے سنا تھا تو اوس کا نام لینا ضروری تھا۔

حضرت عائشہ کی جتنی روایتین ہین قریب قریب اون سب کا حال یہی ہے کہ وہ جس
طرح چاہتی ہین بیان کر جاتی ہین۔ ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صـ

قولہ ابن الدغنہ۔ اس مین اختلاف ہے کہ ابن الدغنہ کون تھا۔ بعض لوگ
کہتے ہین اسکی زبان مین استرخا تھا اس وجہ سے ابن الدغنہ کہلاتا بعض کہتے ہین
اوسکی مان کا نام دغنہ تھا بعض دادی کا نام بتاتے ہین۔ بعض اوسکی دایہ کا نام۔ بعض
کہتے ہین اوس کا نام حرث بن یزید تھا۔ بعض کہتے ہین مالک بعض ربیعہ بن رفیع
مگر ٹھیک نہین معلوم ہوا۔

تقیہ ابوبکر

قولہ اسیح فی الارض ابوبکر نے کہا ہمارا ارادہ سیاحت کا ہے ابن حجر لکھتے
ہین لعل ابابکر طوی عن ابن الدغنہ تعیین جہۃ مقصدہ لکونہ کان کافرا
والا فقد تقدم انہ قصد التوجہ الی ارض الحبشۃ صـ۲۶۹
یعنی ابوبکر نے اس وجہ سے ابن الدغنہ سے اصل مقصد کو نہ بیان کیا کہ وہ کافر تھا ورنہ
پہلے گذر چکا ہے کہ وہ بقصد حبشہ نکلے تھے۔ اب تو غالباً اہلسنت کو تقیہ ابوبکر پر اعتراض

نہو کیونکہ خود ابو بکر نے تقیہ کیا۔ کیونکہ ابن حجر لکھتے ہین السیاحۃ ان لا یقصد موضعًا بعینہ یستقر فیہ۔

یعنی سیاحت اسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص بلا تعیین مقام جہان قیام کرنا منظور ہو نکلے۔ تو ابو بکر کے اس قصد حبشہ کو سیاحت نہین کہہ سکتے مگر بتقیہ سیاحت کہا۔

قولہ ویکسب المعدوم ابن حجر لکھتے ہین وقد تقدم شرح ہذہ الکلمات فی حدیث بدء الوحی اول الکتاب وفی موافقۃ وصف ابن الدغنۃ لابی بکر بمثل ما وصفت بہ خدیجۃ النبیؐ ما یدل علی عظیم فضل ابی بکر واتصافہ بالصفات البالغۃ فی انواع الکمال۔ یعنی ان کلمون کی شرح پہلے مذکور ہو چکی ہے اور ابن الدغنہ نے جو یہ وصف ابو بکر بیان کی ہے تو اس مین اون اوصاف کی موافقت ہے جو حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہؐ کی ثنا وصفت مین بیان کیا تھا اور اس سے کمال درجہ کی فضیلت نکلتی ہے ابو بکر کی۔

افسوس کہ ابن حجر سا محدث اور محقق یہ نہین غور کرتا کہ جن اوصاف کی نسبت ابو بکر کی طرف کی گئی ہے کہ ابن الدغنہ نے کیا۔ تو اس کا راوی کون ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ ہے مکہ سے پانچ میل باہر کا جس مین نہ عائشہ کی شرکت ہو سکتی ہے نہ موجودگی کہ انھون نے ابن الدغنہ سے سنا ہو۔ لہذا ضرور تھا کہ اوس راوی کا نام لیا جاتا جسنے یہ کلمات ابن الدغنہ سے سنے کم سے کم یہی کہتین کہ خود ابو بکر نے آکر بیان کیا لہذا اصل روایت تو یون گئی اور کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ الفاظ خاص ابن الدغنہ کے ہین۔ بلکہ ضرور ہے کہ خود بی بی عائشہ نے اوسپر اتہام لگایا ہو کہ اوس نے یون کہا کیونکہ وہی الفاظ لانا جو حضرت خدیجہؓ نے بہ نسبت رسول اللہؐ کہے تھے قطعی دلیل اس افترا کی ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے یہ اوصاف رسول اللہؐ اوس وقت بیان فرمائے تھے جبکہ آپ پر نزول وحی کی ابتدا ہوئی اور آپ خوف زدہ غار حرا سے تشریف لائے تو اوس وقت حضرت خدیجہؓ نے آپکی تسکین کے لئے یہ کہا تھا کہ آپ خائف نہون خدا آپکو ضایع نہ کریگا۔

یہاں ابن الدغنہ کو کیا داعی ہوا جو ایسے کلمات کہے کیونکہ یہاں تو کفار بھی نہ تھے جنسے بطور سفارش یہ کلمات کہتا لہذا معلوم ہوا کہ یہ سب قافیہ بازی خاص حضرت عائشہ کی ہے کیونکہ اون کو ہمیشہ اس کی فکر رہی کہ کسی طرح ابوبکر کو بڑھا چڑھا کر اوس درجہ پر پہونچائیں کہ ہمسر رسول اللہ ص ہو جائیں۔

حضرات اہلسنت کو اسپر بڑا ناز ہے کہ ابن الدغنہ نے ابوبکر کی ایسی تعریف کی چنانچہ اصابہ مین ہے ومن اعظم مناقب ابی بکر ان ابن الدغنہ سید القارۃ لما رد الیہ جوارہ بمکۃ وصفہ بنظیر ما وصفت بہ خدیجۃ النبی ص لما بعث فتوارد افیہما علی نعت واحد من غیر ان یتواطا علی ذلک وہذا غایۃ ما فی مدحہ لان صفات النبی ص منذ نشا کانت اکمل الصفات صہ۱۰۲ جلد ۴

یعنی یہ تعریف ابن الدغنہ اعظم مناقب ابوبکر سے ہے کہ جن اوصاف سے حضرت خدیجہ نے رسول اللہ ص کی تعریف کی تھی انھین صفات سے ابن الدغنہ نے بھی تعریف کی گویا دونوں مین توارد ہوا اور یہ اعلی درجہ کی فضیلت ابوبکر ہے کیونکہ رسول تو ابتدائے نشت سے اعلی درجہ کے صفات پر تھے اور جب ابوبکر کی بھی ویسی ہی تعریف ہوئی تو معلوم ہوا یہ بھی ایسے ہی تھے۔ مگر افسوس اس محدث کو یہ نہین معلوم کہ یہ روایت اصول حدیث پر غلط ہے کیونکہ سلسلہ منقطع ہے عائشہ نے کس سے سنا اس کا بالکل ذکر ہی نہین۔ پھر ابن الدغنہ نے کیونکر یہ تعریف کی جبکہ وہ نہ مکہ کا باشندہ تھا نہ اوس کو کسی قسم کی معرفت کا ذریعہ حاصل تھا۔ بخلاف حضرت خدیجہ کہ وہ زوجیت رسول مین داخل تھین شب و روز کی معاشرۃ تھی وہ حضرت کے اخلاق کریمہ سے واقف تھین۔ اسلئے اون کا بیان ہر طرح قابل تصدیق ہے۔ بخلاف بیان ابن الدغنہ جو زبانی عائشہ ہے کہ وہ کسی طرح قابل استناد نہین کیونکہ زیادہ قرینہ اس کا ہے کہ حضرت عائشہ نے خود یہ الفاظ اوسکی طرف سے بیان کئے جس مین وہ کمال درجہ مشتاق تھین۔

قولہ فلم تکذب قریش ابن حجر لکھتے ہین ای لم ترد علیہ یعنی قریش نے اوسکے پناہ دینے سے انکار نہ کیا۔ اس سے عربیت بخاری ظاہر ہے کہ بجائے لم ترد۔ فلم تکذب

لکھا جس سے ابن حجر کو تاویل کرنی پڑی۔ دوسرا اشکال وہ یہ لکھتے ہین کہ جناب رسالتمآب جب طائف تشریف لیگئے اور واپس آئے تو اخنس بن شریق سے خواہان جوار ہوئے کہ وہ اپنی پناہ مین لے مگر اوس نے اس وجہ سے انکار کیا کہ وہ حلیف ہے یعنی خود قریشی نہین ہے۔ بلکہ اون کا حلیف ہے۔ تو پھر ابن الدغنہ نے کیونکر پناہ دی حالانکہ وہ بھی حلیف بنی زہرہ تھا۔ اس کا جواب ابن حجر یہ دیتے ہین کہ ممکن ہے یہ کہا جائے ابن الدغنہ کی خواہش ہوئی اسلئے پناہ دی اور اخنس نے نہ چاہا۔ مگر افسوس یہ عذر نہایت کمزور ہے کیونکہ جب قاعدہ یہی تھا کہ حلیف کی پشت پناہی قابل پذیرائی نہ تھی تو پھر یہ کہنا کہ ابن الدغنہ نے چاہا اور اخنس نے نہ چاہا خود لغو ہوا۔

علامہ ابو جعفر اسکافی بجواب اسکے کہ جاحظ نے مالداری ابوبکر کا دعوی کیا تھا لکھتے ہین وان کان رفق ابی بکر وحسن احتجاجہ عند ابیہ ابی قحافۃ وھما فی دار واحدۃ بلا رفق بہ ودعاہ الی الاسلام فاسلم وقد علمتم انہ بقی علی الکفر الی یوم الفتح فاحضرہ ابنہ عند النبیؐ وھو شیخ کبیر راسہ کالثغامہ فنفر رسول اللہ منہ وقیل غیروا ھذا فخضبوہ ثم جاء ابہ فاسلم وکان ابو قحافۃ فقیرا مدقعا سیء الحال وابوبکر عندکم مثریا قابض المال فلم یمکنہ استمالتہ الی الاسلام بالنفقۃ والاحسان وقد کانت امرءۃ ابی بکر ام عبد اللہ ابنہ واسمھا نملہ بنت عبد العزی بن اسعد بن عبد ود العامریہ لم تسلم واقامت علی شرکھا بمکہ وھاجر ابوبکر وھی کافرۃ فلما نزل قولہ تعالی لا تمسکوا بعصم الکوافر طلقھا ابوبکر فمن عجز عن ابنہ وابیہ وامرءتہ لا برفق واحتجاج ولا خوفا من قطع النفقہ وادخال المکروہ علیھم فغیرھم اقل قبولا منہ واکثر خلافا علیہ۔ کما فی العبقات ص۳۰۰

کہ ابوبکر کا رفق وبدارا کہان گیا کہ ابو قحافہ کو بھی مسلمان نہ کر سکے حالانکہ دونون ایک گھر مین رہتے اور وہ کافر ہی رہے حالانکہ کیسا فقیر اور بدحال تھا اور ابوبکر کی کیسی مالداری بیان کی جاتی ہے۔ اسی طرح زوجہ ابوبکر جسکا نام نملہ بنت عبد العزی تھا وہ بھی نہ اسلام

لائی یہانتک کہ ابوبکر نے بعد نزول آیہ ولا تمسکوا بعصم الکوافر طلاق دیا تو جو شخص اپنے بیٹے اور باپ اور زوجہ کی خدمت سے قاصر رہے کہ نہ برفق و احتجاج اوس کو مسلمان کر سکا نہ اس خوف سے کہ یہ نان و نفقہ بند کر دینگے وہ کب اس قابل ہوسکتا ہے کہ غیروں کو مسلمان بنا سکے۔

پھر لکھتے ہین ان ارباب السیرۃ ذکروا انہ لم یکن ینفق علی ابنہ شیئاً وانہ کان اجیراً لابن جدعان علی مائدتہ یطرد عنہا الذباب ص۱۳۵ عبقات یعنی ارباب سیرۃ نے لکھا ہے کہ ابوبکر اپنے باپ کو کچھ نہ دیتے تھے اور وہ ابن جدعان کے دسترخوان پر مگس رانی کرتے اور اسی سے اپنا پیٹ پالتے۔

پھر لکھتے ہین ولا کان لابی بکر عند ابنہ عبد الرحمان من القدر ما یطیعہ فیما یامرہ بہ و یدعوہ الیہ کما روی ان ابا طالب فقد النبیؐ یوما وکان یخاف علیہ من قریش ان یغتالوہ فخرج ومعہ ابنہ جعفر یطلبان النبیؐ فوجدہ قائماً فی شعاب مکہ یصلی وعلی عن یمینہ فلما راھما ابوطالب قال لجعفر تقدم فصل جناح ابن عمک فقام جعفر عن یسار محمدؐ فلما صار وا ثلثۃ تقدم رسول اللہ صلعم وتاخر الاخوان فبکی ابوطالب ودخلہ رقۃ الرحم وقال شعر ان علیا وجعفراً ثقتی ؁ عند ملم الخطوب والنوب لا تخذلا وانصرا ابن عمکما ؏ اخی لامی من بینھم وابی ؁ واللہ لا اخذل النبیؐ ولا یخذلہ من بنی ذوی حسب فذکر الرواۃ ان جعفراً اسلم منہ ذلک الیوم لان اباہ امرہ بذلک فاطاع امرہ وابوبکر لم یقدر علی ادخال ابنہ عبد الرحمان فی الاسلام حتی اقام بمکہ علی کفرہ ثلث عشر سنۃ وخرج یوم احد فی عسکر المشرکین ینادی انا عبد الرحمان بن عتیق ھل من مبارز ثم مکث بعد ذلک علی کفرہ حتی اسلم عام الفتح وھو الیوم الذی دخلت فیہ قریش فی الاسلام طوعاً وکرھا لم یجد احد منہا الی ترک ذلک سبیلا کما فی العبقات ص۲۰۵

یعنی ابوبکر کی اتنی بھی قدر و منزلت تو نہ تھی کہ اون کا بیٹا عبدالرحمان اون کی اطاعت
کرتا جس بات کا وہ حکم دیتے یا اوس کی طرف بلاتے جیسا کہ روایت ہے کہ ابوطالب نے
ایک روز رسول اللہؐ کو نہ پایا تو اس کا خوف ہوا کہ کہین قریش آپکے ساتھ مکر و دغا
نہ کرین لہذا اپنے بیٹے جعفر کو لیکر تلاش مین نکلے۔ تو حضرت کو ایک شعب مکہ مین دیکھا
کہ نماز پڑھ رہے ہین اور حضرت علیؑ اونکے داہنی طرف ہین۔ تو ابوطالب نے جعفر سے کہا
اپنے ابن عم کا بازو مضبوط کر چنانچہ وہ آئے اور رسول اللہؐ کے بائین طرف کھڑے
ہوے۔ جب حضرت نے دیکھا کہ تین آدمی ہوگئے تو آپ آگے بڑھ گئے اور جناب امیرؑ و حضرت
جعفر پیچھے ہو گئے یہ حال دیکھکر ابوطالب پر رقت طاری ہوئی اور یہ اشعار کہے۔
کہ علی و جعفر ہمارے جائے وثوق ہین ہر مشکل و مہم امر مین + تم دونون اپنے ابن عم
کو مخذول نہ کرو۔ اور اونکی نصرت کرو کہ وہ ماں باپ کی طرف سے مان جائے کا لڑکا
ہے۔ قسم خدا کی ہم کبھی نبی کو مخذول نہ کرینگے نہ ہماری اولاد سے کوئی جو صاحب
حسب ہو۔ رواۃ کا بیان ہے کہ حضرت جعفر نے اوسی روز اسلام قبول کیا کیونکہ اون کے باپ نے
حکم دیا اور اونکی اطاعت کی۔ اور ابوبکر کو اسکی قدرت کہان ہوئی کہ اپنے بیٹے عبدالرحمان
کو اسلام مین داخل کرین حالانکہ یہ تیرہ برس مکہ مین رہے۔ اور بروز احد وہ لشکر کفار
کے ساتھ نکلا اور مبارز طلب ہوا اسکے بعد بھی وہ کافر ہی رہا یہانتک کہ بروز فتح مکہ
جہان سب مسلمان ہوئے وہان وہ بھی مسلمان ہوا کیونکہ اسکو بجز اسلام چارہ نہ تھا۔
تو کیا جس شخص کی یہ حالت ہو قبل اسلام کے اپنے باپ بیٹے کو ایک پیسہ نہ دیتا جو کہ
کبھی ہانک ہانک کر اپنی زندگی بسر کرے۔ اوسکے نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابن الدغنہ
نے اوسکی وہ صفت بیان کی جو رسول اللہؐ کی صفتین حضرت خدیجہ نے بیان فرمائین۔
کون عاقل ہے دنیا مین جو اسکو قبول کر سکے کہ ابن الدغنہ نے خلاف واقع ایسی تعریف
ابوبکر کی کی ہو جسکا ایک جزو بھی صحیح نہو کہ نہ قبل اسلام وہ صفتین ان مین پائی گئین
نہ بعد اسلام کیونکہ ان اوصاف مین یہ بھی ہے کہ وہ مہمانداری کیا کرتے جسکے متعلق کوئی
واقعہ قبل اسلام تو نہین ملتا۔ مگر بعد اسلام کا واقعہ البتہ صحیح بخاری مین ہے باب علامات

النبوۃ مین جلد ۳ صفحہ ۲۳۳ بر حاشیہ فتح الباری کہ کچھ مہمان آئے تو یہ رسول اللہؐ کے پاس بیٹھ رہے جب گھر آئے تو پوچھا کچھ کھلایا ہے تو اون کی زوجہ نے کہا اونھون نے بغیر تمھارے کھانا پسند نہ کیا فقال یا غنثر فجدع وسب یعنی اپنے بیٹے عبدالرحمان کو غنثر کا خطاب دیا اور گالی دی اور بددعا کی کہ خدا اس کا کان کاٹے اور مہمانون سے کہا کلو لا ھنیئا۔ یعنی اون پر بددعا کی سب الجدع شتم اسکے بعد سب کیا یعنی گالی دی اور کہا لا اطعمہ ابدا اسکے بعد اپنی زوجہ کو بھی گالیان دین۔ پس جس شخص کے اخلاق بعد اسلام ایسے ہون کہ وہ مہمانون سے گالی گلوچ کرے اپنے لڑکے اور زوجہ کو گالیان دے کب کہہ سکتے ہین کہ اوسکے اخلاق اسلام سے قبل ایسے ہونگے جنکی تعریف اون الفاظ سے کی جائے جو اخلاق رسول اللہؐ کی صفت تھی۔

اس قصہ مہمانداری ابوبکر کی تفصیل جلد ثانی تنقید بخاری مین قابل دید ہے ص ۵۳

کیونکہ صحیح مسلم مین ہے عبدالرحمان نے کہا انہ رجل حدید وانکو ان لم تفعلوا خفت ان یصیبنی عنہ اذی کہ ابوبکر صاحب بہت تیز مزاج ہین اگر نہ کھاؤ گے تو ہمکو خوف ہے اون سے ایذا پہونچے۔ کیا جس شخص سے اوسکی اولاد ایسی خائف ہو اور وہ اسکو تیز و تند کہے اس کا مصداق ہو سکتا ہے کہ یصل الرحم کہا جائے۔

وفاء الوفی مین ہے ص ۳۲۲

من حدیث ابی ھریرۃ ایضاً انہ کان یقول واللہ الذی لا الہ الا ھو ان کنت لاعتمد بکبدی علی الارض من الجوع وان کنت لاشد الحجر علی بطنی من الجوع ولقد قعدت یوما فی طریقھم الذی یخرجون منہ فمر ابوبکر فسالتہ عن آیۃ من کتاب اللہ ما سالتہ الا لیستبعنی فمر ولم یفعل ثم مر بی ابو القاسم فتبسم حین رانی وعرف ما فی نفسی وما فی وجھی الی آخرہ۔

یعنی ابوہریرہ کہتے ہین کہ ہملوگون کی حالت یہ تھی کہ بھوک کے مارے زمین پر اپنا جگر رکھا کرتے اور پیٹ پر پتھر باندھتے ایک روز ہم ان لوگون کی راہ پر آکر بیٹھے جس راہ سے

وہ جایا کرتے تو ابوبکر کا گذر ہوا ہمنے ایک آیہ قرآن کو دریافت کیا باین غرض کہ ہمکو ہمراہ لیجائینگے ۔ مگر وہ چلے گئے اور کچھ نہ کہا کہ اتنے مین آنحضرت صلعم تشریف لا کے اور ہمکو دیکھکر تبسم فرمایا اور ساتھ لے گئے حضرت کے پاس ایک قدح دودہ کا تھا۔ حضرت نے تمامی اہل صفہ کو بلا بھیجا اور اوسی قدر دودہ سے سب کو سیر کیا اور پھر ہمکو بھی پلایا ۔

تو کیا جس شخص کی حالت اسلامی تعلیم کے بعد ایسی ہو کہ وہ ایک شخص کو بھی مہمان بنانا نہ گوارا کرے وہ شخص قبل اسلام مہمان نواز کہلا سکتا ہے یہ روایت ابوہریرہ کی خود صحیح بخاری مین بھی ہے مگر اس وقت صفحہ یاد نہین ہے انشاء اللہ اوسکی شرح اپنے مقام پر قابل دید ہوگی ۔

اہلسنت نے جو جو صفات ابوبکر بطور خود قائم کئے ہین اونھین کو بروایت عائشہ ابن الدغنہ سے روایت کرتے ہین حالانکہ محض غلط ہے چنانچہ جو فقرہ اس حدیث مین ہے کہ وہ مصائب مین لوگون کی امداد کرتے اسکو جاحظ نے بھی اپنی کتاب عثمانیہ مین باین الفاظ لکھا ہے وقد علمتم ما صنع ابوبکر فی مالہ وکان مالہ اربعین الف درھم فانفقہ فی نوائب الاسلام یعنی تمکو معلوم ہے کہ ابوبکر کے پاس چالیس ہزار درہم تھا جسکو اونھون نے نوائب اسلام مین خرچ کر ڈالا ۔

اسکے جواب مین شیخ ابوجعفر اسکافی لکھتے ہین اخبرونا علی ای نوائب الاسلام انفق ھذا المال وفی ای وجہ وضعہ فانہ لیس بجائز ان یخفی ذلک ویدرس حتی یفوت حفظہ وینسی ذکرہ وانتم فلم تقفوا علی شیء اکثر من عتقہ بزعمکم ست رقاب لعلھا لا یبلغ ثمنھا فی ذلک العصر مائۃ درھم وکیف یدعی لہ الانفاق الجلیل وقد باع من رسول اللہ بعیرین عند خروجہ الی یثرب واخذ منہ الثمن فی تلک الحال روی ذلک جمیع المحدثین وقد رویتم ایضاً انہ حیث کان بالمدینۃ غنیاً موسراً ورویتم عن عائشۃ ایضاً قالت ھاجر ابوبکر وعندہ عشرۃ الاف درھم

وقلتم ان اللہ انزل فیھم ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی قلتم ھو فی ابی بکر فی مسطح بن اثاثہ فاین الفقر الذی زعمتم انہ انفق حتی تخلل بالعباء ورویتم ان للہ تعالی فی سماء ملٰئکۃ قد تخللوا بالعباء وان النبی صلعم راھم لیلۃ الاسراء فسأل جبرئیل عنھم فقال ھو ملٰئکۃ تاسوا بابی بکر بن ابی قحافہ صدیقک فی الارض فانہ سینفق علیک مالہ حتی تخلل عباء فی عنقہ وانتم ایضاً رویتم ان اللہ لما انزل اٰیۃ النجوی فقال یا ایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰیکم صدقۃ ذلکم خیر لکم لاٰیۃ لم یعمل بھا الا علی بن ابی طالب وحدہ مع اقرارکم بفقرہ وقلۃ ذات یدہ وابوبکر فی الحال التی ذکرنا من السعۃ امسک عن مناجاتہ فعاتب اللہ المومنین فی ذلک فقال ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰیکم صدقات فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فجعلہ سبحانہ ذنبا یتوب علیھم منہ وھو امساکھم عن تقدیم الصدقۃ فکیف سخت نفسہ بانفاق اربعین الفاً وامسک عن مناجاۃ الرسول وانما کان یحتاج فیھا الی اخراج درھمین کما فی العبقات ص ۵۱۳

یعنی یہ جو جاحظ نے دعوی کیا کہ ابوبکر نے نوائب اسلام مین چالیس ہزار درہم خرچ کیا۔ تو بتاؤ کہان خرچ کیا کیونکہ یہ تو ممکن نہین کہ ایسے واقعات مخفی ہوجائین اور وہ روائتین بھول جائین اور تمکو کچھ نہ معلوم ہو۔ کیونکہ تمنے بڑی کوشش سے چھ غلام کے آزادی کی نسبت دی ہے ابوبکر کی طرف اپنے زعم مین جسکی منتہائی قیمت اوس زمانہ مین سو درہم ہوگی (ریسہ) پھر کیونکر اس کا دعوی کرسکتے ہو کہ اسقدر مال کثیر اونھون نے خرچ کیا حالانکہ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ اونھون نے بوقت ہجرت اپنا دو اونٹ فروخت کیا اور ایسے حال مین قیمت اوسکی وصول کی جسکو تمامی محدثین نے لکھا ہی پھر تم اسکی بھی روایت کرتے ہو کہ ابوبکر مدینہ مین آکر مالدار ہوے یہانتک کہ عائشہ سے روایت کرتے ہو کہ ابوبکر کے پاس دس ہزار درہم تھا خرچ کردیا کہ کچھ نہ رہا یہانتک

اور تم اسکے بھی قائل ہو کہ آیہ لا یاتل اولوالفضل منکم انہیں کے بارے مین نازل ہوا پھر کیونکر انکے فقر کا دعوی

گر عبا مین پیوند لگا یا خلال لگا یا جدید روایت کرتے ہو کہ حضرت نے شب معراج اسی حالت مین بہت سے ملئکہ کو دیکھا جب سوال فرمایا تو خدا نے جواب دیا ابوبکر اسقدر مال خرچ کرینگے کہ اون کی یہ حالت ہو جائیگی۔ اوسی کی تاسی مین ملئکہ نے یہ لباس پہنا ہے پھر تم ہی اسکی بھی روایت کرتے ہو کہ جب آیہ نجوی نازل ہوا جس مین صدقہ دینے کا حکم تھا روبروے رسول بوقت مناجات تو بجز حضرت علیؑ کسی نے صدقہ نہ دیا یہانتک کہ خدا نے انپر عتاب کیا اور اون کی اس بخالت کو گناہ قرار دیا۔ تو ابوبکر کا دل چالیس ہزار درہم کے خرچ کرنے مین کیونکر سخی ہو گیا اور یہان ایسے بخیل ہو گئے کہ مناجاۃ رسول کو ترک کر دیا حالانکہ کل دو درہم کا خرچ تھا۔

چونکہ ان کل مباحث کی انشاء اللہ آیندہ تفصیل ہوگی کہ ابوبکر کے پاس کتنا مال تھا اور کتنا مال لیکر مکہ سے چلے تھے اور اونٹ کتنے کا تھا اور کتنے کو حضرت کے ہاتھ فروخت کیا۔ یا نہین۔ اسلئے ہم اس بحث نہین کرتے۔ بلکہ صرف یہ دکھاتے ہین کہ جو حالات اہلسنت نے قائم کئے ہین اونھین کو ابن الدغنہ کی زبانی یہان روایت کرتے ہین ورنہ ابن الدغنہ ایسا نہ تھا جو ایسی جھوٹی تعریف کرتا جس کا ایک جملہ بھی کبھی ذات ابوبکر مین نہ پایا گیا نہ قبل اسلام نہ بعد اسلام جسکی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ یہ بیان نہین کرتین ابن الدغنہ سے اونھون نے خود سنا یا ابوبکر نے ان سے بیان کیا یا کیونکر یہ خبر ان کو ملی۔ کیونکہ اوس وقت شاید یہ دو یا تین برس کی تھین۔

قولہ ثم بدا لابی بکر فابتنی مسجدا بفناء دارہ یعنی اسکے بعد ابوبکر کی رائے بدل گئی اور اونھون نے ایک مسجد بنائی۔ مگر افسوس یہ بھی غلط ہے کیونکہ اولاً تو بد عہدی کا الزام آتا ہے ابوبکر پر کہ معاہدہ کیا اور عمل اوسکے خلاف کیا جو کسی طرح جائز نہین تھا۔ پھر وہ روایت غائب ہوئی جاتی ہے جو تمامی صحاح ستہ مین ہے کہ جبتک عمرؓ اسلام لائے کسی کو اظہار اسلام کی جرأت نہوتی تھی کہ علانیہ نماز پڑھ سکے۔ پھر آجتک مکہ معظمہ مین انکا بزانوہ قائم ہے جہان بیٹھکر گاڑھا دھوبیچا کرتے۔ اگر کوئی مسجد بنائے ہوتے تو اوسکا نشان نہ رہتا۔

قولہ والنبی یومئذ بمکۃ اب یہان سے قصہ ہجرت شروع ہوتا ہے ورنہ اسکے پہلے جو کچھ تھا وہ ابوبکر کے حالات تھے جسکو عائشہ نے اس مبالغہ سے بیان کیا۔

قولہ وہما الحرتان ابن حجر لکھتے ہین ہذا مدرج فی الخبر وہو من تفسیر الزہری یعنی یہ فقرہ حدیث سے زائد ہے۔ جو زہری کی تفسیر ہے اور داخل حدیث کردی گئی۔ اس سے کمال درجہ کی عقلمندی بخاری ظاہر ہے کہ اصل حدیث کا فقرہ تو یہ تھا انی اریت دار ہجرتکم ذات نخل بین لابتین یعنی ہمکو زمین ہجرت دکھائی گئی ہے۔ جس مین خرما کے درخت ہین اور وہ لابتین کے درمیان مین ہے جسکی زہری نے تفسیر کی تھی کہ مراد لابتین سے وہ دونون پہاڑ ہین جو حرہ کہلاتے ہین۔ بخاری نے اس کو بھی جزو روایت سمجھکر داخل حدیث کردیا حالانکہ یہ فقرہ حدیث نہین ہے۔ بلکہ زہری کی تفسیر ہے۔

حدیث ہجرت بھی ایک عجب معرکہ آرا حدیث ہے کیونکہ بخاری اسکے قبل یہ حدیث لکھ چکے ہین قال ابوموسی عن النبی صلعم رایت فی المنام انی اہاجر من مکۃ الی ارض بہا نخل فذہب وہلی الی انہا الیمامۃ او ہجر فاذا ہی المدینۃ یثرب۔ یعنی ابوموسی آنحضرت سے روایت کرتے ہین کہ حضرت نے فرمایا خواب مین ہمنے دیکھا ہے کہ مکہ سے ہجرت کرتے ہین ایسی زمین کی طرف جس مین درخت خرما ہین۔ ہمارا گمان گیا کہ وہ یمامہ ہے۔ یا ہجر۔ حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ یعنی یثرب وہلی کی تحقیق مین ابن حجر لکھتے ہین وہل بالفتح یہل بالکسر وہلا بالسکون اذا ظن شیئا فتبین الامر بخلافہ یعنی لفظ وہل وہان کہا جاتا ہے کہ گمان کے خلاف ظاہر ہو۔ ہجر کی تحقیق مین لکھتے ہین۔ کہ یہ ایک شہر معروف ہے بحرین سے اور وہ مساکن عبد القیس سے ہے۔ بعض نسخ ابوذر مین الہجر ہے بزیادتی الف لام مگر اول اشہر ہے۔ ہجر کی نسبت بعض شارحین کا خیال ہے کہ ہجر ایک قریہ ہے قریب مدینہ مگر یہ خطا ہے کیونکہ مناسب تو یہ ہے کہ ہجر آپکی کسی بڑے شہر کی طرف ہو نہ کسی چھوٹے قریہ کے اور بعض نے یہ گمان کیا ہے کہ ہجر بحرین مین تھا اور بعض نے یمن مین لکھا ہے تو یہ زیادہ مناسب ہے تردد کے لئے درمیان ہجر اور یمامہ کے کیونکہ یمامہ درمیان مکہ و یمن کے ہے۔ اور بیہقی مین ہے کہ حضرت نے فرمایا

اختلاف درروایات [illegible]

یا ہجر ہے یا یثرب اس مین ذکر یمامہ نہین ہے اور روایت ترمذی مین ہے کہ مدینہ یا ہے یا بحرین یا قنسرین۔ مگر اسکو غریب کہا ہے ترمذی نے کیونکہ قنسرین ارض شام مین ہے جانب حلب بخلاف یمامہ کہ وہ جانب یمن مین ہے مگر یہ کہ حمل کیا جائے اختلاف ماخیدمین کہ پہلے مطابق رویا جاری ہوا اور دوسرا بذریعہ وحی پس ممکن ہے کہ پہلے حضرت کو بذریعہ رویا دکھایا گیا پھر اختیار دیا گیا تو حضرت نے مدینہ کو اختیار کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی غلط بیانیون کی تاویل ایسی ہی روایات سے کرتے ہین کہ حضرت کو بھی تفسیر رویا یا وحی مین اس طرح کے اغلاط پیش آیا کرتے تھے اور اہل سنت اوسکے جواب سے عاجز رہتے ہین حالانکہ معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے جب حضرت کی شان بنص قرآن ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہے تو کیونکر ممکن ہے حضرت اس طرح کا ارشاد فرمائین جس مین ایسا انتشار ہو حالانکہ بہ اتفاق فریقین ثابت ہے کہ حضرت کا گمان بھی کبھی غلط نہین ہوتا جسکی تصدیق اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت اس حدیث ہجرت مین فرماتے ہین انی ادیت دارا ھجرتکو ذات نخل بین لابتین کہ ہمکو تملوگون کی ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے جس مین درخت ہین فہاجر من ہاجر قبل المدینۃ پس لوگون نے ہجرت کی جسنے چاہا طرف مدینہ کے۔

دیکھیے رسول اللہؐ کا خواب یا وحی ایسی ہوتی ہے جس مین کسی طرح کا شک و شبہہ نہین ہوتا نہ ایسے کہ خود حضرت کو نہ معلوم ہو کیا مطلب ہے۔ چونکہ اس روایت مین اور اوس روایت مین جو اسکے پہلے اسی صحیح بخاری سے مذکور ہوئی صریحی اختلاف ہے لہذا ابن حجر کو یہ پھینی لاحق ہوئی لکھتے ہین۔

وھذہ الرویا غیر الرویا السابقۃ اول الباب من حدیث ابی موسی التی تردد فیھا النبیؐ کما سبق قال ابن التین کان النبیؐ اری دار ھجرۃ بصفۃ تجمع المدینۃ و غیرھا ثم اری الصفۃ المختصۃ بالمدینۃ فتعینت

یعنی یہ خواب دوسرا ہے علاوہ اوس خواب کے جو پہلے مذکور ہوا حدیث ابو موسی سے

جس مین حضرت کا تردد مذکور ہے کہا ابن التین نے کہ حضرت کو دار ہجرت پہلے ایسی صفت سے دکھایا گیا جو جامع تھا مدینہ وغیرہ مین ۔ پھر ایسی صفت سے دکھایا گیا جو خاص مدینہ کے ساتھ جس سے اوسکی تعیین ہوگئی ۔

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ چونکہ صحیح بخاری مین دونون روایتین آئی ہین جو باہم دیگر متضاد ہین اسلیئے یہ تجویز کی گئی کہ پہلے حضرت کو گول مگول خواب دکھایا گیا بعد کو صریح وصاف مگر نہ معلوم اس فعل عبث کی کیا ضرورت تھی اور کیون ایسا کیا گیا ۔ کیا معاذ اللہ خدا کو بھی ایسی تردد تھا جو ابھی تجویز نہین کیا تھا ۔ اصل قصہ ہجرت تو اسیقدر ہے کہ بعد وفات حضرت ابوطالب وخدیجہ آپنے اکثر قبائل عرب پر اسلام کو پیش کیا مگر کسی نے قبول نہ کیا پہلی سال ۱۱ بعثت کچھ لوگ مدینہ کے آکے تھے اونھون نے دعوت اسلام قبول کی ۔ دوسرے سال ۱۲ سنہ مین یہی معاملہ پیش آیا اس دفعہ زیادہ لوگون نے حضرت کی دعوت قبول کی ۔ پہلے کا نام بیعت عقبۃ الاولی ہے تیسرے سال حضرت نے ہجرت کی ملاحظہ ہو مدارج النبوۃ صـ۷۷

شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہین وچون قبائل انصار بعد از توکید عہد وقرار متوجہ دیار خود شدند حضرت سید کائنات متوجہ جانب حدیت جل جلالہ شد تا در اختیار ہجرت وتعیین مقام بجہ مامور گردد اول مقامی نمودند کہ صفات ان در دو سہ موضع مشترک می نمود ہر کہ از بلا د بحرین است وقنسرین از ارض شام ویثرب از زمین حجاز بعد ان مدینہ بمرتبہ انکشاف وظہور رسید وتعیین مخصوص گشت ومانا کہ حکمت در تعیین وتخصیص بعد از اشتراک والہام زیادہ اکرام بود اہتمام وحصول مزید امتنان واعتنام بود چنانکہ مہمان عزیز را منازل متعددہ ومقامات متنوعہ می نمایند وتخیر می گردانند ۔ یا چون اشارات در منام بود در صفائے مرات بحسب اختلاف احوال واوقات تفاوتی رو نمود واللہ صـ۷۷

تو اس بنیاد پر لازم آتا ہے کہ حضرت نے جو دو مرتبہ یا تین مرتبہ اس طرح تاکیدی عہد وپیمان کیا تھا انصار سے وہ سب بلا حکم ورضائے خدا تھا عالم تھا کہ جب سب معاہدہ ختم ہو چکا تب درگاہ صمدیت کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور خدا نے بھی معاذ اللہ شاید اسی کی سزا مین

یہ کیا کہ ایسا خواب دکھایا جس سے آپ متردد رہے اور یہ نہ معلوم ہوا کیا حکم باری ہو۔
اور یہ حکمت جو نکالی ہے کہ ہمان عزیز کو مختلف مقامات دکھائے جاتے ہین تو یہ اور بھی عجیب
ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو ایسے مقام پر جہان اوس عزیز ہمان نے کوئی وعدہ پہلے
سے نہ کیا ہو اور یہان تو تین سال کا معاہدہ ہے کہ وہ مہمان عزیز صدہا مسلمانون سے معاہدہ
کر رہا ہے اور پھر ایسا خواب دکھایا جاتا ہے جس سے اوس مہمان عزیز کی دروغ گوئی ظاہر ہو
تیسری وجہ اور بھی لغو ہے کہ حضرت کو چونکہ خواب دکھایا گیا اسی لئے ایسا اختلاف ہوا کیونکہ
بالفرض اگر خواب دکھایا گیا تھا اور وہ خواب صاف نہ تھا تو حضرت نے اوس مقام کو کیون نہ
معین کیا جسکا آپ معاہدہ کر چکے تھے۔ کیونکہ اوصاف تو مشترک تھے۔ پھر بلا وجہ یمامہ اور
قنسرین کا کیون نام لیا۔ کیا حضرت کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ انصار سے مدینہ کے آنے کا
وعدہ کر چکے ہین خدا نے یہ خواب اوسی کیلئے دکھایا ہے۔

غرض جہانتک غور کیجئے یہ روایت بالکل وضعی اور غلط ہے کہ حضرت نے کبھی اس
طرح کا تردد ظاہر کیا ہو۔ یا بعد عہد وپیمان انصار آپنے درگاہ احدیت مین رجوع کیا ہو۔
کیونکہ یہ سب امور تعلیم جناب باری آپکو پہلے سے معلوم تھے اور جو کچھ کہا اوسکے حکم سے۔

ابن حجر۔ اور شیخ صاحب نے اس اختلاف بیان کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ حضرت
کو بذریعہ رویا (خواب) اس کا علم ہوا تھا۔ اسلئے اختلاف ہوا مگر افسوس خود بخاری کی ابتدائے
حدیث مین یہ فقرہ موجود ہے اول ما بدی بہ رسول اللہ من الوحی الرویا الصالحہ
فکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح ص۲
یعنی ابتدائے وحی رسول اللہ صلعم خواب سے ہوئی تھی کہ جو خواب آپ دیکھتے تھے اوس کی
تعبیر مثل صبح نمایان ہوتی تھی۔ پس تعجب ہے کہ ابتدا تو اس طرح ہو اور بارہ برس نبوت
کے گذرنے پر آپکا خواب ایسا ہو جائے کہ اوسکی تعبیر مین آپ کبھی بحرین کا نام لین۔ کبھی قنسرین
کا کبھی یمامہ کا کبھی ہجر کا جو آجتک محقق نہوا کہ یہ کہان ہے۔

کاش اسپر بھی غور کرتے کہ آپ ایسی تعبیر اوس وقت دے سکتے تھے کہ بحرین۔ یمامہ۔ ہجر۔ قنسرین
کو دیکھے ہوتے حالانکہ کسی تاریخ یا حدیث سے آپکا تشریف لیجانا ان مواقع مین معلوم نہین

ہوتا پھر آپنے بن دیکھے ایسی تعبیر کیونکر دی دی۔
اوس پر طرہ یہ کہ حدیث ابو موسی جس مین حضرت نے اپنی غلط فہمی کو ظاہر کیا ہے وہ بالکل منقطع ہے قال ابو موسی عن النبیؐ پھر ایسی حدیث لانا جو کسی طرح صحیح نہو کیسی غلطی ہے۔ اور اوس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت کو بھی غلط فہمی ہو جایا کرتی تھی کس طرح کی دیدہ دلیری ہے۔
ابن حجر اسکی شرح مین لکھتے ہین قولہ ابو موسی الخ یاتی شرحہ مستوفی فی غزوۃ احد صفحہ ۱۸ صد ۲۶۷ جلد ۳
یعنی اسکی شرح پوری طور سے غزوہ احد مین آئیگی۔ مگر افسوس غزوہ احد مین کہین اس حدیث کا پتہ نہین بجز اسکے کہ آخر باب مین یہ حدیث ہے حدثنی محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامۃ عن برید بن عبد اللہ بن ابی بردۃ عن ابی موسی اری عن النبیؐ قال رایت فی رویای انی ھززت سیفا فانقطع صدرہ فاذا ھو ما اصیب من المومنین یوم احد ثم ھززتہ اخری فعاد احسن ما کان فاذا ھو ما جاء اللہ من الفتح واجتماع المومنین ورایت فیھا بقرا واللہ خیر فاذا ھم المومنون یوم احد
یعنی ابو موسی سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا ہمنے خواب دیکھا کہ تلوار کھینچی ہے تو ابتدائے حصہ اوس کا ٹوٹ گیا۔ اس سے اشارہ اوسکی طرف کہ جو بروز احد واقع ہوا کہ مومنین پر مصیبت پڑی۔ دوبارہ کھینچا تو پہلے سے بہتر تھی۔ اشارہ ہے اوسکی طرف جو فتح حاصل ہوئی اور مومنین مجتمع ہوئے۔ اور ہمنے یہ بھی دیکھا تھا کہ گائے ذبح ہو رہی ہے اور خدا بہتر ہے کہ ناگاہ وہی مومنون ہین بروز احد۔
جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اوس روایت سے اس روایت کو کسی طرح کی مناسبت نہین۔ اگر ابن حجر نے اس روایت سے یہ ثابت کرنا چاہا ہو کہ روایت منقطع نہین ہے متصل ہے۔ کیونکہ بخاری نے غزوہ احد مین اسکو متصل لکھا ہے تو الحمد للہ کہ اس مین کسی طرح کامیابی نہین ہوئی۔ کیونکہ یہ روایت دوسری ہے اوس روایت کا مطلب دوسرا

ہم اور امام بخاری ۱۰ کا جواب

سنی ہے۔ پھر اسکے اتصال سے وہ کیونکر متصل ہو سکتی ہے اور اگر کوئی دوسری روایت ابو موسیٰ کی اوسی مضمون کی بخاری نے غزوہ احد مین لکھی ہے جو ہمین نہین ملی تو ممکن ہے۔ مگر انقطاع حدیث کا الزام کسی طرح رفع نہین ہو سکتا۔

شک بخاری۔ ہان یہ جدید فائدہ معلوم ہوا کہ بخاری صاحب نے اس روایت مین ایک دھوکھا بھی دیا ہے کیونکہ ابن حجر لکھتے ہین قوله اری عن النبی کذا فی الاصول اری وهو بضم الهمزة بمعنی اظن والقائل ذلك هو البخاری کانه شك هل سمع من شیخه صیغة الرفع ام لا وقد ذکر هذا العبارة فی هذا الحدیث فی علامات النبوة وفی التعبیر وغیرهما واخرجه مسلم وابو یعلی عن ابی کریب شیخ البخاری فلم یتردد فیه منه جلد یعنی اری بمعنی اظن ہے کہ گمان کرتے ہین اور قائل اسکے خود بخاری ہین گویا کہ شک ہوا اون کو کہ اپنے شیخ سے بصیغہ رفع سنا کہ نہین اور اس عبارت کو بخاری نے علامات النبوة اور باب التعبیر مین بھی لکھا ہے۔ اور مسلم نے اور ابو یعلی نے شیخ بخاری سے اسکو روایت کیا ہے مگر اوس مین کسی طرح تردد نہین کیا۔

اسپر بھی جو لوگ صحت صحیح بخاری کے قائل ہین اونکے نسبت بجز اسکے کیا کہا جاے کہ خدا اونپر رحم کرے کہ بخاری تو اس روایت کو بطور شک و تردد بیان کرتے ہین کہ ہم گمان کرتے ہین ابو موسیٰ نے خود رسول اللہ صلعم سے سنا اور اہلسنت اوسکو صحیح کہتے ہین کیا جس روایت مین خود راوی کو شک ہو کہ رسول اللہ صلعم سے سنا یا نہین۔ وہ کبھی صحیح ہو سکتی ہے۔

افسوس کہ ہمکو خیال اختصار مانع ہو رہا ہے جس سے زیادہ نہین لکھ سکتے مگر اسقدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ اس دو سطر کی روایت مین بھی بیحد اختلاف ہے دایت کو کشمیہنی ادیت پڑھتے ہین جو بہ لحاظ رویا مناسب ہے سفا عنی کشمیہنی مین سنفی ہے جو صحیح ہے فانقطع صدره ابن اسحق کی روایت مین فی ذباب سیفی ثلما ہے کہ دنبالہ مین تلوار کے سوراخ ہو گیا جسکی تاویل حضرت نے یہ دی تھی کہ ہمارے

خاندان سے کوئی قتل ہوگا چنانچہ واقع ہوا کہ حضرت حمزہ شہید ہوئے رایت فیہا بقراً
کہ گائے دیکھا۔ ایک مہمل سا جملہ ہے حالانکہ روایت عروہ میں بقرا تذبح ہے کہ گائے
کو ذبح ہوتے دیکھا واللہ خیر بھی مہمل فقرہ ہے خصوصاً اوس وقت میں کہ جب خواب کا
جزو مانا جائے ھذا من جملۃ الرویا کما جزم بہ عیاض وغیرہ کہ یہ بھی خواب کا
جملہ ہے جیسا کہ جزم کیا ہے عیاض وغیرہ نے۔

ابن حجر لکھتے ہیں فی روایۃ ابن اسحق وانی رایت واللہ خیرا رایت بقرا وھی اوضح
یعنی روایت ابن اسحق میں ہے کہ حضرت نے فرمایا ہمنے خواب دیکھا اور قسم خدا کی بہتر دیکھا
دیکھا بقر جس سے معلوم ہوا کہ بخاری نے اس حدیث کو کس طرح غارت کیا ہے۔

کیونکہ یہ آداب بیان خواب سے ہے کہ جب آدمی خواب بیان کرے تو کہے خیرا رایت کہ بہتر
دیکھا حضرت نے اوسی قاعدہ سے فرمایا واللہ خیرا رایت قسم خدا کی ہمنے بہتر دیکھا کیونکہ مشیت
خدا یونہی تھی۔ مگر بخاری نے اس طرح غارت کیا کہ کہا ورایت فیہا بقرا واللہ خیر جسکی
شرح نے شراح کو تھکا دیا۔

بقر کے معنی شق البطن ہے کہ پیٹ چاک کرنا۔ روایت بخاری میں محض بقر ہے کہ پیٹ
چاک ہونا جسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ محض چاک ہونا کوئی خواب میں نہیں دیکھ سکتا بلکہ کسی چیز
کا چاک ہونا دیکھے گا۔ اسی لئے روایت عروہ میں بقرا تذبح ہے کہ گائے کا پیٹ چاک کیا
جاتا ہے وعند احمد والنسائی وابن سعد من حدیث جابر بسند صحیح فی ھذا
الحدیث ورایت بقرا منحرۃ صنہ

یعنی امام احمد اور امام نسائی اور ابن سعد بسند صحیح جابر سے اسی حدیث میں روایت کرتے
ہیں کہ حضرت نے فرمایا خواب میں دیکھا گائے یا بیل کو ذبح کیا ہوا۔ پھر فرمائیے یہ کتاب
صحیح بخاری کیسی کتاب ہے جس میں ایک ایک روایت میں اتنے اغلاط اور شکوک
و اوہام ہیں۔

رجوع بہ اصل مطلب۔ یہ تقریر ضمناً تھی اسی لئے ہمنے بھی مختصرا لکھا کیونکہ روایت
ابوموسی کی نسبت ابن حجر نے کہا تھا کہ غزوہ احد میں اسکی تفصیل ہوگی لہذا دکھا دیا

کیا کیسی تفصیل ہے۔ کہ کسی طرح اوس روایت کا اتصال نہیں ثابت ہوا۔ اور ہر طرح اوسکی غلطی ثابت ہوئی کیونکہ رسول اللہ کے فہم اقدس میں کسی طرح کی غلطی ہونا محال ہو ولہ الحمد

اب بقیہ روایت سابقہ ملاحظہ ہو قولہ ویرجع عامۃ من کان یعنی جتنے لوگ حبشہ پہلے ہی گئے تھے وہ سب بھی واپس آگئے جسپر ابن حجر لکھتے ہیں معظمہم لا جمیعہم لان جعفرا ومن معہ تخلفوا بالحبشہ یعنی کل نہیں واپس آئے بلکہ اکثر کیونکہ حضرت جعفر اور اونکے ہمراہی رہ گئے۔ اس جملہ میں اسی قدر غلطی ہے کہ عامۃ کا لفظ لائے حالانکہ اکثر ہونا چاہیئے یا معظمہم کا۔

قولہ وھل ترجو ذلک بابی انت وامی یعنی حضرت نے جب ابوبکر کو روکا ہے تو ابوبکر نے کہا کیا آپکو بھی اسکی امید ہے۔ اس سے کس درجہ کی بے خبری نمایاں ہے کہ حضرت یہ سامان کر رہے ہیں کہ سبکو مدینہ بھیج رہے ہیں۔ مگر ابوبکر صاحب کو آپکی نسبت امید ہی نہیں کہ آپ بھی ہجرت فرمائینگے۔ اسپر انکے ایمان کی تعریف کی جاتی ہے سب واقعات پیش نظر ہیں کہ انصار مدینہ سے آرہے ہیں حضرت کی بیعت کر رہے ہیں اور آپ اون سے فرماتے ہیں۔ ہم عنقریب مدینہ آتے ہیں وہ وعدہ لیتے ہیں کہیں ایسا تو نہو گا کہ پھر آپ مکہ چلے آئیں حضرت اون کی تسکین دیرہے ہیں کہ ہرگز ایسا نہو گا مگر ابوبکر صاحب کو اسکی امید ہی نہیں کہ حضرت بھی کبھی مدینہ جائینگے تو کیا اسپر بھی کوئی دعوی کر سکتا ہے کہ ابوبکر کو حضرت کے ارشاد پر ایمان تھا۔

قولہ وعلف راحلتین کانتا عندہ ورق السمر وھو الخبط اربعۃ اشھر یعنی ابوبکر نے اپنے دونوں اونٹوں کو ببول کا پتہ کھلانا شروع کیا چار مہینہ تک۔ اس جملہ پر اتنے اعتراضات تو ابن حجر نے لکھے ہیں اولا کہ ورق سمر کی شرح زہری نے کی تھی خبط بخاری نے اوسکو بھی جزو روایت کر دیا حالانکہ یہ قول زہری ہے نہ قول عائشہ نہ قول عروہ ثانیا چار مہینہ کی مدت بیان کی کہ چار مہینہ تک اونٹ کو گھاس کھلاتے رہے وقد تقدم فی اول الباب ان بین العقبۃ الثانیۃ وبین ھجرتہ ستۃ اشھر او بعض

اصل نکتہ غور کرے آرا

ثم علی التحریر۔ یعنی پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ عقبہ ثانیہ اور ہجرت میں حضرت کے صرف دو ماہ اور چند روز کا فرق ہے۔ پھر چار مہینہ کہاں سے آگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ نے یا عروہ نے یا خود بخاری نے اس غرض سے کہ ابوبکر نے جو چوگنا دام لیا تھا او سکے لئے یہ اضافہ کیا کہ چار مہینہ کی مدت بنائی کیونکہ اگر دو مہینہ کا نام لیتے تو شاید شرم آتی کہ دوسو کے اونٹ کا دام نوسو کیونکر لیا۔

ثالثاً جب روایات اہلسنت سے ثابت ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے ابوبکر کا اونٹ نہیں لیا۔ بلکہ جناب امیرؑ نے بوقت ہجرت اونٹ خرید کیا تو یہ سب پیش بندی ہوا ہو جاتی ہے کیونکہ تفسیر درمنثور علامہ سیوطی میں ہے صفحہ ۲۴۷ جلد ۲ مطبوعہ مصر۔

فمکث ھو وابوبکر فی الغار ثلثۃ ایام یختلف الیہم بالطعام عامر بن فہیرۃ وعلی یجہزھم فاشتروا ثلاثۃ اباعیر من ابل البحرین واستاجر لھم دلیلا فلما کان بعض اللیل من اللیلۃ الثالثۃ اتاھم علی رض بالابل والدلیل فرکب رسول اللہ راحلتہ ورکب ابوبکر اخری فتوجھوا نحو المدینۃ وقد بعث قریش فی طلبہ۔

یعنی آنحضرت اور ابوبکر تین روز تک غار میں ٹھہرے رہے اور عامر بن فہیرہ کھانا اونکے لئے لاتا رہا اور علیؑ اوس کا سامان کرتے۔ بس تین اونٹ خرید اہل بحرین سے اور ایک راہ نما کو اجیر مقرر کیا جب تیسری رات کا کچھ حصہ گذرا تو حضرت علیؑ اونٹ اور راہ بر کو ساتھ لائے ایک اونٹ پر رسول اللہؐ سوار ہوئے اور دوسرے پر ابوبکر اور جانب مدینہ روانہ ہوئے اور قریش نے آپکی گرفتاری میں لوگوں کو بھیجا تھا۔

اس روایت نے تو ساری آرزوؤں کو بخاری کی خاک میں ملا دیا کیونکہ عائشہ کا تو یہ بیان تھا کہ ابوبکر نے چار مہینہ تک گھاس کھلایا تھا اونٹ کو اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ اونٹ کی خریداری بعد دخول غار ہوئی اور یہ اونٹ بحرین کے تھے اس روایت کے راوی ابن مردویہ اور ابونعیم ہیں جنکی جلالت قدر اور احادیث پر اطلاع بخاری سے زیادہ ہی ہے کم نہیں پھر بتلایئے صحیح بخاری کی روایت پر کیونکر

حضرت جناب امیرؑ

ایمان لایا جاسکتا ہے تاریخ طبری میں ہے صفحہ ۲۴۴ جلد ۲

وارسل الی بطعام واستاجر لی دلیلا لید لنی علی طریق المدینۃ و اشتری لی راحلۃ ثم مضی رسول اللہ واعمی اللہ ابصار الذین کانوا یرصدونہ عنہ د خرج علیہم رسول اللہ۔ یعنی جب آنحضرت جانب غار روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ سے کہا ہمکو کھانا بھیجا کرنا۔ اور ایک راہ نما اجیر کرنا جو مدینہ کی راہ پر لیچلے اور ایک سواری ہمارے لئے خرید لینا یہ کہکر حضرت روانہ ہوئے اور خدا نے کافروں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ پھر افسوس ہے کہ ان روایات صحیحہ کے مقابلہ میں بخاری اس قسم کی حدیثیں بنائیں۔

قولہ قال ابن شہاب قال عروہ اقول اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت دوپہر کے وقت ابوبکر کے یہاں تشریف لائے اور اس واقعہ کی اطلاع دی ابوبکر نے کہا ہمکو بھی ساتھ لیجئے حضرت نے منظور فرمایا۔ مگر افسوس خود ابن حجر اس حدیث کو پہلے لکھ چکے ہیں صفحہ ۱۸۵ جلد ۳ فتح الباری

ولابن عباس حدیث اٰخر لعلہ امس بالمراد اخرجہ احمد والحاکم من طریق عمرو بن میمون عنہ قال کان المشرکون یرمون علیاً وھم یظنون انہ النبی فجاء ابوبکر فقال یارسول اللہ فقال لہ علی انہ انطلق نحو بئر میمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار الحدیث واصلہ فی الترمذی والنسائی۔

یعنی ابن عباس کی دوسری روایت زیادہ مناسب ہے اس مقام سے جسکو احمد اور حاکم نے بطریق عمرو بن میمون روایت کیا ہے کہ بعد تشریف بری جناب رسالتمآب مشرکین حضرت علی پر پتھر برسا رہے تھے یہ سمجھکر کہ رسول اللہ لیٹے ہوئے ہیں کہ اتنے میں ابوبکر آئے اور جناب امیرؑ کو آنحضرت سمجھکر کہا یارسول اللہ صلعم تو حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہ تو بیر میمون کی طرف گئے تو بھی جاکر مل لے۔ ابوبکر ادھر روانہ ہوئے اور حضرت کے ساتھ داخل غار ہوئے الحدیث اور اصل اسکی ترمذی ونسائی میں ہے۔

حضرت ابوبکر بلا اذن رسول اللہ صلعم

اب کون ہے جو بتائے کہ اس روایت کے سامنے بخاری کی فسانہ تراشی کیا ہوئی۔
کیونکہ بخاری نے تو یہ سامان باندھا تھا اور اس طرح کا اہتمام دکھایا تھا اور حقیقت یہ ہے
کہ نہ حضرت نے ابوبکر کو کسی قسم کی اطلاع دی تھی نہ اون سے صلاح و مشورہ لیا تھا
یکایک راہی غار ہوئے کہ وہ اوسی طرح معمولی حیثیت سے آئے اور یہ بھی نہ سمجھے کہ
حضرت نے یہاں سے کہیں کوچ کیا۔ بلکہ جناب امیرؑ کو جو حضرت کی سبز چادر اوڑھے
ہوئے لیٹے تھے رسول اللہؐ سمجھا اور کہا یا رسول اللہ جس پر جناب امیرؑ نے فرمایا حضرت
تو تشریف لیگئے تو بھی جا۔
پس اگر اس سے کسی طرح کی فضیلت ابوبکر نکلتی ہے تو یہ جناب امیرؑ کا احسان ہے کہ حضرت
نے ابوبکر کو بھیجا جس طرح ولیعہد اپنے آقا اور ولی نعمت کیلئے سامان کرتا ہے ورنہ آنحضرت
نے تو ابوبکر کو اس رازداری کے قابل ہی نہ سمجھا تھا۔
ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں ہے صہ ۱۶۲
قال ابن عباس وشری علی نفسہ فلبس ثوب النبی ثم نام مکانہ قال
ابن عباس وکان المشرکون یرمون رسول اللہ فجاء ابوبکر و علی نائم
قال وابوبکر یحسب انہ رسول اللہ، قال فقال یا نبی اللہ قال لہ علی
ان نبی اللہ قد انطلق نحو بیر میمون فادرکہ فانطلق ابوبکر فدخل معہ
الغار قال وجعل علی رضی اللہ یرمی بالحجارۃ کما کان النبی وھو یتضور۔
یعنی حضرت علی نے اپنی جان بیچ ڈالا تھا اور رسول اللہ کی چادر اوڑھے ہوئے سو رہے
تھے اور مشرکون پتھر برسا رہے تھے کہ ابوبکر آئے اور اونھوں نے گمان کیا کہ حضرت ہی
سوے ہیں کہا یا نبی اللہ تو جناب امیرؑ نے فرمایا حضرت تو بیر میمون کی طرف تشریف
لیگئے تم بھی جاؤ۔ ابوبکر اودھر گئے اور حضرت کے ساتھ داخل غار ہوئے۔
دوسری روایت اس سے بھی زیادہ مطلب خیز ہے کیونکہ اوسی در منثور میں ہے
صہ ۲۴۲ جلد ۳
واخرج ابن مردویہ وابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس رض قال لما خرج

رسول اللہ من اللیل لحق بغار ثور قال وتبعہ ابو بکر فلما سمع رسول اللہ من خلفہ خاف ان یکون الطلب فلما رای ذلک ابو بکر تنحنح فلما سمع ذلک رسول اللہ عرفہ فقام لہ حتی تبعہ فاتیا الغار وعلی بابہ شجرۃ فبال فی اصلہا القائف ثم قال ما جاز صاحبکم الذی تطلبون ھذا المکان قال فعند ذلک حزن ابو بکر فقال لہ رسول اللہ لا تحزن ان اللہ معنا۔

یعنی جب حضرت شب کو مکان سے باہر نکلے اور قریب غار ثور پہونچے تو آپکے پیچھے ابو بکر بھی آرہے تھے حضرت نے جب ان کی چال دریافت کی تو خوف ہوا پکڑنے والا ہو ابو بکر نے تنحنح کیا تو حضرت نے انکو پہچانا اور کھڑے ہوگئے یہانتک کہ دونو ساتھ ہوئے اور غار میں داخل ہوئے۔ ادہر قریش نے حضرت کی طلبی میں بنی مدلج کے قائف کو بھیجا وہ غار تک آکر ٹھیر گیا اور دیکھا کہ در غار پر ایک درخت ہے اوسکے نیچے اوسنے پیشاب کیا اور کہا یہاں سے آگے نہیں بڑھے ہیں اوس وقت ابو بکر غمگین ہوئے اور حضرت نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔

اب اس روایت کو روایت بخاری سے ملائے تو صاف نتیجہ معلوم ہو کہ ابو بکر کی شرکت نہ حضرت کی مرضی سے ہوئی نہ آپکی اجازت سے بلکہ بلا اجازت آپکے پیچھے چلے ہیں اور حضرت نے انکو ایک کافر سمجھا کہ تعاقب میں آرہا ہے۔ پھر بخاری کا وہ سامان اور وہ بندش کیا ہوئی جو ایک طوفان باندھا تھا کہ اوس طرح حضرت دوپہر کو آئے اور اس طرح ابو بکر سے بات چیت کی اور صلاح و مشورہ ہوا۔

دوسری روایت اور بھی اوسی درمنثور میں ہے صہ۲۴۲

واخرج البیہقی فی الدلائل وابن عساکر عن حنبہ بن محصن العنبری قال قلت لعمر بن الخطاب انت خیر من ابی بکر فبکی وقال واللہ للیل من ابی بکر ویوم خیر من عمر ھل لک ان احدثک بلیلتہ ویومہ قال قلت نعم یا امیر المومنین قال اما لیلتہ فلما خرج رسول اللہ ھاربا من مکۃ خرج لیلا فتبعہ ابو بکر فجعل یمشی مرۃ امامہ ومرۃ خلفہ ومرۃ عن یمینہ و

مرۃ عن یسارہ۔

یعنی بیہقی وابن عساکر ضبہ بن محیص عبری سے روایت کرتے ہیں کہ ہمنے عمر سے کہا تو بہتر ہے ابو بکر سے تو عمر رونے لگے اور کہا قسم خدا کی ابو بکر کی ایک رات اور ایک دن بہتر ہے عمر سے رات تو وہ کہ جس شب کو حضرت مکہ سے بھاگے ہیں تو ابو بکر نے آپکا تعاقب کیا اور آگے پیچھے دہنے بائیں چلنے لگے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ روایت بخاری غلط ہے ابو بکر صاحب حضرت کے ساتھ آپکے حکم یا اجازت یا مرضی سے نہیں نکلے تھے بلکہ خود سے حضرت کا تعاقب کیا۔

تیسری روایت تاریخ طبری میں ہے ص۲۴۳ جلد ۲

ان ابا بکر اتی علیا فسالہ عن نبی اللہ فاخبرہ انہ لحق بالغار من ثور و قال ان کان لک فیہ حاجۃ فالحقہ فخرج ابو بکر مسرعا فلحق نبی اللہ فی الطریق فسمع رسول اللہ جرس ابی بکر فی ظلمۃ اللیل فحسبہ من المشرکین فاسرع رسول اللہ المشی فانقطع قبال نعلہ ففلق ابہامہ حجر فکثر دمھا واسرع السعی فخاف ابو بکر ان یشق علی رسول اللہ فرفع صوتہ وتکلم فعرفہ رسول اللہ ص فقام حتی اتاہ فانطلقا ورجل رسول اللہ تستن دما حتی انتھی الی الغار مع الصبح۔

یعنی ابو بکر حضرت علی کے پاس آئے اور رسول اللہ کا حال دریافت کیا حضرت نے کہا آپ طرف غار ثور کے تشریف لیگئے اگر تمکو کچھ مطلب ہو تو جا کر ملجاؤ۔ ابو بکر جلدی سے نکلے جب حضرت کو آہٹ معلوم ہوئی تو آپنے انکو بھی ایک کافر سمجھا اور دوڑنے لگے یہاں تک کہ بند نعل ٹوٹ گیا اور حضرت کا انگوٹھا شگافتہ ہوا جس سے بہت سا خون بہا مگر اسکے ساتھ بھی حضرت دوڑتے جاتے تھے تب ابو بکر کو اس کا خوف ہوا کہ حضرت کو زیادہ تکلیف نہو۔ تو ابو بکر نے آواز بلند کی اور حضرت پہچان کر کھڑے ہو گئے یہانتک کہ ابو بکر بھی آگئے اور ساتھ چلے اور رسول اللہ ص کے پیر سے خون جاری تھا یہانتک کہ صبح ہوتے غار

میں پہونچے۔
افسوس کہ بخاری نے اصلی واقعہ چھپانے کو کیسی روایت بنائی جو کسی قاعدہ سے درست نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ وقت حضرت پر انتہائے مصیبت کا تھا کہ ایک طرف ظلم کفار سے خود بہ تنگ تھے۔ دوسری طرف یہ سامان ہو رہا ہے کہ حضرت قتل کئے جائیں پانچ قبیلہ کے لوگ منتخب ہوئے ہیں حضرت کے مکان کا محاصرہ ہوا ہے اوس وقت اسکی کہاں فرصت تھی کہ حضرت یہ سامان کرتے اور ابوبکر کے گھر جاتے اور یہ اہتمام فرماتے کیونکہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے صلہ ۳۸
فاتی جبرئیل النبیؐ واخبرہ بذلک وامرہ ان لایبیت فی مضجعہ الذی کان یبیت فیہ فاذن اللہ لہ عند ذلک بالخروج الی المدینۃ فامر رسول اللہ علی بن ابیطالب ان ینام فی مضجعہ وقال لہ اتشح ببردی ھذا فانہ لن یخلص الیک منہم شی تکرھہ ثم خرج رسول اللہ فاخذ قبضۃ من تراب فاخذ اللہ ابصارھم عنہ فجعل ینثر التراب علی رؤسہم وھو یقرء انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا الی قولہ فھم لایبصرون ۔
یعنی جب کفار نے وہ مشورہ کیا تو حضرت جبرئیل نے آکر خبر دی اور کہا آج کی شب یہاں نہ خواب کیجئے۔ پس خدا نے آپکو اس وقت اجازت دی کہ مدینہ تشریف لیجائیں اوس وقت حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو حکم دیا کہ ہماری خواب گاہ پر سو رہو اور یہ چادر ہماری اوڑھ لو تمکو کچھ مکروہ اون سے نہ پہونچے گا۔ پھر حضرت وہاں سے باہر نکلے اور ایک مٹھی خاک کی اونپر ڈالی اور خدا نے اونکی آنکھوں کو اندھا کر دی اور آپ آیہ انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا کی اوس وقت تلاوت فرما رہے تھے۔
اس روایت میں آپ غور کر سکتے ہیں کہ حضرت کو قبل سے اسکی نہ اجازت تھی نہ اطلاع بلکہ حکم ہوتا ہے کہ تم آج رات کو یہاں خواب نہ کرو نکل جاؤ پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت دوپہر کو ابوبکر کے گھر جاتے اور اسقدر طولانی قصہ ہوتا جو بخاری میں درج ہے۔
افسوس کہ جو واقعہ قرآن مجید میں بایں صراحت مذکور ہو اوسکو بھی بخاری نے اس تنگ

آمیزی سے بیان کیا ہے کہ فسانہ عجائب بھی اوسکے سامنے مات ہو کیونکہ خدا اس واقعہ کو سورہ انفال میں باین الفاظ بیان کرتا ہے واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین جس وقت کافر لوگ تجسے مکر کرتے تھے کہ قید کریں۔ یا قتل کریں۔ یا نکال دیں اور وہ مکر کرتے تھے اور خدا اونکے مکر کا جواب دیتا تھا اور وہ بہتر جواب دینے والا ہے ماکرین کا۔

پس جبکہ خداوند عالم اس ترکیب کو اونکے مکر کے جواب میں کر رہا ہے تو اس میں اسکی کہاں گنجایش کہ اسقدر وقفہ ہو کہ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر کے گھر جائیں اور اس طرح کا سامان ہو۔ بلکہ اس کا مقتضا تو وہی قدر ہے جو معالم التنزیل سے گذرا کہ حضرت جناب امیر کو اپنی سبز چادر اوڑھاکر نکل کھڑے ہوے وخلف علیاً بمکۃ حتی یودی عنہ الودایع التی قبلہا وکانت الودایع تودع عندہ لصدقہ وامانتہ وبات المشرکون یحرسون علیا فی فراش رسول اللہ یحسبون انہ النبی فلما اصبحوا ثاروا الیہ فرأو علیاً فقال این صاحبک قال لا ادری فاقتفوا اثرہ وارسلوا فی طلبہ فلما بلغوا الغار رأوا علی بابہ نسج العنکبوت فقالوا لو دخلہ لو یکن نسج العنکبوت علی بابہ فمکث فیہ ثلاثۃ ایام ثم قدم المدینۃ فذلک قولہ تعالیٰ واذ یمکر بک الذین کفروا۔ معالم التنزیل ط۳۳

اور حضرت علیؑ کو اپنا قائم مقام کیا کہ جو امانتیں حضرت کے پاس لوگوں کی تھیں اونکو ادا کریں کیونکہ حضرت کے صدق وامانت سے لوگ اپنی امانتیں آنکے پاس رکھوایا کرتے۔ اور مشرکون حضرت علیؑ کا پہرہ دیرہے تھے فرش رسول اللہ صپر اور گمان کرتے تھے کہ یہی نبی خدا ہیں۔ جب صبح ہوئی سب ادہر متوجہ ہوے تو دیکھا کہ علیؑ ہیں پوچھا تمھارے صاحب کیا ہوے کہا ہم نہیں جانتے۔ تو سب حضرت کا نشان لگاتے ہوے چلے اور لوگوں کو حضرت کی طلب میں روانہ کیا جب در غار تک پھونچے تو دیکھا اوسکے دروازہ پر عنکبوت کا جالا گھرا ہے کہا کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو عنکبوت اسپر گھر نہ بناتا حضرت تین روز اوس میں رہے اسی کی طرف اشارہ ہے آیہ واذ یمکر بک الذین کفروا میں۔

اب ناظرین با انصاف اصل واقعہ کو قرآن مجید اور اوسکی تفسیروں میں دیکھیں اور پھر بخاری کی فسانہ سازی کو کہ کس طرح اصل واقعہ کو چھپایا ہے اور فضیلت ابو بکر کیلئے یہ مصنوعی قصہ بنایا ہے او جناب امیرؑ کا مطلق ذکر نہ کیا حالانکہ جو کچھ واقعہ ہے اوس میں یا رسول اللہؐ کا نام ہے یا جناب امیرؑ کا۔

نزول آیہ ومن الناس من یشری نفسہ

تفسیر کبیر میں ہے بذیل تفسیر آیہ ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد کہ بعض آدمیوں سے وہ ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی نفس کو مرضات خدا کیلئے اور خدا رؤف ہے عباد کے ساتھ نزلت فی علی بن ابیطالب بات علی فراش رسول اللہ لیلۃ خروجہ الی الغار ویروی انہ نام علی فراشہ قام جبرئیل عند راسہ ومیکائیل عند رجلیہ وجبرئیل ینادی بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یباھی اللہ بک الملئکۃ ونزلت الایۃ صفحہ ۲۸۹ جلد ۲

یعنی جناب امیرؑ جب فرش رسول اللہؐ پر بوقت ہجرت آنحضرت سوے ہیں تو یہ آیہ نازل ہوا حضرت جبرئیل آپکے سرھانے تھے اور میکائیل جانب پیر اور جبرئیل ندا کرتے تھے مبارک ہو مبارک کون ہے مثل تیرا اے پسر ابوطالب کہ خدا تیری ذات سے مباہات کرتا ہے ملئکہ پر۔

بہر حال ہماری غرض یہاں ذکر فضائل و مناقب جناب امیرؑ نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ بخاری صاحب کیسے دیانتدار اور ایماندار تھے کہ جو واقعہ متواترات سے ہے اور جسپر سارے قصہ ہجرت کا دار و مدار ہے اوسکو تو اس طرح ہضم کر ڈالا اور جو واقعہ سراسر خلاف واقع ہے اوس میں کس طرح فسانہ نگاری کی۔

قولہ قال ابن شہاب اقول یہاں سے دوسری روایت شروع ہوئی مگر اسناد مذارد کہ بخاری نے کیونکر اون سے سنا اسپر ابن حجر لکھتے ہیں بالاسناد المذکور یعنی اوسی اسناد سے جو پہلے مذکور ہوئی مگر اسپر کوئی دلیل نہیں لائے کیونکہ جب عادت بخاری معلوم ہے کہ وہ مقطوعاً بھی لایا کرتے ہیں تو کیونکر کہہ سکتے ہیں بالاسناد المذکور اولا حالانکہ خود لکھتے وقد افرد ہ ابن عائذ فی المغازی من طریق الولید

بن محمد عن الزهری کہ عائذ نے مغازی میں اسکو بطور افراد ذکر کیا ہے بواسطہ محمد بن ولید زہری سے اور یہاں راوی دوسرا ہے۔

قولہ انما ھم اھلک سب آپکے اہل ہیں۔ اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عائشہ تو آپکی زوجیت میں آچکی تھیں مگر اسما بنت ابوبکر کیونکر حضرت کے اہل میں داخل ہوسکتی ہیں روایت ہشام بن عروہ میں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر نے کہا ھما ابنتای کہ یہ دونوں ہماری لڑکیاں ہیں پھر بتایئے روایت بخاری صحیح ہے یا وہ روایت۔

قولہ قال ابوبکر فخذ بابی انت یا رسول اللہ ص کہ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہمارے دونوں اونٹوں میں سے ایک اونٹ لے لیجئے مگر ہم اسکی تحقیقات پہلے لکھ چکے ہیں کہ نہ حضرت نے ابوبکر کا اونٹ لیا نہ اسکی کوئی گفتگو آئی۔ بلکہ حضرت نے روانگی کے وقت جناب امیر سے کہا تھا کہ ہمارے لئے اونٹ خرید نا اور تیسرے روز اونٹ خرید کر جناب امیر لائے۔ پھر اس فسانہ ترازی سے کیا حاصل۔

ابن حجر لکھتے ہیں زاد ابن اسحق قال لا ارکب بعیرا لیس ھو لی قال فھو لک قال لہ ولکن بالثمن الذی ابتعتہا بہ قال اخذتہا بکذا وکذا قال اخذتہا بذلک۔

ابن اسحق نے یہ زیادہ کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم ایسے اونٹ پر نہ سوار ہونگے جو ہمارا مال نہو تو ابوبکر نے کہا وہ آپ ہی کا ہے حضرت نے فرمایا بشرطیکہ وہ قیمت لو جس قیمت پر تمنے لیا ہے ابوبکر نے کہا ہمنے اس قیمت کو لیا ہے حضرت نے فرمایا ہمنے اس قیمت پر لیا۔

دوسری روایت طبرانی ہے اسما بنت عمیس سے کہ حضرت نے فرمایا ہم بقیمت لے سکتے ہیں ابوبکر نے کہا اگر چاہیئے تو قیمت دیجئے۔ واقدی کا قول ہے کہ قیمت آٹھ سو ہوئی اور یہ وہی اونٹنی ہے جسکا نام ناقہ قصوی ہے نعم بنی قشیر سے جو بعد حضرت زندہ رہی ابن اسحق نے کہا ہے کہ وہ ناقہ جذعا تھا جو اہل بنی حریش سے

تھی۔ ابن حبان بھی یہی روایات لاتے ہیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے ابوبکر را دو شتر بود کہ بچہار صد درم و در روایتے ہشتصد خریدہ و مدت چہار ماہ آنرا علف دادہ فربہ ساختہ نگاہداشتہ بود ہر دو راپیش آورد تا یکے را آنحضرت قبول فرماید فرمود قبول کردم ولیکن بشرط ابتیاع پس بہ نہصد درم آں ناقہ را از ابوبکر صدیق بخرید و ما نا کہ حکمت در خریدن ناقہ از ابوبکر صدیق باوجود نہایت صدق او و ادعائے اتحاد و سابقاً انفاق ابوبکر اموال کثیر را بر آنحضرت آں بود کہ بخواست کہ در راہ خدا استمداد و استعانت از کسے جوید چنانچہ خلاصہ اشارہ آیہ لانشرک بعبادۃ ربہ احدا و ران ناظر است صفحہ جلد دوم

اگرچہ حقیقت اسکی تو ہم پہلے تفسیر درمنثور اور تاریخ طبری سے لکھ چکے ہیں کہ نہ ابوبکر کا اونٹ تھا نہ حضرت نے اوسکو خریدا بلکہ کل معاملہ جناب امیر نے کیا اونٹ بھی خریدا اور راہ نما بھی مقرر کیا۔

مگر یہ بھی عجب قدرت خدا ہے کہ بخاری نے ایسی روایت لکھدی جس سے ہمیشہ کیلئے رسول اللہ کو بار احسان ابوبکر سے سبکدوشی مل گئی کیونکہ ان حضرات اہلسنت نے نہ معلوم کسقدر انبار لگایا تھا ایسی احادیث کا جسکے بارسے آنحضرت کی روح اقدس کو کیسی کچھ تکلیف پہونچی تھی کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے جو رسول اس مصیبت میں گھر سے نکل رہا ہے مگر یہ گوارا نہیں کرتا کہ کسی کا اونٹ بلا قیمت یا مستعار لے۔ تو وہ رسول اوس حالت میں کہ مکہ میں باطمینان مقیم تھا۔ کب اسکو گوارا کرتا کہ کسی کا بار احسان لیتا چہ جائیکہ کسی رذیل کا۔

جس رسول نے اپنے عم نامدار کے بار احسان کو بھی اپنے ذمہ باقی رکھنا نہ جائز رکھا حالانکہ درحقیقت وہ کوئی بار نہ تھا۔ بلکہ بعد باپ کے وہ چچا کے فرائض سے ہے بھلا وہ ایسے اشخاص کا احسان کیونکر قبول کرسکتا تھا جو خود اپنی قوم میں نامعزز سمجھا جاتا۔

بہرحال جبکہ خود شیخ عبدالحق دہلوی کو اسکا اقرار ہے کہ حضرت نے نہ چاہا خدا کی

راہ میں کسی کی امداد و اعانت کو قبول کریں۔ اسی لئے ابوبکر سے بلا قیمت ناقہ نہ لیا۔ تو اوسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہرگز حضرت نے ابوبکر کو اپنے ساتھ نہیں لیا۔ کیونکہ ساتھ لیکر غار میں جانا یقینا منافی لانشرک بعبادۃ ربہ احدا ہے کیونکہ یہ تو ایسا شرک ہے جو مصداق ان الشرک لایغفر ہے کیونکہ جس امر کو خداوند عالم نے ایسے راز میں رکھا کہ بجز جبرئیل و رسول و علی دوسرے کا واقف ہونا بھی اوس نے ناپسند کیا اوسکے نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اوسکو اس طرح فاش کریں کہ سسرال جا کر سارے سسرے سبکو مطلع کردیں۔

اب تو خود بخاری صاحب کی بدولت اس روایت کی موضوعیت واضح ہو گئی کیونکہ جب بلا قیمت کسی کا اونٹ لینا اگرچہ عاریت ہی ہو منافی لایشرک بعبادۃ ربہ احدا ہے تو ایسے شخص کو بالقصد والارادہ ساتھ لینا جس سے خواہی نخواہی توجہ نفس میں فتور پڑے اعلی درجہ کی مخالفت آیہ مذکورہ ہے۔

بہرحال اسی کے ساتھ یہ قصہ بھی طے ہوا کہ ابوبکر صاحب نے کیونکر دوسو کا اونٹ نوسو پر بیچا اور جو شخص اسقدر نفع لے اوس سے کیا امید ہو سکتی ہے کیونکہ اصل قصہ ہی غلط ہے وہ وقت ہی ایسا نہ تھا جو حضرت کسی کو خبر دیتے یا کوئی کارروائی کرتے بجز اسکے کہ جناب امیر سے کہیں تم ہماری چادر اوڑھ کر سو رہو اور فلاں وقت اونٹ اور راہ نما لانا اسکے سوا کسی تدبیر کا موقع ہی نہ تھا عمدۃ القاری میں ہے فاتی جبرئیل رسول اللہ فقال لاتبت ھذہ اللیلۃ علی فراشک الذی کنت تبیت علیہ فلما کانت عتمۃ اللیل اجتمعوا علی بابہ یرصدونہ متی ینام فیثبون علیہ فلما رای رسول اللہ مکانہم قال لعلی بن ابیطالب نم علی فراشی فاخذ رسول اللہ حفنۃ من تراب فی یدہ فجعل ینثرۃ علی رؤسہم وھو یتلو ھذہ الایات ص۱۰ جلدہ

یعنی شب کے وقت حضرت جبرئیل نے آکر کہا آج اپنے فرش پر نہ سوئے جب تاریکی شب بڑھی تو کفار نے آپکے مکان پر ہجوم کرنا شروع کیا جب حضرت نے یہ دیکھا تو جناب

امیر سے کہا ہمارے فرش پر سو رہو۔ اور ایک مشت خاک لیکر اونکے سروں پر ڈالا کہ
وہ سب اندھے ہو گئے۔ پھر حضرت کو وقت کہاں تھا جو کسی دوسرے سے بات
چیت کرتے یا اونٹ کا دام کام۔
اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جس طرح ابو بکر کو ساتھ لے جانا مخالف لا تشرک بعبادۃ
ربہ احدا ہے۔ اوسی طرح جناب امیرؑ کی مشارکت بھی اوسکے خلاف ہے تو اوس کا
جواب یہ ہے کہ جناب امیرؑ کی کسی حالت پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حسب نص
قرآن جناب امیر نفس رسول ہیں تو حضرت جو حذ میں ہیں وہ سب افعال نفس سے
ہیں۔
دوسرے جناب امیرؑ کی کل خدمتوں کو تو خدا نے اپنا فعل قرار دیا کیونکہ آیہ واذ
یمکر بک الذین کفروا میں خدا نے ان امور کو اپنا مکر قرار دیا ہے صہ معالم التنزیل
تیسرے جناب امیرؑ کو حضرت ساتھ لیکر نہیں جاتے ہیں جس سے کہا جائے کہ حضرت
نے کسی کو عبادت میں شریک کیا بلکہ حضرت کی یہ خدمت مصدق لیطمئن قلبی ہوا
کہ حضرت باطمینان نفس و سکون قلب غار میں تشریف رکھتے کیونکہ حضرت کو ایک
طرف لوگوں کی اذیتوں کا خیال ہے۔ دوسری طرف اہل و عیال کا جس سے
آپ بالکل مطمئن اور فارغ البال ہیں۔
قولہ وصنعنا لہما سفرۃ فی جراب۔ یعنی ایک دسترخوان میں آنحضرت اور
ابو بکر کیلئے توشہ سفر مہیا کیا۔ اس میں یہ غلط ہے کہ حضرت کیلئے اونھوں نے کچھ
توشہ درست کیا ہو کیونکہ سابقاً تاریخ طبری سے مذکور ہوا کہ جناب امیر سے حضرت
فرما گئے تھے وارسل الی بطعام واستاجر لی دلیلا
اور پھر تفسیر درمنثور میں بھی ہے وعلی یجھزھم کہ جناب امیرؑ کل امور کا سامان
کرتے تھے۔ پھر یہ سسرالی مطبخ کیوں گرم کیا جاتا ہے۔
ہاں واقدی جو اس خاندان کا قدیم نمک خوار ہے وہ کہتا ہے اس سفرہ میں بکری
کا بھنا گوشت تھا۔ اگر نمک کے ساتھ تھا تو یقیناً مزہ دار تھا۔

قولہ ذات النطاق یہ خطاب اسماء بنت ابوبکر ہے جسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ انھوں نے اپنا ازار بند پھاڑ کر سفرہ کو باندھا تھا ایک سرے سے مشک کا منہ باندھا دوسری طرف سے دسترخوان کا۔ مگر یہ ساری نوازشیں محض اس واقعہ کی اہمیت کیلئے ہے ورنہ ہم ثابت کر چکے ہیں طعام جناب امیرؑ بھیجتے تھے۔ عائشہ وغیرہ نے اگر کچھ بھیجا تھا تو اپنے باپ کیلئے نہ آنحضرت کیلئے بلکہ اسکے لئے ہی نہیں ہوا ہی بات ہم
قولہ ثم لحق رسول اللہ وابوبکر یعنی آنحضرت اور ابوبکر درغار تک پہونچے۔
اسپر یہ اضافہ کیا گیا ہے فتح الباری میں ہے ذکر الواقدی انہما خرجا من خوخہ فی ظہر بیت ابی بکر یعنی واقدی کا بیان ہے کہ حضرت اور ابوبکر ابوبکر کے خوخہ سے نکلے جو پشت کی جانب ابوبکر کے مکان میں تھا۔
اب ان سے کون پوچھے کہ حکم تو آتا ہے شبکو کہ تم اپنی خوابگاہ پر نہ سوو فوراً چلے جاؤ آپ سورۂ یسین کی تلاوت کرتے ہوے کفار کی آنکھ بچا کر نکلتے ہیں۔ اور ابوبکر آپکا تعاقب کئے چلے آتے ہیں۔ پھر خوخہ سے نکلنے اور ابوبکر کے گھر جانے سے کیا نسبت۔

واقعہ خوخہ ایک طولانی واقعہ ہے جو آیندہ مذکور ہوگا کہ ابوبکر کے لئے مسجد رسول اللہ میں ایک وضعی خوخہ بنایا گیا وہی خوخہ ان لوگوں کو ایسا یاد ہو گیا ہے کہ ہر جگہ ایک خوخہ تیار ہو جاتا ہے کہاں تو وہ مدینہ میں خوخہ تھا۔ اب یہ مکہ میں بنا دیا گیا۔
مدارج النبوۃ میں ہے وغیر از علی و آل ابی بکر کسی برآں مطلع نبود۔ پس برآمد آں حضرت وابوبکر شباشب از راہ دریچہ کہ در نصیب خانہ ابوبکر بود والان آں مکان کہ دریچہ نیز دراں ساختہ اند استادہ است یزار و یتبرک منہ"
بہر حال چونکہ تفصیل ان امور کی پہلے مذکور ہو چکی ہے لہذا دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ابوبکر کی لاعلمی کا تو یہ حال تھا کہ جناب امیرؑ کو فرش خواب رسول پر سویا ہوا دیکھکر پوچھتے ہیں یا نبی اللہ جسپر حضرت فرماتے ہیں۔ نبی اللہ جا چکے پھر یہ سب قصہ اگر وضعی نہیں تو کیا ہے کہ رسول اللہ اوس وقت ابوبکر کے گھر آتے

ہیں اور حوضہ کی راہ نکلتے ہیں۔ اور غار تک جاتے ہیں۔

جوش اسلامی ابن حجر۔ ابن حجر عسقلانی جس درجہ متعصب اور طرفدار صحت بخاری ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ مگر اس واقعہ نے اون کو بھی اظہار حق پر مجبور کردیا کیونکہ جب دیکھا کہ بخاری ابوبکر کے حالات میں بلاضرورت اسقدر دروغ گوئی کر رہے ہیں۔ تو مجبور ہوکر اصل واقعہ کو لکھدیا۔ چنانچہ لکھدیا۔

ووقع فی روایۃ ھشام بن عروۃ عند ابن حبان فرکبا حتی اتیا الغار فتواریا فیہ وذکر موسی بن عقبۃ عن ابن شہاب قال فرقد علی علی فراش رسول اللہ یوری عنہ وباتت قریش تختلف وتاتمر ایھم یھجم علی صاحب الفراش فیوثقہ حتی اصبحوا فاذا ھم بعلی فسالوہ فقال لا علم لی فعلموا انہ فر منھم وذکر ابن اسحق نحوہ وزاد ان جبرئیل امرہ ان لا یبیت علی فراشہ فدعا علیا فامرہ ان یبیت علی فراشہ ویسجی ببردہ الاخضر ففعل ثم خرج النبی علی القوم ومعہ حفنۃ من تراب فجعل ینثرھا علی رؤسہم وھو یقرء یسین الی فھم لا یبصرون وذکر احمد من حدیث ابن عباس باسناد حسن فی قولہ تعالی واذ یمکربک الذین کفروا الآیۃ قال تشاورت قریش لیلۃ بمکۃ فقال بعضھم اذا اصبح فاثبتوہ بالوثاق یریدون النبی وقال بعضھم بل اقتلوہ وقال بعضھم بل اخرجوہ فاطلع اللہ نبیہ علی ذلک فبات علیؑ علی فراش النبی تلک اللیلۃ وخرج النبی حتی لحق بالغار وبات المشرکون یحرسون علیاً یحسبونہ النبی یعنی ینتظرونہ حتی یقوم فیفعلون بہ ما اتفقوا علیہ فلما اصبحوا وراوا علیا رد اللہ مکرھم فقالوا این صاحبک ھذا قال لا ادری فاقتصوا اثرہ فلما بلغوا الجبل اختلط علیھم فصعدوا الجبل فمروا بالغار فراوا علی بابہ نسج العنکبوت فقالوا لو دخل ھھنا لم یکن نسج العنکبوت علی بابہ فمکث فیہ

ثلاث لیال۔ وذکر نحو ذلک موسیٰ بن عقبہ عن الزہری قال مکث رسول اللہ صلعم
بعد الحج بقیہ ذی الحجہ والمحرم وصفر ثم ان مشرکی قریش اجتمعوا فذکر الحدیث
وفیہ وبات علی علیٰ فراش النبی یوری عنہ وباتت قریش یختلفون ویاتمرون
ایھم یہجم علی صاحب الفراش فیوثقہ فلما اصبحوا اذا ھو بعلی وقال فی اخرہ
فخرجوا فی کل وجہ یطلبون صـــ ۴۷۲

اگرچہ اس مضمون کی روایتیں پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ مگر ہم نے ابن حجر کے کلام سے اسلئے نقل کیا کہ معلوم ہو یہ حدیث بہ نسبت روایت صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے کیونکہ متواتر ہے اور ابن حجر نے جو موسیٰ بن عقبہ۔ ابن اسحٰق۔ احمد بن حنبل کی روایتوں سے اس حدیث کو نقل کیا۔ اسی غرض سے کہ حرفت بخاری کو کھولیں کہ ایسی روایت مشہور کو بخاری نے نہ لکھا۔

بخاری عشق ابوبکر میں ایسا سرشار ہیں کہ نہ قصہ خواب جناب امیر کو لکھ رہے ہیں نہ اس واقعہ کو کہ حضرت جب داخل غار ہوئے تو کس طرح مکڑیوں نے جال تنا ہے جیسا ابن حجر کو مسند ابوبکر مصنفہ ابوبکر بن علی مروزی۔ اور واقدی سے درست کرنا پڑا۔ پھر بتائیے یہ صحیح بخاری کیسی کتاب ہے کہ اصلی واقعات کو اس طرح چھپاتے ہیں اور غلط واقعات کو صحیح دکھلاتے ہیں۔

قولہ فیہ ثلاث لیال یعنی دونوں صاحب تین روز تک غار میں چھپے رہے

ابن حجر لکھتے ہیں روایۃ عروہ بن الزبیر میں دو ہی راتیں ہیں تو معلوم ہوتا ہے پہلی رات کا حساب نہیں کیا۔ وروی احمد والحاکم من روایۃ طلحۃ النضری قال قال رسول اللہ صلعم لبثت مع صاحبی یعنی ابابکر فی الغار بضعۃ عشر یوما ما لنا طعام الا ثمر البریر یعنی خود آنحضرت سے روایت ہے کہ حضرت فرماتے ہیں ہم اپنے صاحب کے ساتھ یعنی ابوبکر کے ساتھ غار میں دس روز رہے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی بجز ثمر بریر کے درخت کا پھل (مجمع بحار الانوار صفحہ ۸۸ جلد اول۔

اس روایت نے اہلسنت میں وہ تہلکہ ڈالا ہے کہ پناہ بخدا کیونکہ ایک طرف روایت بخاری وہ ہے کہ عائشہ نے بتا بر ناشتہ طیار کیا تھا جسکی منسابت سے انکو اسماء بنت ابوبکر

کا کمربند پھاڑنا پڑا۔ دوسری طرف عامر بن فہیرہ غلام ابوبکر ہے جو بکریاں لاتا ہے اور دودھ دوھکر پلاتا ہے۔ تیسری طرف یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں دس روز تک ہمکو کوئی چیز کھانے کی نہ ملی۔ اسلئے تو حاکم نے فی الغار میں یہ تحریف کی فی الغار وفی الطریق بضعۃ عشر یوما کہ غار اور راہ میں ملا کر دس روز ہوے نہ صرف غار میں۔

مگر یہ تاویل بھی نہیں بنتی کیونکہ اوسی فتح الباری میں ہے قال الحاکم تواترت الاخبار ان خروجہ کان یوم الاثنین ودخولہ المدینۃ کان یوم الاثنین الا ان محمد بن موسی الخوارزمی قال انہ خرج من مکۃ یوم الخمیس یعنی امام حاکم کہتے ہیں کہ اخبار متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت دوشنبہ کو مکہ سے روانہ ہوے اور دوشنبہ ہی کو داخل مدینہ ہوے مگر محمد بن موسی خوارزمی کہتا ہے کہ حضرت بروز پنجشنبہ مکہ سے برآمد ہوئے۔

جو حسب احادیث متواترہ سفر حضرت ایک ہفتہ ہوتا ہے تو اوسکو بضعۃ عشر یوما کیونکر کہہ سکتے ہیں پھر وہی سب اعتراضات ہیں کہ عامر بن فہیرہ دودھ لایا کرتا تھا۔ فالذی یظہر انہا قصۃ اخری یعنی بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا قصہ ہے۔

مگر افسوس جب آپکو صحت اس روایت کی مسلم ہے تو پھر روایات صحیح بخاری کی موضوعیت کا کیوں نہیں اقرار کرتے جس میں بہ سرائی خلیفہ اول کیلئے یہ سب انتظام کیا گیا ہے ورنہ حالات جناب رسالتمآب میں وہ کون ایسا دس روز مل سکتا ہے جسکا حال مورخین کو نہیں معلوم جسکے نسبت آپ فرماتے ہیں انہا قصۃ اخری

ابن حجر کو یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ روایت صحیح بخاری منقطع ہے کیونکہ عائشہ کی روایت کا تعلق وہیں تک ہے کہ اسماء نے اپنا ازاربند کا ٹکڑ سفرہ بنایا۔ اسکے بعد کا واقعہ نہیں معلوم کس سے عائشہ نے سنا کیونکہ راوی کا نام ندارد ہے جس سے اس واقعہ کو بجز فسانہ اور کوئی خطاب نہیں مل سکتا بخلاف کلام رسول کہ خود حضرت کا ارشاد ہے دس روز تک بجز ثمر بریر کچھ نہ ملا۔

اب دوسرا لطیفہ سنیئے کہ بخاری نے تو اس واقعہ کو روز ہجرت کا قرار دیا ہے مگر تاریخ خمیس میں ہے وفی سیرۃ ہشام اتاہما صاحبہما الذی استاجرا ببعیرہما وبعیر لہ واتتہما اسماء بنت ابوبکر بسفرتہا ونسیت ان تجعل لہا عصاما

قصہ سفرہ روز خروج از غار

فلما ارتحلا ذہبت لتعلق فاذا لیس فیہا عصام فحلت نطاقہا فجعلہا۔ عصاما ثم علقتہا بہ فکان یقال لاسماء بنت ابی بکر ذات النطاقین۔ ص ۲۲۷

کہ جب وہ وقت آیا کہ حضرت غار سے برآمد ہوں تو وہ راہ نما دونوں کا اونٹ اور اپنا اونٹ لیکر حاضر ہوا اور اسماء بنت ابوبکر بھی ناشتہ کا دسترخوان لائیں لٹکاتے وقت معلوم ہوا اسکا بند نہیں بندھا ہے تب آپنا ازار بند کھولکر اوس سے باندھا جس سے وہ ذات النطاقین کہلانے لگی۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ جو روایت بخاری نے لکھی تھی وہ غلط ہوئی یا نہ کیونکہ جب حضرت کو شباشب حکم ترک مکہ ملتا ہو تو اوس وقت یہ سامان کہاں ہو سکتا تھا بخلاف اسکے کہ جب وقت کوچ آیا تو البتہ ہو سکتا تھا بی بی اسماء ناشتہ لائی ہوں مگر تعجب ہے حضرت عائشہ نہ آئیں جو حضرت کے جمال جہاں آرا کی زیارت تو کر لیتیں۔

بہر حال ان روایتوں کو بخاری کی اور تاریخ خمیس کی لیکر اوس حدیث سے ملایئے جو خود آنحضرت فرماتے ہیں کہ دس روز تک ہمکو بجز ثمر بریر کچھ نہ ملا تو اور بھی نتیجہ صاف ہے۔

قولہ یبیت عندہما عبد اللہ بن ابی بکر یعنی عبد اللہ بن ابوبکر بھی غار میں ان دونوں کے ساتھ سویا کرتا۔ کہاں تو وہ کہا جاتا کہ ابوبکر کے سوا اور کسی کو خبر نہ تھی کہ غار میں رہتا مگر یہاں صاحبزادہ بلند اقبال بھی شبکو اوسی غار میں استراحت فرماتے ہیں۔

ایک روایت یہاں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ابوبکر پیچھے داہنے بائیں چلا کرتے۔ اور غار میں جاتے وقت کہا کہ ٹھہریے ہم اسکو صاف کردیں۔ مگر بخاری کو تو اسکی جرأت نہوئی کہ اس روایت کو درج صحیح کر سکیں۔ مگر ابن حجر نے لکھدیا۔ وہ بھی اس طرح کہ اس روایت کی رد بھی کردی کیونکہ لکھتے ہیں وفی دلائل النبوۃ للبیہقی من مرسل محمد بن سیرین اور پھر لکھا وذکر ابو القاسم البغوی من مرسل بن ابی ملیکہ کہ یہ روایت مرسل محمد بن سیرین سے ہے جسکا راوی اول صحابی یا رسول کوئی نہیں۔ بلکہ قول محمد بن سیرین ہے مگر نہ معلوم اسکو من موضوعات محمد بن سیرین کیوں نہ لکھا۔

قولہ واستاجر رسول اللہ وابوبکر رجلا۔ یعنی آنحضرت نے اور ابوبکر نے ملکر ایک

شخص کو راہبری کیلئے اجیر کیا۔

ابن حجر نے نام راہبر کی تحقیقات میں تو بڑا زور لگایا۔ مگر اسپر ایک حرف بھی نہ لکھا کہ آخر حضرت نے اور ابوبکر نے ایک کافر کو راہ نمائی کیلئے اجیر کیونکر مقرر کیا کیونکہ خود تو غار میں اس طرح مخفی ہیں کہ سانس بھی پوری نہیں لے سکتے پھر کسی کو اجیر کیونکر مقرر کر سکتے ہیں کسی کی آمدورفت وہاں کب ممکن ہے۔

لطف تو یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی بکر کی آمد بھی لکھتے ہیں اور عامر بن فہیرہ کی جس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ان دونوں کے ذریعہ سے کوئی اجیر مقرر کیا گیا ہو مگر بخاری صاحب ان خیالات کو دور کر کے لکھتے ہیں کہ خود رسول اللہ صنے اور ابوبکر نے اجیر کو مقرر کیا جسپر یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ ابوبکر صاحب پر ایسا اعتماد نہ تھا کہ تنہا اونپر اعتماد کیا جاتا۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ ابوبکر نے اجیر مقرر کیا عبد اللہ بن اریقط کو۔ اور وفاء الوفا میں ہے کہ ابوبکر گئے تھے اور اونھوں نے جاکر مقرر کیا اور اونٹ اوسکے حوالہ کیا کہ تین روز بعد غار پر لانا جسپر خود اعتراض کرتے ہیں کہ سیرۃ ابن ہشام میں بصیغہ تثنیہ ہے کہ رسول اللہ اور ابوبکر دونوں نے جاکر اجیر کیا ص۱۶۶ ج۳

مگر اصلیت کیا ہے وہی جو ہم پہلے لکھ چکے کہ حضرت نے روانگی کے وقت جناب امیرؑ سے کہدیا تھا ہمکو کھانا بھیجنا تیسرے روز اونٹ خرید کر اور ایک راہ نما لانا۔ اس اصلیت کے مٹانے کو بخاری صاحب نے اتنا بڑا افترا کیا جو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ حضرت کو اور ابوبکر کو غار میں بھی بناتے ہیں اور پھر اس طرح آزاد بھی کرتے ہیں کہ آپ نکلکر اون کفار سے ایک کافر کو اپنا راہ نما مقرر کریں۔

افسوس کہ نہ ابن حجر نے اس سے کچھ تعرض کیا نہ قسطلانی نے نہ عینی نے کہ کس طرح رسول اللہ صنے اور ابوبکر نے اوس کافر کو اجیر مقرر کیا حالانکہ یہ ایسا بدیہی اعتراض ہے جسکا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ وہ بھی ناصبیت و کذابیت بخاری سے واقف ہیں لہذا ایسے مواقع کو ہضم کر جاتے ہیں۔

ابن حجر وغیرہ نے اس راہ نما کا نام عبد اللہ بن ارقد لکھا ہے بعض نے اریقد بعض نے

اریقط اور بعض نے رقیط۔ مگر اسپر گویا سب کا اتفاق ہو کہ وہ اسلام نہیں لایا۔ اب جو لوگ فضیلت ابوبکر پر استدلال کرتے ہیں وہ غور کریں کہ ان کا درجہ بڑھایا اُس کافر کا کیونکہ ابوبکر پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا گیا بخلاف اس کافر کے جسپر ایسا اعتماد ہوا کہ اونٹ اوسکے حوالہ کئے گئے اور حضرت کا محل قیام بتایا گیا اور جناب امیر اوسکو شب کے وقت لائے۔

قولہ والخریت الماہر بالھدایۃ اصل روایت میں یہ ہو کہ آنحضرتؐ اور ابوبکر نے ایک شخص کو بنی دُئل سے جو بنی عبد بن عدی سے تھا ہادی اور راہ نما مقرر کیا [illegible] خریت بتایا تھا جسکی شرح میں زہری نے کہا تھا الخریت الماہر بالھدایۃ اسکو بھی بخاری صاحب نے جزو روایت بنا دیا یعنی کلام عائشہ۔ حالانکہ یہ کلام زہری ہو جو شرح میں بیان کرتے ہیں ابن حجر لکھتے ہیں ھو مدرج فی الخبر من کلام الزھری بینہ ابن سعد [illegible] ذالک فی روایۃ الاموی عن ابن اسحق قال ابن سعد وقال الاصمعی انما سمی خریتا لانہ یھتدی بمثل خریت الابرۃ ای ثقبہا وقال غیرہ قیل [illegible] لانہ یھتدی لاخرات المفازۃ وھی طرقہا الخفیہ۔

کہ یہ جملہ بھی مدرج ہو۔ کلام زہری سے ہو جسکو بیان کیا ہے ابن سعد نے [illegible] اموی میں جو ابن اسحق سے ہو۔ یہ جملہ نہیں ہو۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ کہا اصمعی نے [illegible] کہا کہ جس طرح سوئی کے سوراخ میں ڈورہ سیدھا جاتا ہو اوسکو خرت الابرۃ کہتے ہیں [illegible] یہ ماخوذ ہو۔ دوسرے کہتے ہیں چونکہ یہ اخرات مفازہ یعنی اوسکی مخفی راہ [illegible] ہوتا ہے اسلئے خریت کہا۔

جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے نہج البلاغہ میں ایک مقام پر جاحظ کو ماہر خریت لکھا تھا کہ اوسنے بھی یہی شرح کی ہو جسے بیان کیا۔ اسکو رشید الدین خاں نے دلیل توثیق و ایمان جاحظ قرار دیکر [illegible] جناب امیر تھا کہ سید رضی علیہ الرحمہ نے اوسکو ماہر خریت کہا۔ مگر معلوم نہیں کیا کہا جائیگا کہ ایک کافر ماہر خریت بتایا جاتا ہو اور پھر اوسکے اسلام کے نہیں قائل ہوتے۔

رشید الدین خاں جنکو اہلسنت رشید المتکلمین کا خطاب دیا ہو اپنی کتاب الخمس [illegible]

میں لکھتے ہیں جو بجواب علامہ سبحان علیخان صاحب مرحوم لکھی گئی یفضل بن روزبہان
شیرازی در ابطال الباطل بجواب اوائل مطلب اول از مطلب ثالث کہ در فضائل
خارجیہ حضرت امیر المومنین علی مرتضی علیہ السلام جاییکہ علامہ حلی گفتہ المطلب الاول فی
نسبہ لم یلحق احد امیر المومنین وفی شرف النسب کما قال نحن اهلبیت
لا یقاس بنا احد قال الجاحظ وهو من اعظم الناس عداوة لامیر المومنین
علیہ السلام صدق علی فی قولہ نحن اهلبیت لا یقاس بنا احد الخ میفرماید
اقول ما ذکر من کلام الجاحظ فصحیح لا شک فیہ الی آخر ما قال وانچہ علامہ حلی
ابو عثمان جاحظ معتزلی را اولا از اعاظم اعدائے حضرت امیر المومنین قرار دادہ من بعد فضائل
آنجناب را از رسالہ غرا او کہ در مناقب حضرت امیر المومنین بعبارات فصیحہ مشتملہ فضائل
صحیحہ و مزایائے صریحہ آنجناب تالیف کردہ است نقل نمودہ بمطالعہ آں ناظر ماہر را مے
سزد کہ انگشت حیرت بدندان گزد با آنکہ شریف رضی در نہج البلاغۃ بعد ذکر خطبہ کہ مصدر
است باینکہ یا ایها الناس انا قد اصبحنا فی دهر عنود وزمن شدید یعد فیہ المحسن مسیئا
ویزداد الظالم فیہ عتوا الخ فرمودہ قال الرضی ربما نسبها من لا علم لہ الی معویہ وهی کلام
امیر المومنین الذی لا یشک فیہ واین الذهب من الرغام والعذب من الاجاج وقد
دل علی ذلک الدلیل الخریت ونقدہ الناقد البصیر عمرو بن بحر الجاحظ
فانہ ذکر هذہ الخطبۃ فی کتاب البیان والتبیین وذکر من نسبها الی معویہ
ثم تکلم بعدها بکلام فی معناها الخ و این کلام شریف رضی است در دلیل ماہر
و ناقد بودن عمرو بن جاحظ بکلام حضرت امیر المومنین حتی کہ صاحب نہج البلاغہ بسبب ذکر
عمرو بن بحر جاحظ خطبہ مذکورہ را در کتاب بیان و تبیین منسوبا الی امیر المومنین حکم بودن ایں
از کلام حضرت امیر نمودہ بس شخصی را کہ در نقد کلام حضرت امیر المومنین مرضی نفس رضی بل دلیل
او باشد از اعظم اعدائے جناب امیر المومنین فرض کردن مادہ فاسدہ عناصر عداوت
است کہ بنائے انصاف ارباب میر ساند و ربع مربع معدلت را مصور بشکل صنوبری
نار بیگر داند و متاع صبر و طاقت را بدامن باد فنا می آویزد و آب روی صدق و راستی

برجا کہ مذلت می ریزد۔ وآنچہ جناب قاضی نوراللہ شوستری باوجود اعمال اغماض از رسالہ غرار او در مناقب سید الاولیا و حمل آں بر محمل مستغرب نزواز کیا واغیب اثبات علاوتش باجناب امیرالمومنین از قول او بہ اجراء میراث درامامت وصول آں بحضرت عباس دون علی بنابر حاصل کردن تقرب بمامون عباسی نمودہ در نظر حلی عجیب ترازادعائے علامہ حلی است چہ زعم جریان میراث درامامت بر تقدیر تسلیم وجود این زعم ازاں معتزلی خطا، نظر او است نہ مستلزم عداوت جناب امیرالمومنین علی زیرا کہ بنابرین زعم اکثر اوقات احب احباب از میراث محروم می شود و غیر محجوب آنرامی برد تا آخر کلام کما فی العبقات ص ۵۰۸ جلد اول مطبوعہ لدھیانہ

ہمارا مطلب اس طولانی عبارت رشید الدین خاں صاحب سے صرف اسقدر ہے کہ جو فقرہ بخاری نے زبانی حضرت عائشہ صفت میں اوس راہ نما کے لکھا جو جناب مع التماب کیلئے مقرر کیا گیا تھا ھادیا خریتا والخریت الماھر بالھدایۃ۔ وہی فقرہ تو جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے بھی تعریف میں جاحظ ناصبی کے لکھا۔ پھر کیا وجہ کہ وہ راہ نما اس فقرہ سے مسلمان نہ سمجھا جاوے۔ اور جاحظ اس فقرہ سے مومن موالی جناب امیرالمومنین سمجھا جائے ان ہذا الشئی عجاب۔

ہان کلام جناب سید رضی اور کلام عائشہ یا بخاری میں بھی فرق ہے کیونکہ جناب سید رضی علیہ الرحمہ جاحظ کو دلیل خریت لکھتے ہیں جس سے کسی طرح اسکی مدح نہیں نکلتی بجز راہ نمائی کے بخلاف کلام عائشہ کہ وہ اوس کافر کو ھادی خریت فرماتی ہیں۔ اور ہادی۔ و دلیل میں جو فرق ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ کسی پر مخفی رہ سکے کہ عائشہ نے اوسکو ہادی بنایا مگر اوسپر بھی وہ کافر ہی مانا جاتا ہے۔

کلام رشید الدین خاں صاحب کا جواب تفصیلی تو کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد اول میں اس شرح و بسط سے دیا گیا ہے کہ ہم اوسکا پورا ترجمہ بھی نہیں کر سکتے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۱ لغایت ص ۱۰۸ جلد اول

مگر اسقدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ افسوس رشید الدین خاں کو بھی یہ معلوم تھا کہ

یہی لفظ تو صحیح بخاری میں ایک کافر کے نسبت آچکا ہی پھر کیا وجہ ہے جو اوس سے اوسکا
اسلام نہیں ثابت کیا جاتا حالانکہ وہ قول عائشہ ہے اور یہ قول جناب سید رضی۔

افسوس اس قوم میں عناد جناب امیرؑ کا اسقدر مادہ بھرا ہوا ہے کہ شیعوں کے مقابلہ میں
جب آکر لکھتے ہیں تو اون کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ہمارے اسلاف اس شخص کو کیا لکھ چکے ہیں اور
ہم کیونکر اوسکو موالی یا محب اہلبیت طاہرین بنا سکتے ہیں۔

دیکھئے شاہ عبد العزیز صاحب جو آپکے اُستاد ہیں اس جاحظ کو کے مرتبہ ناصبی خارجی لکھ چکے ہیں
دیکھو تحفہ کے باب ہفتم میں جواب دلیل ششم کے حاشیہ پر لکھتے ہیں جو بجواب دلائل عقبہ امامت
جناب امیر لکھا ہے جاحظ معتزلی نیز ناصبی است کتابے دارد کہ دراں کتاب نقائص حضرت
امیر درج نمودہ بیشتر روایت او از نظام و ابراہیم است۔

جس سے بدیہی طور پر جاحظ کا ناصبی ہونا ظاہر ہی مگر رشید الدین خاں اسپر بھی اوسکو ناصبی
نہیں مانتے کیونکہ جناب سید رضی نے اوسکو دلیل خورت لکھا۔ ہاں یہاں شاہ صاحب کی
تحقیقات کی بھی داد دینا چاہیے کہ وہ نظام و ابراہیم کو دو شخص علحدہ سمجھتے ہیں حالانکہ ابراہیم
نام ہے اور نظام لقب ہے شخص واحد ہے

پھر کہ اوسی تحفہ کے باب ہفتم میں لکھتے ہیں باید دانست کہ مطاعن حضرت امیر در کتاب عبد
الحمید معتزلی ناصبی دو قسم یافتہ می شود قسمے آنست کہ نواصب متفرد اند بروایت آں و اہلسنت
و شیعہ کہ محبین آنجناب اند انکار آں می کنند و ایں قسم را اعتبار نیست۔ پھر جو شخص ایسا ناصبی ہو
کہ خود شاہ صاحب اوسکی ناصبیت کا اقرار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اوسنے مطاعن جناب امیر کو
جمع کیا ہو اوسکی ناصبیت سے رشید الدین خاں کا انکار معلوم کس قسم کی بات ہی۔

حاصل یہ جملہ معترضہ تھا جو بخاری کی حدیث ھادیا لخ کے متعلق اجمالاً لکھا گیا اب بقیہ
کی شرح ملاحظہ ہو مگر قبل اوسکے یہ لطیفہ ضروری ہے

تنبیہ الغافلین ذیل میں یہ واقعہ بھی قابل تذکرہ ہے تاریخ خمیس میں ہے ومما وقع لہم
فی الطریق انہ لما اقبل النبی صلی اللہ علیہ و آلہ الی المدینۃ وھو مردف ابابکر وابوبکر شیخ یعرف
والنبی شاب لا یعرف فیلقی الرجل ابابکر فیقول یا ابابکر من ھذا الذی بین

یدایک فیقول ھذا الذی یھدینی السبیل فیحسب السائل انہ یعنی بہ الطریق وانما یعنی سبیل الخیر و فی نہایہ ابن الاثیر لقیھما فی الھجرۃ رجل بکراع فقال من انتم فقال ابوبکر باغ وھاد عرض ببغاء الابل ای طلبہ وھدایۃ الطریق وھو یرید طلب الدین والھدایۃ من الضلالۃ ص ۲۷ جلد اول

یعنی حضرت اور ابوبکر اونٹ پر جارہے تھے تو ابوبکر کو چونکہ سب پہچانتے تھے اوسسے پوچھتے یہ کون شخص ہو تو وہ کہتے یہ راہ نما ہے جس سے سائل تو یہ سمجھتا کہ راہ نما بمعنی راہ نمائی ہے اور ابوبکر کا مطلب یہ تھا کہ یہ دین کے ہادی ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہو کہ ابوبکر نے کراع میں (جو مقام کا نام ہے) جواب دیا کہ ہم دونوں آدمیوں میں ایک باغی ہے ایک ہادی۔ باغی اونٹ کا طلبگار۔ ہادی راہ نما۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہو کہ سائل شخص واحد ہے اور یہاں کم سے کم چار آدمی ہیں۔ مگر ابوبکر پر اوس شخص واحد کا یہ اثر ہو کہ صاف نہیں کہہ سکتے حق کا اظہار ہی کرتے کہ کہتے یہ رسول اللہ ہیں بلکہ تقیہ کرتے ہیں پھر نہ معلوم شیعوں کے تقیہ پر کیا اعتراض ہوسکتا ہو۔

یہ روایت یھدینی الطریق خود صحیح بخاری میں بھی ہے جو دو تین حدیث کے بعد ہو اوسکی وجہ ابن حجر نے یہ لکھی ہو ان النبی ص قال لابی بکر الہ الناس عنی ص ۷۹ ج ۴

کہ لوگوں کو ہماری شناخت سے روکو۔ اس سے تقریر رسول اللہ ص کا تقیہ بھی ثابت ہوا دوسرا لطیفہ یہ ہو کہ خود اپنے اقرار سے وہ باغی ہیں اور چونکہ رسول اللہ ص نے اسپر انکار نہیں کیا لہذا تقریر ہوگی۔ تو حسب حدیث رسول اللہ ص ابوبکر باغی ہوے والحمد للہ۔

معجزہ عظیمہ خیمہ ام معبد چونکہ تاریخ خمیس میں اسی صفحہ میں یہ معجزہ بھی حضرت کا لکھا گیا ہو اسلئے اوس معجزہ کا ذکر یہاں مناسب ہے کیونکہ بخاری تو معجزات کو لکھتے ہی نہیں۔

وروی الزمخشری فی ربیع الابرار عن ھند بنت الجون نزل رسول اللہ ص خیمۃ خالتہا ام معبد فقام من رقدتہ فدعا بماء فغسل یدیہ ثم تمضمض ومج فی عوسجۃ الی جانب الخیمۃ فاصبحنا وھی کاعظم دوحۃ وجاءت بثمر کاعظم ما یکون فی لون الورس ورائحۃ العنبر وطعم الشھد ما

اکل منہا جایع الا شبع ولا ظمان الا روی ولا سقیم الا برئ ولا اکل من ورقہا بعیر ولا شاۃ الا در لبنہا فکنا نسمیہا المبارکۃ وینتابنا من البوادی من یستسقی بہا ویتزود منہا حتی اصبحنا ذات یوم وقد تساقط ثمرہا وصغر ورقہا ففزعنا فما راعنا الا نعی رسول اللہ صلعم - ثم انہا بعد ثلاثین سنۃ اصبحت ذات شوک من اسفلہا الی اعلاہا وتساقط ثمرہا وذہبت نضرتہا فما شعرنا الا بقتل امیر المومنین علی ع فما اثمرت بعد ذلک وکنا ننتفع بورقہا ثم اصبحنا واذا بہا قد نبع من ساقہا دم عبیط وقد ذبل ورقہا فبینما نحن فزعون مہمومون اذا اتانا خبر مقتل الحسین بن علی ویبست الشجرۃ علی اثر ذلک وذہبت والعجب کیف لم یشتہر امر ہذہ الشجرۃ کما اشتہر امر الشاۃ فی قصتہ ہی اعلی القصص صفحہ ۳۷۷ جلد اول

علامہ زمخشری ربیع الابرار میں ہند بنت جون سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جب اسکی خالہ ام معبد کے خیمہ میں اوترے تو حضرت کچھ خواب کے بعد بیدار ہوے اور پانی طلب کرکے ہاتھ دہویا اور مضمضہ کیا اور گوشہ خیمہ کی طرف ایک چھوٹا سا درخت کانٹے کا تھا اوسپر حضرت نے مضمضہ کا پانی ڈالا۔ دوسرے روز وہ ایک نہایت عظیم الشان درخت ہوگیا اور نہایت بڑے بڑے پھل اوس میں لگے جو ورس کے رنگ کا تھا (ایک پھل یا گھاس رنگنی کی ہوتی ہی) اوس سے عنبر کی خوشبو آتی تھی اور مزہ مثل شہد کے تھا جس سے اگر بھوکا کھاتا تو سیر ہوجاتا اور پیاسا سیراب ہوجاتا اور بیمار شفا پاتا اور اگر اونٹ یا بکری اوسکے پتے کھالیتی تو اوسکے دودہ بہت کثرت سے ہوتا ہم لوگ اوسکو مبارکہ کہتے اطراف وجوانب سے لوگ آتے اور اوس سے شفا پاتے اور تبرک سمجھکر لیجاتے۔

ایکبار روز صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اوسکے پھل گرنے لگے اور پتے اوسکے چھوٹے ہونے لگے۔ اس حالت سے ہم لوگوں کو نہایت خوف معلوم ہوا کہ خبر رحلت رسول اللہ آئی۔ اسکے تیس برس بعد کیا دیکھتے ہیں کہ جڑ سے ڈال تک اوس میں کانٹے لگ گئے ہیں اور پھل سب گر گئے تازگی اوسکی جاتی رہی۔ استنے میں خبر شہادت جناب امیر المومنین آئی پھر

خشک شدن درخت بعد رسول صلعم و ضعیف بودن بعد شہادت امام حسین

اوسکے بعد اوس درخت نے پھل نہیں دیا۔ بلکہ صرف اوسکے پتوں سے ہملوگ فائدہ اوٹھاتے۔

تھوڑے دنوں بعد کیا دیکھتے ہیں کہ اس درخت کی ساق سے خون تازہ جوش مار رہا ہے اور کل پتے اوسکے خشک ہوگئے ہیں۔ ہملوگ اسی غم و ہم میں تھے کہ خبر شہادت جناب امام حسین معلوم ہوئی اور اوسکے بعد وہ درخت بالکل خشک ہوگیا اور تعجب ہے کہ اس درخت کا یہ قصہ کیوں نہ مشہور ہوا جیسا کہ بکری کا قصہ مشہور ہوا حالانکہ یہ اعلیٰ قصص سے ہے ص ۳۷۷ تاریخ خمیس۔

ہم اس مصنف کے تعجب کا جواب دیں جب بخاری ایسے راوی اور مشہور کرنیوالے کسی روایت کے ہوں کیونکہ یہ تو آپنے دیکھ لیا جو خبر ایسی مشہور و متواتر ہے کہ جس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا یعنی خواب جناب امیر فرش رسول پر تو ایسی روایت کے نہ لکھنے کی کیا شکایت کی جائے۔

اس حدیث نے مجسم طور پر حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کی تصدیق دکھادی کہ وفات رسول اللہ صلعم کے تیس برس جب جناب امیر نے شہادت پائی تب اوس درخت میں یہ حالت پیدا ہوئی اسپر بھی کوئی ایمان نہ لائے تو کیا چارہ۔ اور جب شہادت جناب امام حسین سے انکار کیا جاتا ہو تو اس درخت کے واقعہ سے انکار یا اسکا استتار کونسا تعجب خیز امر ہے۔ بہر حال اب بقیہ حدیث بخاری کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

قولہ قد غمس حلفا یعنی وہ خاندان عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور وہ کافر تھا۔ مگر افسوس اس واقعہ کا اظہار ایسا ضروری تھا کہ صحیح بخاری کی تین چار سطریں اسمیں صرف کرنی ضرور تھا۔ اور قصہ خواب جناب امیر غیر ضروری تھا کہ ایک حرف بھی اوسکے متعلق نہ لکھا۔

قولہ فاتاھما براحلتیھما صبح ثلاث یعنی تیسرے روز صبح کے وقت وہ راہ نما اونٹ لایا اور حضرت اوسپر سوار ہوئے۔ مگر یہ ایسا صریحی افترا اور بدیہی کذب ہے کہ کسی کو اوس میں شک ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ جو شخص اس مصیبت سے تین روز تک مخفی رہا وہ

کس عقل سے صحیح کو روانہ ہوگا۔ حالانکہ ہم تفسیر درمنثور اور تاریخ طبری سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت شب کے وقت غار سے برآمد ہوئے اور اونٹ پر سوار ہوئے فلما کان بعض اللیل من اللیلۃ الثالثۃ اتاھو علی بالابل والدلیل فرکب رسول اللہ راحلتہ صفحہ ۲۴۰ جلد ۲ مطبوعہ مصر اور تاریخ خمیس میں ہے قال ابوالحسن بن البراء خرج رسول اللہ الغار لیلۃ الاثنین لغرۃ شھر ربیع الاول وذکر محمد بن سعد انہ خرج من الغار لیلۃ الاثنین لاربع لیال خلون من ربیع الاول کذا فی سیرۃ مغلطائی وعلا النبوۃ صفحہ ۳۲۷ جلد اول۔

اور ابوالحسن بن براء کا بیان ہے حضرت شب دوشنبہ کو غار سے برآمد ہوئے مطابق غرہ ربیع الاول اور محمد بن سعد کا بیان ہے کہ شب دوشنبہ کو برآمد ہوئے مگر وہ چوتھی ربیع الاول تھی۔ اب ناظرین با انصاف فرمائیں کہ صحیح بخاری آخر کس قسم کی کتاب ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بخاری کی عقل کیسی تھی کہ اس طرح کی غلط روایت کو جو عقلاً بھی ناممکن ہو درج صحیح کر دیا۔ حالانکہ یہاں بھی وہی اعتراض سابق موجود ہے کہ آخر عائشہ کو ان باتوں کا علم کیونکر ہوا کس نے اون سے اس واقعہ کو بیان کیا اسکا مطلق ذکر نہیں لہذا یوں بھی یہ حدیث ناقابل اعتماد ہے۔

قولہ فاخذ بہم علی طریق السواحل۔ کہ اوس راہ نما نے ان لوگوں کو راہ سواحل پر لگایا۔ مگر اسپر ابن حجر لکھتے ہیں کہ روایت موسی بن عقبہ میں ہے کہ وہ راہ نما حضرت کو جانب اسفل مکہ لایا۔ اور وہاں سے ساحل کی طرف لایا جو اسفل عفان میں ہے۔ پھر لیچلا یہانتک کہ شاہ راہ پر پہونچایا۔ اور امام حاکم کے نزدیک بھی یہی روایت ہے جو عائشہ سے مروی ہے اور وہ روایت اس کے اتم ہے اور اسناد اسکے صحیح ہیں۔ پھر بتائیے کس صحیح پر ایمان لایا جائے۔ صحیح بخاری پر یا صحیح امام حاکم پر۔

قولہ قال ابن شھاب۔ اقول بقاعدہ محدثین اسکا نام منقطع ہو کیونکہ ابن شہاب زہری اور بخاری کے درمیان میں جو سلسلہ رواۃ کا ہو وہ یہاں ندارد ہی اسپر ابن حجر لکھتے ہیں ھو موصول باسناد حدیث عائشۃ یعنی پہلے اسکے

جو حدیث عائشہ گذری ہو اوسی کے سند سے یہ موصول ہو۔ مگر یہ ابن حجر کی زبردستی ہو
اور بخاری کی بڑی غلطی کہ مختلف حدیثوں کو اونھوں نے ایک کر دیا حالانکہ یہ ضرور
نہیں کہ ہر روایت کا سلسلہ ایک ہی ہو اسی لئے ابن حجر لکھتے ہیں وقد افردہ البیہقی
وقبلہ الحاکم فی الاکلیل من طریق ابن اسحٰق حدثنی محمد بن مسلم ھو الزہری
وکذالک اوردہ الاسمعیلی منفرداً من طریق معمر والمعافی فی الجلیس
من طریق صالح بن کیسان کلاھما عن الزہری۔ یعنی بیہقی۔ حاکم۔ اسمعیلی۔
معافی سب نے اس حدیث کو بطور افراد ذکر کیا ہے حالانکہ سب کا سلسلہ اسکی زہری تک
پہونچتا ہے۔ پھر بتایئے اس سے بدتر کون سی کتاب ہوسکتی ہے جس میں اس طرح
حدیثوں کا قیمہ کیا گیا ہے۔

قولہ یجعلون فی رسول اللہ وفی ابی بکر۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہو کہ حضرت کی
گرفتاری اور ابوبکر کی گرفتاری بدرجہ مساوی اہم تھی کہ ان دونوں میں سے ایک یا
دونو گرفتار یا قتل کئے جائیں تو ہر ایک کے نسبت سو سو اونٹ کا انعام دیا جائیگا۔ مگر خود
ابن حجر لکھتے ہیں وفی حدیث اسماء بنت ابی بکر عند الطبرانی وخرجت قریش
حین فقدوھما فی بغائھما وجعلوا فی النبی مائۃ ناقۃ وطافوا فی جبل مکہ
یعنی طبرانی میں حدیث اسماء بنت ابوبکر ہو کہ قریش نے صرف حضرت کی طلب کا انعام
سو اونٹ مقرر کیا تھا۔ تو اب ابوبکر کا اضافہ اگر افترا نہیں تو کیا ہو۔ حالانکہ تمام اہل علم کو
معلوم ہو قریش کو جناب امیرؑ مل گئے ہیں مگر حضرت کو نہ کسی نے قتل کیا نہ قید کیا بجز اسکے
کہ اوس وقت خاص میں کچھ ایذا پہونچایا جیسا کہ تاریخ خمیس میں ہے انھم ضربوا علیاً
وحبسوہ ساعۃ ثم ترکوہ واقتفوا اثر النبی ص ٣٢٦
یعنی جب جناب امیرؑ نے انکار کیا کہ ہم نہیں جانتے تو اونھوں نے حضرت کو مارا اور کچھ دیر
تک قید رکھا۔ پھر چھوڑ دیا اور حضرت کی جستجو میں روانہ ہوئے۔ تو اب بخاری کی یہ روایت
کیسی غلط ہوئی کہ قریش نے دونو کی گرفتاری پر سو سو اونٹ کا انعام مقرر کیا تھا۔
تاریخ خمیس میں ہو وشق علی قریش خروج رسول اللہ وجزعوا لذلک فطفقوا

یطلبون بانفسہم فیما قرب منہم ویسلون من یطلبہ فیما بعد عنہم وجعلوا ماءۃ بعیر لمن ردہ علیہم ص۲۳
یعنی جب حضرت قریش کے ہاتھ سے نکل گئے تو یہ امر اونپر نہایت شاق ہوا حضرت کو خود بنفس نفیس وہ لوگ ڈہونڈہنے لگے - اور دور والوں کیلئے یہ انعام مقرر کیا کہ جو حضرت کو گرفتار کرلائے اوسکو سو اونٹ انعام دینگے - پھر یہ فیاضی بخاری ہی ہے جو ابوبکر کی گرفتاری کیلئے سو اونٹ کا انعام مقرر کر رہے ہیں کیونکہ قریش کا یہ انعام تو صرف آنحضرت کیلئے تھا نہ اور کسی کیلئے تاریخ خمیس میں تو یہ بھی ہے کہ قریش حضرت کو ڈہونڈہتے ابوبکر کے گھر گئے جس میں ابوجہل بھی تھا تو اسماء بنت ابوبکر نکل آئیں اور ابوجہل ملعون نے گالیاں دیکر ایک طمانچہ مارا جس سے اونکے کان کے گوشوارے گر گئے اور پھر وہاں سے چلے گئے ص۳۶۹
جس سے اور بھی معلوم ہوا کہ یہ فیاضی محض امام بخاری کی ہے ورنہ قریش نہ انکے طالب تھے نہ خریدار بلکہ اونکو تو دسترخوان کھی سمجھتے تھے جیسا کہ سفیر قریش نے صلح حدیبیہ میں کہا تھا۔
قولہ فاستقسمت بہا اقول عینی میں ہے کہ اسکا قاعدہ یہ تھا کہ کفار اپنے ترکش میں کچھ تیر ایسا بھی رکھتے تھے جو خالی ہوتے اوسپر لا۔ نعم لکھا رہتا جب کسی قسم کا تردد ہوتا تو اونھیں تیروں سے فال نکالتے اگر لا والا تیر آتا تو اوس کام کو نہ کرتے - سراقہ نے جو اس قاعدہ سے فال دیکھا تو وہی تیر نکلے جسپر لا لکھا تھا مگر سو اونٹ کی طمع نے اسکو مجبور کیا کہ خلاف اوسکے کام کرے -
یہاں ایک دوسرا ثبوت بھی ملتا ہے کہ وہ اونٹ ابوبکر کا نہ تھا کیونکہ فتح الباری میں ہے وراکب سراقۃ فلما ابصر الآثار علی غیر الطریق وھو رجل انکر الآثار فقال واللہ ماھذہ باثار نعم الشام ولا تہامۃ فتبعہم حتی ادرکہم ص۱۷۴
یعنی سراقہ نے نشان قدم سے پہچانا کہ یہ اونٹ نہ شام کے ہیں نہ مکہ کے - تو اس سے بھی روایت درمنثور کی تصدیق ہوئی فاشتروا ثلاثۃ اباعر من اہل البحرین کہ تین اونٹ خریدے گئے بحرین کے اونٹوں سے کیونکہ اگر وہ ابوبکر کا ہوتا تو ضرور اوسکے نشان سراقہ پہچان لیتا - مگر چونکہ یہ بحرین کے اونٹ تھے لہذا وہ نہ پہچان سکا -

قولہ وھو لا یلتفت وابوبکر یکثر الالتفات۔ یعنی سراقہ بیان کرتا ہے کہ ہم اسقدر حضرت سے قریب ہوے کہ آپکے تلاوت کی آواز سننے لگے اور دیکھا کہ حضرت تو داہنے بائیں مڑتے نہیں۔ مگر ابوبکر بار بار دیکھتے جاتے ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلوی واقعہ مہمانی ام معبد کو جسکا ایک معجزہ پہلے مذکور ہوا ہی قبل اس واقعہ سراقہ کے لکھتے ہیں۔ مگر بخاری کو تو ابوبکر کا عشق ہے پھر وہ کیوں ان معجزات کو لکھیں۔ حالانکہ یہ ایسا معجزہ ہے کہ تمامی مورخین نے اسکو لکھا ہے کہ حضرتؐ نے ام معبد سے کچھ کھانے کو مانگا اوسنے عذر کیا تو حضرتؐ نے اوسکی نہایت لاغر بکری پہ دست شفقت پھیرا جس سے اسقدر دودھ ہوا کہ خود آنحضرت بھی سیر ہوے اور تمام ظروف اوسکے بھر گئے ملاحظہ ہو مدارج النبوۃ صہ ۵۴ جلد دوم۔

ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ ابھی واقعہ ہجرت میں ابوبکر صاحب یہ سب دیکھ چکے ہیں کہ قدرۃ خدا سے کس طرح کفار اندھے ہو گئے کہ در غار پر آئے اور ان لوگوں کا سامنا ہوا مگر کسی نے نہ دیکھا۔ ایک درخت در غار پر پیدا ہو گیا عنکبوت نے جالہ تن دیا۔ پھر خیمہ ام معبد میں وہ معجزہ دیکھ چکے ہیں۔ مگر ہائے ابوبکر صاحب کا قلب ہی کہ کسی طرح اونکی تسلی یہاں بھی نہیں ہوتی بلکہ مدارج النبوۃ میں ہی کہ چوں سراقہ نزدیک رسید ابوبکر گریہ کرد و گفت یا رسول اللہؐ طالب بما در رسید فرمود لا تحزن ان اللہ معنا صہ ۵۹۔

سے ابوبکر از دیدن اسرار

افسوس شارحین بخاری سے کسی کو اس فقرہ کی شرح نہ سوجھی کہ آخر ابوبکر کے التفات کی کیا وجہ تھی اور اس گریہ وزاری کا کیا باعث کیونکہ ادہر ابوبکر چار آدمی ہیں آنحضرت ابوبکر عامر بن فہیرہ۔ عبداللہ بن اریقط راہ نما۔ تو کیا سراقہ ایسا تہمتن تھا کہ چار آدمی پر بھی وہ غالب آجاتا نہیں نہیں وہی فطری نامردی انکو اس طرح رولا رہی ہی۔

قولہ ساخت ید فرسی فی الارض۔ یعنی پیر گھوڑے کے زمین میں دھنس گئے۔ مگر ابن حجر لکھتے ہیں فی حدیث اسماء بنت ابی بکر فوقعت بمنخریھا کہ وہ منہ کے بل گر پڑا اور یہ روایت زیادہ انسب ہے کیونکہ تثنیہ بتدریج ہوتی ہی۔

افسوس بخاری نے یہاں اسکو نہ لکھا کہ یہ واقعہ حضرتؐ کی بددعا سے ہوا یا از خود حالانکہ

آگے چلکر ایک دوسری حدیث لکھی ہو کہ حضرت کی بد دعا سے یہ واقعہ ہوا مگر یہاں نہ لکھا کہ پورا واقعہ ایک جگہ ملجاتا۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرتؐ نے یہ دعا فرمائی اللّٰھم اکفناہ بما شئت کہ خداوندا تو جس طرح چاہے ہماری اوس سے کفایت کر اس کے شر سے چونکہ آیندہ مذکور ہوگی لہذا اسیقدر پر اقتصار کیا گیا۔

قولہ فنادیتھم بالامان۔ یعنی سراقہ کہتا ہو کہ ہمنے یہ حال دیکھکر آواز دی کہ تملوگوں کو امان ہے۔ مگر افسوس بخاری نے یہ نہ خیال کیا کہ یہ جملہ کہاں کہا جاتا ہو کیونکہ وہ تو خود مبتلائے عذاب ہو رہا ہو وہ کیا امان دیتا اوسی کو امان ملتی تو غنیمت تھا۔

بخاری کا دل چونکہ ادب رسول سے خالی تھا اسلئے ایسا جملہ لکھدیا کہ حضرت کو اوس کافر نے امان دی ورنہ یہ واقعہ خلاف ہے ابن حجر لکھتے ہیں وفی روایۃ ابی خلیفۃ قد علمت یا محمد ان ھذا عملک فادع اللّٰہ ان ینجینی مما انا فیہ واللّٰہ لاعمین علیک من ورائی ای الطلب وفی روایۃ ابن اسحٰق۔ فنادیت القوم انا سراقۃ بن مالک بن جعشم انظرونی اکلمکم فواللّٰہ لا اٰتیکم ولا یاتیکم منی شیٔ تکرھونہ وفی حدیث ابن عباس مثلہ وزاد وانا لکم نافع غیر ضار والی لا ادری الحی لعل الحی یعنی قومہ فزعوا لرکوبی وانا راجع وردائکم عنکم صـ۱۸۴

یعنی روایت ابی خلیفہ میں ہے کہ سراقہ نے کہا ہم جانتے ہیں یہ بات آپکے عمل سے ہو لہذا دعا کیجئے کہ خدا ہمکو اس سے نجات دے خدا کی قسم ہم آپکے پیچھے لوگوں کے آنے کو روکدینگے اور روایت ابن اسحٰق میں ہو کہ سراقہ نے پکار کر کہا میں سراقہ بن مالک ہوں ہماری طرف دیکھیے اور کلام کیجئے کہ قسم بخدا ہمسے کوئی بات ایسی نہ پہونچے گی جو تملوگ کو مکروہ ہو حدیث ابن عباس میں یہ بھی ہو کہ اسکے ساتھ کہا ہم تملوگوں کیلئے نفع رسان ہیں ضرر پہونچانیوالے نہیں۔ نہ معلوم ہمارے قبیلہ کے لوگ کس تردد میں ہونگے ہم تمہارے پیچھے اونکے پاس جاتے ہیں۔

غور فرمایئے یہ روایت صحیح اور قرین قیاس ہو یا وہ روایت جو بخاری نے لکھی کہ سراقہ نے حضرتؐ کو امان دی حالانکہ خود اس مصیبت میں گرفتار ہو۔

اس روایت بخاری میں اسکا مطلق ذکر نہیں ہے کہ حضرت نے اوسکی التجا پر کیا کیا ابن حجر لکھتے ہیں لم یذکر جوابہ ووقع فی روایۃ البیر اذا عا فنجا فجعل لا یلقی احدا الا قال لہ قد کفیتم ما ھھنا فلا یبقی احدا الا ردہ قال وفی لنا وفی حدیث انس فقال یا نبی اللہ مرنی بما شئت قال فقف مکانک لا تترکن احدا یلحق بنا فکان اول النہار جاھدا علی رسول اللہ وکان آخر النہار مسلحۃ لہ ای حارسا بسلاحہ۔

کہ بخاری نے حضرت کے جواب کو نہیں لکھا حالانکہ روایت براء میں ہو کہ حضرت نے اوسکے لئے دعا کی اور اوس نے نجات پائی تو اب جوملتا اوسکو پھیرتا اور حدیث انس میں ہے کہ اوسنے کہا کہ اے نبی اللہ جو چاہے ہمکو حکم دیجئے کہ تعمیل کریں حضرت نے فرمایا تو اپنے مکان پر ٹھہرا رہ اور کسی کو ہمسے ملنے نہ دے۔ صبح کو تو وہ حضرت کا دشمن تھا اور سہ پہر کو ایسا دوست بن گیا کہ حضرت کا محافظ بن گیا۔

اس حدیث کو بخاری نے اسکے بعد لکھا ہو مگر اس روایت کو ناقص ہی رکھا جسپر ابن حجر نے لکھا ہے لم یذکر جوابہ کہ جواب نہیں لکھا اب اس سے بڑھکر کون سی دلیل خوش سلیقگی بخاری ہو سکتی ہے۔

قولہ فسالتہ ان یکتب لی کتاب امن یعنی سراقہ کہتا ہے ہمنے حضرت سے سوال کیا کہ کتاب امن ہمکو لکھدیجئے تو حضرت نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اوسنے لکھکر دیدیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رعب حق کیسا غالب آیا تھا کہ وہ خود حضرت سے مستدعی پروانہ امان ہوا۔ تو اوس کا یہ کہنا کہ لکم الامان کیسا لغو ہے جسکو بخاری صاحب نے لکھا۔

قولہ قال ابن شہاب اقول بخاری نے اس روایت کو اس طرح لکھا ہو کہ اس روایت زیر بحث کا یہ جزو ہے حالانکہ ابن حجر اسکو ٹیڑھو یں حدیث قصہ ہجرت کی قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ابن شہاب تک تو اوسی سند سے متصل ہو جو سند پہلے لکھی گئی مگر بعد کو وصل اللہ مرسل لکنہ وصلہ الحاکم اسکی صورت مرسل کی ہو جس میں رواۃ مذکور نہیں عینی لکھتے ہیں ھذا مرسل کہ یہ روایت مرسل ہے حسب تمامی علما کا اتفاق ہے کہ حدیث مرسل

صحیح نہیں کہلاتی۔ پھر بتلایئے یہ صحیح بخاری کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ضرور نہیں جو روایت دوسرے محدث کے نزدیک موصول ہو وہ انکے یہاں بھی موصول ہو۔

دوسرا اشکال یہاں یہ ہے کہ اس روایت میں زبیر بن عوام کا نام ہے۔ مگر روایت موسیٰ بن عقبہ میں طلحہ کا نام ہے کہ وہ شام سے آ رہے تھے اگر بلکہ جا رہے تھے خواہ بہ نیت عمرہ یا بغرض ملاقات تو اونھوں نے حضرت کو اور ابوبکر کو سفید کپڑہ پہنایا۔ عمدۃ القاری میں ہے

وقال الدمیاطی لم یذکر الزبیر بن بکار۔ الزبیر بن العوام ولا اھل السیر وانما ھو طلحۃ بن عبید اللہ وقال ابن سعد لما ارتحل النبی من الحجاز فی ھجرتہ الی المدینۃ لقیہ طلحۃ بن عبید اللہ من الغد جائیًا من الشام فکسا رسول اللہ صلعم وابابکر من ثیاب الشام واخبر النبی صلعم ان بالمدینۃ من المسلمین قد استبطوا رسول اللہ فعجل رسول اللہ صلعم وقد رجح الدمیاطی الذی فی السیر علی الذی فی الصحیح ص۱۱۱ جلد ۸

یعنی دمیاطی کہتے ہیں کہ زبیر بن بکار نے یہاں زبیر کا نام نہیں لیا ہے نہ دیگر اہل سیر نے بلکہ وہ طلحہ تھے ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت نے جب مدینہ کی طرف سفر کیا تو راہ میں طلحہ سے ملاقات ہوئی جو ملک شام سے آرہے تھے اور اونھوں نے حضرت کو اور ابوبکر کو ملک شام کا لباس دیا اور اسکی خبر دی کہ اہل مدینہ آپکے مشتاق ہیں تو حضرت نے تعجیل کی۔ دمیاطی نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ دمیاطی کی یہ عادت ہے کہ وہ تواریخ وسیر کی روایتوں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری پر جس سے بھی وہ دعوی غلط ہوا جو عام طور پر اہلسنت کہتے ہیں کہ اسکی صحت پر امت کا اجماع ہے حالانکہ دمیاطی بھی اعاظم ائمہ اہلسنت سے ہیں جو صحیح بخاری کو بمقابلہ تواریخ ہیچ و پوچ سمجھتے ہیں۔

ابن حجر کو اسپر بڑا غصہ آیا اور ایک روایت اونھوں نے مغازی ابن عائد سے اس مضمون کی نکالی کہ عمر۔ طلحہ۔ زبیر۔ عباس بن ربیعہ سب جانب مدینہ روانہ ہوے تھے۔ عثمان و طلحہ شام کی طرف چلے گئے لہذا دونوں روایت ٹھیک ہو گئی۔

مگر افسوس ہے کہ ابن حجر سے محقق کو یہ نہیں معلوم کہ حضرت عمر نے کسقدر قبل آنحضرت سے مدینہ کا سفر کیا تھا کیونکہ بیعت عقبہ ثانیہ ماہ ذیحجہ میں ہوا تھا جس میں پانچسو یا بقولے تین سو قبیلہ اوس وخزرج کے لوگ آئے تھے اور حضرت کی بیعت کی تھی تو حضرت نے مصعب بن عمیر کو اون کی تعلیم کیلئے روانہ کیا جنکے ساتھ کچھ اور بھی مسلمان تھے ص۳۵۵ تاریخ خمیس۔

اوسکے بعد ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی شوہر حضرت ام سلمہ گئے ہیں ثم توالی خروجھم بعد العقبۃ الاخرۃ فخرجوا ارسالا منھم عمر بن الخطاب واخوہ زید بن الخطاب و طلحہ بن عبید اللہ وصہیب وحمزہ بن عبد المطلب وزید ابن حارثہ وعبیدۃ بن الحارث وعبد الرحمن بن عوف والزبیر بن العوام وعثمان بن عفان وغیرھم لویبق معدہ الا ابو بکر الصدیق وعلی بن ابیطالب کذا قال ابن اسحق وغیرہ ص۳۳۶

یعنی پھر عمر بن الخطاب اور اونکے بھائی زید۔ وطلحہ وصہیب وغیرہ جنکے نام مذکور ہوے روانہ ہوے جس میں طلحہ زبیر۔ عثمان سب ہی ہیں۔ تو اس واقعہ سے واقعہ ہجرت آنحضرت کو کیا نسبت وہ تو بہت پہلے حضرت سے جانب مدینہ روانہ ہوے اون سے حضرت سے کہاں ملاقات ہوسکتی تھی۔ کیونکہ حضرت اوسکے عرصہ کے بعد مکہ سے جانب مدینہ روانہ ہوے اور خود اسی فتح الباری میں بھی یہی روایت موجود ہے ملاحظہ ہو ص۲۰۴ جلد ہذا۔

اور اگر روایت مغازی ابن عائذ تسلیم کر لی جائے کہ عثمان وطلحہ مدینہ سے جانب شام روانہ ہوے اور وہاں سے واپسی میں حضرت سے ملاقات ہوئی تو ممکن ہے مگر اس صورت میں بھی طلحہ ملے نہ زبیر جسکا دعوی بخاری نے کیا تھا کیونکہ روانگی شام طلحہ وعثمان کی اس روایت میں مذکور ہے۔ نہ زبیر کی۔ کیونکہ زبیر کا نام تو اوس فہرست میں ہے جو مکہ سے جانب مدینہ روانہ ہوے تھے نہ اوس فہرست میں جو مدینہ سے جانب شام روانہ ہوے تو بہر حال روایت بخاری غلط ہوئی۔

ہاں ایک جملہ ابن حجر کا قابل قدر ہے کہ طلحہ وزبیر دونوں نے حضرت کو یہ لباس دیا تھا مگر اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پھر بخاری کو طلحہ سے کیوں عداوت تھی جو اون کا نام نہ لیا۔ اگر یہ کہا جائے

کہ زبیر داماد تھے حضرت ابوبکر کے۔ تو طلحہ بھی ویسے ہی داماد تھے۔ اسی لئے ابن حجر کہتے ہیں کہ اگر دونوں روایتوں میں جمع ناممکن ہو۔ تو روایت صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے کیونکہ صحیح بخاری کی روایت بذریعہ عقیل۔ زہری سے ہے اور وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ عروہ نے جو زبیر کے بیٹے تھے اپنے باپ کی عزت افزائی کیلئے اون کا نام دے دیا ورنہ دراصل طلحہ تھے کیونکہ طلحہ ایک مالدار شخص تھے اور زبیر نادار تھے۔

ہاں روایت موسی بن عقبہ میں یہ بھی ہے ومعہ ثیاب اھداھا لابی بکر من ثیاب الشام فلما لقیہ اعطاہ فلبس منہا ھو وابوبکر کہ یہ کپڑہ اصل میں بطور ہدیہ ابوبکر کیلئے آیا تھا۔ شرباشری حضرت کو بھی پہنا دیا۔

قولہ مبیضین یعنی سفید دیکھے گئے ابن حجر لکھتے ہیں ای علیہم الثیاب البیض التی کساھم ایاھا الزبیر او طلحہ۔ یعنی جو کپڑہ کہ زبیر یا طلحہ نے حضرت کو اور ابوبکر کو پہنایا تھا اوس سے یہ لوگ سفید نظر آتے تھے قال ابن التین یحتمل ان یکون معناہ مستعجلین وحکی عن ابن فارس یقال بایض ای مستعجل۔ یعنی ابن التین کہتے ہیں کہ محتمل ہے یہ مراد ہو کہ وہ حضرت جلد اور تیز آتے تھے۔ کیونکہ لغت میں بایض اوسکو کہتے ہیں جو جلتا ہو۔

اسکی تائید دوسرے فقرہ بخاری سے بھی ہوتی ہے یزول بھم السراب کہ سراب نظروں سے زائل ہوتی جاتی تھی۔ جو لوازم تیزروی سے ہے۔

قولہ وذلک یوم الاثنین من شھر ربیع الاول۔ یعنی یہ واقعہ دخول مدینہ کا بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاول ہے۔ مگر افسوس تاریخ نہ لکھا کہ روز تو دوشنبہ کا تھا مگر تاریخ کون سی تھی۔ حضرت کے وفات کی روایت بھی بخاری میں اسی طرح ہے کہ آپ نے بروز دوشنبہ انتقال کیا۔ مگر تاریخ ندارد جس سے انکی تحقیقات کا بخوبی پتہ لگتا ہے یہ قول بخاری کہ حضرت بروز دوشنبہ وارد مدینہ ہوے۔ بڑا معرکہ آرا ہے جس میں اسقدر اختلاف ہے کہ پناہ بخدا کیونکہ ابن حجر لکھتے ہیں معتمد یہی قول ہے کیونکہ صحیح

دلچسپ علمی بحث

بخاری میں ہے) اور شاذ یہ قول ہے کہ وہ روز جمعہ تھا پہلی تاریخ ربیع الاول۔
روایت جریر بن حازم یہ ہے کہ تیسری تاریخ تھی ابن معشر بھی یہی کہتے ہیں مگر شب دوشنبہ بتاتے ہیں روایت ابراہیم بن سعد میں ہے کہ وہ تیرہویں شب تھی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ تیرہویں کو حضرت وارد ہوئے۔ روایت عمر یہ ہے کہ روز دوشنبہ ۲۸ ربیع الاول تھا زبیر کی روایت ہے کہ ۵ ربیع الاول تھی۔ ایک روایت ہے کہ ۷ تھی۔ ابن حزم کا جزم ہے کہ حضرت ۲۷ صفر کو مکہ سے روانہ ہوئے اور قول ہشام بن کلبی ہے کہ روز دوشنبہ اول ربیع الاول کو آپ غار سے باہر تشریف لائے تو اس حساب سے حضرت کا ورود مدینہ میں بمقام قبا ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ ہوا اسی طرح بہت سے اختلافات ہیں جن سے ہمکو بحث نہیں کیونکہ صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ روایت صحیح بخاری پر کبھی بھی کسی زمانہ میں پورا اعتماد نہیں کیا گیا۔

قولہ فقام ابوبکر للناس وجلس رسول اللہ کہ ابوبکر کھڑے تھے اور حضرت خاموش بیٹھے تھے لوگ آتے تو وہ ابوبکر کو رسول اللہ سمجھکر سلام کرتے یہانتک کہ ابوبکر نے حضرت پر سایہ کیا تو لوگوں نے سمجھا کہ آنحضرت آپ ہیں جن پر ابوبکر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

مگر یہ بیان بھی بالکل خلاف قیاس ہے کیونکہ عام دستور عرب اور غیر عرب یہی ہے کہ جو سردار ہوتا ہے وہ بعزت و وقار بیٹھا رہتا ہے اور غلام یا نوکر کھڑا رہتا ہے پھر تعجب ہے انصار سے کہ وہ ابوبکر کے قیام اور حضرت کے جلوس سے اسکو نہ سمجھے کہ ان میں کون مالک و آقا ہے۔

ابن التین نے یہ توجیہ کی ہے کہ ابوبکر چونکہ بذریعہ تجارت آیا جایا کرتے اسلئے سب ان کو پہچانتے تھے بخلاف حضرت کے کہ کبھی ان لوگوں نے دیکھا نہ تھا مگر اس توجیہ سے بھی وہ بیان لغو ہوتا ہے کہ لوگ ابوبکر ہی کو رسول اللہ صلعم سمجھتے تھے کیونکہ جب ان سے تعارف تھا اہل مدینہ واقف تھے تو پھر ان کو کوئی رسول اللہ صلعم کیونکر سمجھتا

اصل یہ ہے کہ چونکہ ابوبکر سے لوگوں سے تعارف تھا اور وہ کھڑے تھے اسلئے لوگ ان سے تعارفانہ سلام و کلام کرتے اور حضرت کا ادب مانع تھا کہ بے تکلف کوئی بات چیت

کرے اسلئے بخاری نے اوس سلام تعارفی سے یہ نتیجہ نکالا کہ انصار کو شتبہ کر دیا حالانکہ سبکو معلوم تھا کہ حضرت تشریف لانے والے ہیں پھر کیونکر اشتباہ ہو سکتا تھا حالانکہ ابوبکر سے پہلے واقف تھے۔ اسی لئے ابن حجر کو بھی اس حدیث میں تامل ہوا جو لکھتے ہیں ظاہر السیاق یقتضی ان الذی یجی ممن لا یعرف النبی یظنہ ابابکر فلذالک بدء بالسلام علیہ یعنی ظاہر سیاق حدیث اسپر دلالت کرتا ہے کہ جو لوگ حضرت کو نہ پہچانتے تھے وہ لوگ آپکو ابوبکر سمجھکر سلام کرتے مگر وہ اسکو حل نکر سکے بلکہ ایک روایت دوسری لکھتے ہیں کہ حضرت اور ابوبکر دونوں سایہ میں اوترے تھے اور راوی کہتا ہے کہ ہم کسی کو پہچانتے نہ تھے۔ یہانتک کہ ابوبکر نے سایہ کیا۔

غرض یہ بیان بالکل خلاف واقع ہے اور خلاف سیاق ہے کہ حضرت کا شبہہ ابوبکر پر ہوا اور یہ سمجھکر کسی نے ابوبکر پر سلام کیا ہو کیونکہ ایک اون کا قیام دوسرے آمد ورفت اون کی قدیم سے مدینہ میں اس خیال کو باطل کرتا ہے۔

بخاری نے یہاں دو فقرہ سے دہوکھا دیا ہے ایک یہ کہ یحی ابابکر کہ ابوبکر کو لوگ سلام کرتے جو باین معنی صحیح ہو کہ انکو جان کر بوجہ تعارف قدیم سلام کرتے۔ اور اس معنے سے غلط ہے کہ لوگ انکو رسول اللہ صلعم سمجھکر سلام کرتے کیونکہ معمولی عقل والا شخص بھی شخص جالس کو سردار جانے گا۔ دوسرا دھوکھا یہ دیا فعرف الناس رسول اللہ صلعم کہ ابوبکر کے سایہ کر لینے سے لوگوں نے سمجھا جس سے معلوم ہوا کہ پہلے اشتباہ تھا اور اب صاف ہوا حالانکہ یہ بالکل خلاف ہے۔

قولہ فلبث رسول اللہ یعنی حضرت نے بنی عمرو بن عوف میں دس روز قیام فرمایا جسپر ابن حجر لکھتے ہیں فی حدیث الانس الاتی فی الباب الذی یلیہ انہ اقام فیھم اربع عشرۃ لیلۃ وقد ذکرت قبلہ ما یخالفہ یعنی حدیث انس جو اسکے بعد والے باب میں آتی ہے۔ اوس میں ہے کہ حضرت نے وہاں چودہ شب قیام فرمایا اور اسکے قبل بھی ہم اوس روایت کو لکھ چکے ہیں جو اسکے خلاف ہے۔ پھر بتائیے ایسی کتاب کب صحیح کہی جاسکتی ہے جس میں خود ایک روایت دوسری کے خلاف ہو۔ حالانکہ خود بخاری

کتاب الصلاۃ میں لکھ چکے ہیں فاقام النبی فیھم اربعا وعشرین لیلۃ صــ۵۵
کہ حضرتؐ ۲۴ شب وہاں رہے جیسا ابن حجر لکھتے ہیں کہ صواب چودہ شب ہے۔ پھر بتائے
کس حدیث پر ایمان لایا جائے۔ اسی وجہ سے تو بحر العلوم مولوی عبد العلی صاحب نے
کہا ہے کہ بخاری میں ایسی روایتیں ہیں جو ایک دوسری کی نقیض ہیں تو پھر ایسی
کتاب کیونکر صحیح کہی جاسکتی ہے۔ ملاحظہ ہو صــ۱ رسالہ ہذا۔
روایت موسی بن عقبہ میں ہے کہ حضرت تین شب وہاں رہے اور مجمع بن حارثہ سے
روایت ہے کہ ۲۲ شب قیام رہا ابن اسحق پانچ روز کے قائل ہیں اور بنو عمر اس سے
زیادہ کے قائل ہیں۔
قولہ واسس المسجد الذی یعنی حضرت نے اوس مسجد کی بنا ڈالی جسکے بارہ میں آیہ
اسس علی التقوی نازل ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ مسجد قبا کے بارہ میں
ہے جہاں حضرتؐ نے پہلے قیام فرمایا تھا اور اس مسجد کی بنا ڈالی جو ابتک مسجد قبا کے نام
سے مشہور ہے۔ مگر احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا یہ ہماری مسجد
ہے (جو مدینہ میں ہے) اس مضمون کی چند روایتیں آئی ہیں کہ مراد اس سے مسجد رسول
ہے مگر خود حضرات علمائے اہلسنت نے اسی کو ترجیح دیا ہے کہ یہ آیہ مسجد قبا کے بارہ میں
نازل ہوا۔
حکم بن عیینہ سے روایت ہے کہ جب حضرت وہاں تشریف لائے تو حضرت عمار بن یاسر
نے کہا حضرت کیلئے ایک مکان مسقف ضروری ہے جس میں استراحت کریں اور بعد
بیداری نماز پڑھیں جسپر یہ مسجد قبا تیار کی گئی لہذا وہ اول مسجد ہے جو بنائی گئی اور حضرت
نے اوس میں نماز پڑھی اپنے اصحاب کے ساتھ ظاہر بظاہر اور پہلی مسجد ہے جو جماعت
کیلئے بنائی گئی ورنہ اور مسجدیں بھی اسکے پہلے بن چکی تھیں۔ ابن ابی شیبہ جابر
سے روایت کرتے ہیں کہ ہم چند سال قبل تشریف آوری رسول مسجد بناتے تھے اور
نماز کو قائم کرتے۔ مگر جبکہ حضرت کی تشریف آوری اور بیعت عقبہ ثانیہ میں صرف چار
مہینہ کا فرق ہے تو یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ہم چند سال قبل تشریف آوری مسجدیں بنایا

کرتے۔ مگر یہ کہا جائے ۱۳ھ بعث رسول سے اسلام کی مدینہ میں ابتدا ہے۔ تو ممکن ہو
یہ روایت صحیح

حد بندی مسجد قبا اور کرامت جناب امیرؑ۔ افسوس کہ ابن حجر نے بھی اس واقعہ کو نہیں لکھا کہ جب مسجد قبا کی بنیاد پڑنے لگی تو کیا واقعہ پیش آیا وفاء الوفا میں ہو معجم کبیر طبرانی سے عن جابر بن سمرہ قال لما سئل اھل قباء النبی ؐ ان یبنی لھم مسجدا قال رسول اللہ لیقم بعضکم فیرکب الناقۃ فقام ابوبکر رض فرکبھا فحرکھا فلم تنبعث فرجع فقعد۔ فقام عمر فرکبھا فلم تنبعث فرجع فقعد فقال رسول اللہ ؐ لاصحابہ لیقم بعضکم فیرکب الناقۃ فقام علیؑ فلما وضع رجلہ فی غرز الرکاب وثبت بہ فقال رسول اللہ ارخ زمامھا وابنوا علی مدارھا فانھا مامورۃ ص۱۷۹ جلد اول

یعنی جابر بن سمرہ راوی ہیں کہ اہل قبا نے جب حضرت سے سوال کیا کہ ایک مسجد ان لوگوں کیلئے بنائی جائے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی تم سے ناقہ پر سوار ہو۔ ابوبکر اوٹھے اور سوار ہوے مگر اونٹنے قدم نہ اوٹھایا تو وہ اوتر کر چلے آئے اور بیٹھ گئے تب عمر سوار ہوے مگر ناقہ نے قدم نہ اوٹھایا۔ یہ بھی اوتر کر چلے آئے اور بیٹھ گئے۔ تب حضرتؐ نے فرمایا کوئی سوار ہو۔ اسپر جناب امیرؑ اوٹھے جب حضرت سوار ہوے اور پاے مبارک رکاب میں رکھا تو ناقہ چلنے لگا حضرت نے فرمایا مہار اوسکی چھوڑ دو اور اسکے مدار پر مسجد بناؤ کہ یہ ناقہ مامور ہے۔

اس روایت کا منظر قابل دید ہے کہ دو عرب رؤیس تن اونٹ پر سوار ہوتے ہیں اور اونٹ حرکت نہیں کرتا اور یہ لوگ آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اصل روایت ہی حذف کر دی جائے اور کوئی نہ لکھے۔

حضرت کا یہ فرمانا کہ ناقہ مامور ہے کہ اسکو منجانب اللہ حکم دیا گیا ہے۔ اوس ناقہ کی عظمت و جلالت کو ظاہر کر رہا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کا اوسپر سوار ہونا جو کسی طرح مامور تھے نہ معصوم خود حیرت افزا ہے۔ مگر جو لوگ طالب نام و نمود ہوتے ہیں اون سے کوئی تعجب نہیں۔

شیخ عبد الحق دہلوی نے تو اور بھی کمال کیا ہے کہ لکھتے ہیں اول وقایع بعد از قدوم شریف بنائے مسجد قبا است کہ در اول نزول منازل بنی عمرو بن عوف وقوع یافتہ چنانکہ گذشت و آنحضرت بدست مبارک خود سنگ نہادہ و خلفاء ثلثہ غیر امیر المومنین رض کہ بعد از سہ روز از وصول ایشاں از مکہ آمد سنگہا انداختند وتحمل کہ مرتضی علی رض بعد از وصول نیز نہادہ باشد۔ آں اول مسجدے است کہ بنا کردہ شدہ در اسلام و اول مسجدے کہ نماز گذارد آنحضرت در وے بجماعت اصحاب کرام صہ ۳۳۰

اس عبارت نے اصل واقعہ کو ایسا مٹادیا کہ پھر کوئی گمان ہی نہیں کرسکتا کہ جناب امیر کی آمین شرکت ہو۔ حالانکہ روایت صدر کہہ رہی ہے کہ جو کچھ ہوا بدولت جناب امیر کیونکہ وہ لوگ تو ناقہ رسول پر سوار ہوئے تو اوسنے جنبش بھی نہ کی۔ اور جب جناب امیر سوار ہوئے تو ناقہ چلا اور اوسکے نشان قدم پر مسجد کی تعمیر ہوئی۔

ہاں وفاء الوفا میں بھی یہ روایت درج کی گئی ہے مگر ساتھ ہی اسکی ہڈی پسلی بھی اس روایت کی توڑدی گئی چنانچہ لکھتے ہیں ثم قال یا ابا بکر خذ حجرا فضعہ الی حجری ثم قال یا عمر خذ حجرا فضعہ الی جنب ابی بکر ثم قال یا عثمان خذ حجرا فضعہ الی جنب حجر عمر ثم التفت الی الناس فقال لیضع کل رجل حجرہ حیث احب علی ذلک الخط قلت وھو یقتضی ان ھذا البنیان لیکن عند قدوم النبی الی قباء بل بعد قدوم عثمان من الحبشۃ فانہ کان قد ھاجر الی ارض الحبشۃ فارابدینہ مع زوجتہ رقیہ بنت رسول اللہ وکان اول خارج الیھا ثم ھاجر الھجرۃ الثانیۃ الی المدینۃ فیمکن ان النبی صلعم اسس عند قدومہ ثم بناہ بعد ذلک ولا فلم یکن عثمان حاضرا لکن انہ علیہ بعضہم صہ ۱۸۰

یعنی جب آنحضرت پتھر رکھ چکے تو ابوبکر سے کہا کہ ہمارے پتھر کے بعد اپنا پتھر رکھو۔ پھر عمر سے کہا کہ ابوبکر کے بغل میں پتھر رکھو اسکے بعد عثمان سے کہا۔ پھر عام اجازت دی۔

اس روایت پر اعتراض کرتے ہیں کہ عثمان تو اوس وقت موجود نہ تھے وہ ہجرت کرکے حبش گئے تھے تو یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت نے پہلے اساس قائم کی ہو اوسکے بعد اوسکی تعمیر کی ہو ورنہ عثمان تو

اوس وقت موجود ہی نہ تھے۔

پھر اس روایت کے موضوع ہونے میں کیا شبہہ ہو سکتا ہو کہ اصل واقعہ کے چھپانیکے لئے یہ کوشش کی گئی اور اس حالت کے مٹانے کو کہ ناقہ رسول نے انکی سواری پر حرکت نہ کی یہ واقعہ گڑھا گیا کہ حضرت نے فرمایا ابوبکر۔ عمر۔ عثمان سے ہمارے بعد تملوگ پتھر رکھو۔

قولہ ثم رکب راحلتہ یعنی حضرت محلہ قبا سے جانب شہر مدینہ روانہ ہوے۔ روایت ابن اسحق و ابن عائذ میں ہو کہ حضرت بروز جمعہ وہاں سے روانہ ہوے مگر بخاری نے جمعہ کا لفظ اوڑا دیا۔ حالانکہ حضرت نے نماز جمعہ اوسی روز قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پڑھی ہو اور وہاں سبھنے اصرار کیا کہ یہاں تشریف رکھیے حضرت نے فرمایا ہمارے ناقہ کو چھوڑ دو کہ وہ منجانب اللہ مامور ہو۔ روایت ابن عائذ میں ہو کہ پہلے وہ ناقہ بٹھایا گیا اور لوگوں نے اس میں نزاع شروع کی کہ کہاں قیام فرمائیں تب آپنے کہا کہ اسکو چھوڑ دو جہاں حکم خدا ہوگا وہاں بیٹھے گا مگر بخاری نے اسکو نہ لکھا نہ اسی کو لکھا کہ آخر حضرت نے کہاں منزل فرمایا حالانکہ تمامی مورخین کا بیان ہے کہ ابو ایوب انصاری اپنے مکان میں آپکا اسباب لے گئے اور وہیں حضرت نے سات مہینہ قیام فرمایا۔

یہ واقعہ تین چار مرتبہ پیش آیا کہ حضرت نے ناقہ کے نسبت فرمایا یہ مامور ہو اسکو چھوڑ دو ایک دفعہ تو ہمارے مسجد قبا میں کہ شیخین ادسپر باری باری سوار ہوے مگر اوسنے قدم نہ اوٹھایا جبتک جناب امیر سوار ہوے۔ دوسری مرتبہ جب آپ محلہ قبا سے تشریف لیچلے تو سب نے گھیر لیا کہ یہیں قیام فرمایے حضرت نے فرمایا انی امرت بقریۃ تاکل القری فخلوہا ای ناقتہ فانہا مامورۃ صـ۱۸۲ وفاء الوفا

کہ ہمکو حکم ہوا ہو ایسے قریہ کا جو سب قریوں کو کہا جائیگا۔ تم ہمارے ناقہ کو چھوڑ دو کہ وہ منجانب اللہ مامور ہے۔

تیسری مرتبہ جب آپ مسجد قبا سے چلے ہیں تو راہ میں انصار نے بھی روکا اور اپنے اپنے گھر اوتارنا چاہا تو اوس وقت حضرت نے بھی فرمایا یہانتک کہ قبیلہ بنی سالم میں آپنے نماز جمعہ پڑھی جو پہلا جمعہ ہے اسلام میں۔

چوتھی دفعہ یہی جو مسجد نبی کے پاس حضرت کا ناقہ بیٹھا ہی اور ابو ایوب انصاری آپکا سامان وغیرہ لے گئے ہیں اور آپنے وہاں قیام فرمایا ہے یہ مکان ابو ایوب اصل میں وہ مکان تھا جسکو تبع بادشاہ نے خود حضرت کیلئے زمانہ سابق میں بنایا تھا اوسکے ساتھ چارسو عالم علمائے بنی اسرائیل سے تھے جنھوں نے اسکی خبر دی تھی کہ یہ مقام نبی آخر الزمان کا دار ہجرت ہوگا اس وجہ سے وہ کل علما رہ گئے تو تبع نے حضرت کے نام ایک خط لکھا اور یہ مکان بنایا جو ترکہ میں ابو ایوب انصاری کو ملا اور یہ اوسی عالم کی اولاد سے تھے جسنے یہ خبر دی تھی وفاء الوفا صـ۱۹۳

بروایت وفاء الوفا حضرت نے زید بن حارثہ کو پانچسو درہم اور دو اونٹ دیا کہ جا کر مکہ سے حضرت فاطمہ اور ام کلثوم اور سودہ زوجہ رسول کو اور ام ایمن اور اسامہ کو لائیں۔ اور عبداللہ بن ابی بکر بھی چلے کہ اپنی بہن عائشہ اور اسماء اور ام رومان اپنی ماں کو لائیں اور حارثہ بن نعمان کے مکان میں لا کر اوتارا صـ۱۸۰

قولہ وکان مربد للتمر اس روایت میں تو بخاری نے اسکو مربد کہا ہی جہاں خرما سوکھایا جاتا ہے۔ مگر اسکے بعد والی جو حدیث ہی۔ اوس میں اسکو حائط کہا ہی جو بمعنی باغ ہے جس میں درخت ہوتا ہے چنانچہ اوس میں یہ بھی ہے وکان فیہ نخل فامر رسول اللہ بقبور المشرکین فنبشت وبالخرب فسویت وبالنخل فقطع یعنی اوس میں درخت خرما تھا حضرت نے حکم دیا کہ قبور مشرکین جتنی ہیں وہ کھود دی جائیں اور جو گڑھے زمین میں ہیں وہ برابر کر دیئے جائیں اور درخت کاٹ دیا جائے۔

اس اختلاف سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ صحیح بخاری کیسی کتاب ہے کہ ایک مقام پر اوسکو مربد بنایا ہی جسکو زمین ہموار ہونا چاہیئے اور دوسری جگہ اوسکو باغ بناتے ہیں جسپر ابن حجر یہ تاویل کرتے ہیں فلعلہ کان اولا حائطا ثم خرب فصار مربدا کہ شاید پہلے وہ باغ تھا۔ مگر خراب ہو جانے پر وہ مربد ہو گیا مگر افسوس یہ تاویل بالکل لغو ہے کیونکہ یہاں خود حضرت کا کلام ہی ثامنونی حائطکم کہ تم اپنے اس باغ کی قیمت کرو۔ اور پہلی حدیث میں ہے وھو یصلی فیہ رجال من المسلمین وکان مربدا للتمر کہ اوس میں لوگ نماز پڑھا کرتے اور وہ مربد تھا اور لڑکوں کا تو پھر یہ تاویل کیونکر چل سکتی ہی کیونکہ دونوں

صفت حالت موجودہ کی ہے کہ بنابر حدیث اول وہ اوس وقت مرید تھا اور بنابر روایت ثانی وہ اوس وقت حائط یا باغ تھا۔

قولہ شود عار رسول اللہ الغلامین مطلب یہ ہو کہ حضرت نے دریافت کیا یہ جگہ کسکی ہے جہاں آپکا ناقہ بیٹھا تھا اور وہ مربد تھا تو لوگوں نے کہا سہیل وسہل دو لڑکے ہیں یتیم جو اسعد بن زرارہ کی تربیت میں ہیں حضرت نے اون دونوں سے اس زمین کی قیمت پوچھی کہ مسجد بنائیں تو اون دونوں نے کہا ہم آپکو ہبہ کرتے ہیں حضرت نے اس طور پر لینے سے انکار کیا آخر اون دونوں نے فروخت کیا تو حضرت نے خریدا اور اوس میں مسجد بنایا۔

دوسری بحث یہ ہو کہ حضرت نے اس زمین کو بقیمت لیا یا بلا قیمت اس حدیث میں تو ہے کہ حضرت نے اوس زمین کو خرید لیا۔ اگرچہ پہلے وہ ہبہ کرتے تھے مگر حضرت راضی نہوئے دوسری حدیث میں ہے کہ اونھوں نے کہا قسم بخدا ہم اسکی قیمت نہیں چاہتے جسپر حضرت نے سکوت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو وہ زمین بلا قیمت ملی۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ آخر اس میں کونسی حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ کتاب الصلوٰۃ میں بھی اسی طرح ہے قالوا لا واللہ لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ کہ بجز رضائے خدا ہم کوئی قیمت اسکی لینا نہیں چاہتے یہی روایت جو یہاں مذکور ہوئی۔ فرق یہ ہے کہ وہاں باب یہ قرار دیا ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ جس کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف اون مشرکین سے متعلق ہو جو زمانہ جاہلیت کے تھے۔ یعنی اب اگر مشرکین کی زمین اسی طرح ملجائے تو اوس سے یہ حکم نہیں متعلق ہے۔

ابن حجر نے یہ تاویل کی ہے ای دون غیرھا من قبور الانبیا یعنی مراد اس سے یہ ہے کہ انبیا کی قبر اگر ہو تو نہ کھودی جائے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۶۰ جلد اول مگر قبور انبیا تو لفظ مشرکین سے خارج ہوگئی۔ قید جاہلیت کی وجہ نہ بتائی۔

ہرحال ابن حجر لکھتے ہیں وظاھر الحدیث انھم لم یاخذوا منہ ثمنا وخالف فی ذلک اھل السیر کما سیاتی صفحہ ۲۶۱ جلد اول

یعنی ظاہر حدیث یہ ہے کہ اون لوگوں نے قیمت نہ لی مگر اہل سیر اسکے مخالف ہیں مگر تعجب ہے ابن حجر سے کہ اس مخالفت کا بار ادنھوں نے اہل سیر کے سر کیوں رکھا حالانکہ خود صحیح بخاری کی اس حدیث میں بھی تو یہی مرقوم ہے فابی رسول اللہ ان یقبلہ منہما ھبۃ حتی ابتاعہ منہما کہ حضرتؐ نے بطور ہبہ لینا نامنظور کیا اور آخر اون سے خرید لیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ابن حجر کو بھی اس حدیث پر پہلے اطلاع ہوئی ورنہ یہ نہ لکھتے کہ صرف اہل سیر نے اسکی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ خود بخاری کی حدیث بھی تو اسکی مخالف ہے کہ حضرتؐ نے بلا قیمت لیا ہو۔ پھر بتایئے بخاری کی کونسی حدیث صحیح ہے کیونکہ دو حدیثیں بلا قیمت لینے کی ہیں اور ایک حدیث بقیمت لینے کی ہے۔

ابن حجر یہ تاویل کرتے ہیں کہ پہلے اون لوگوں نے انکار کیا مگر حضرتؐ کے اصرار پر اون لڑکوں نے قیمت لی۔ مگر افسوس یہ تاویل بیکار ہے کیونکہ اس حدیث میں تو بصراحت تمام مذکور ہے کہ حضرتؐ نے خود اون لڑکوں سے بات چیت کی پہلے انکار کیا پھر حضرتؐ کے اصرار پر راضی ہوے۔ تو وہ حدیث یقیناً غلط ہوئی جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت نے بلا قیمت لی جیسا کہ بخاری کی دو حدیث میں ہے۔

تیسری بحث یہ ہے کہ قیمت اوسکی کس کے مال سے دی گئی وفاء الوفا میں ہے وابتاعہا منہ بعشرۃ دنانیر اداہا من مال ابی بکر ص ۲۳۱ جلد اول یعنی حضرت نے اوسکی قیمت دس اشرفی دی مال ابوبکر سے اور اسکی توجیہ یہ بیان کی ہے ورغب ابوبکر فی الخیر کما رغب فیہ اسعد وابو امامہ و معاذ بن عفرا فدفع لھو ابوبکر یعنی ابوبکر نے بہ نیت خیر اس میں رغبت کی جیسا کہ اسعد و ابو امامہ و معاذ بن عفرا نے بھی چاہا تھا لہذا ابوبکر نے یہ دس اشرفی دی جسکا مطلب یہ ہے کہ مسجد کی زمین مال ابوبکر سے خریدی گئی۔

مگر جن لوگوں نے اس رسالہ میں اوس واقعہ کو پڑھا ہے کہ حضرت نے اون کا اونٹ بھی بلا قیمت لینا جائز نہ رکھا وہ کب اسکو مان سکتے ہیں کہ مسجد کی زمین حضرتؐ نے ابوبکر کے مال سے لی ہو۔ حالانکہ حضرتؐ کے پاس ذاتی مال اسقدر تھا کہ زید کو پانچسو درہم دیکر حضرتؐ نے

مکہ روانہ کیا۔ کیا کوئی عاقل اسکو باور کر سکتا ہے کہ جس زمین کے متعلق اتنے انصار جان نثار
اصرار کر رہے ہیں کہ آپ بلا قیمت قبول فرمائیں اور آپ راضی نہیں ہوتے اوس زمین کی
قیمت مال ابوبکر سے ادا کرینگے حاشا و کلا کوئی مسلمان اسکو نہیں مان سکتا۔

اصلیت اسکی اب ملاحظہ ہو اوسی فتح الباری میں ہے ان النبی صلعم امر ابابکران
یعطیہما ثمنہ کہ حضرت نے ابوبکر کو حکم دیا کہ اسکی قیمت دیدو جسکے مطلب یہ ہیں کہ حضرت کا
مال جو اونکے پاس تھا اوس سے حضرت نے دینے کو کہا۔ یاروں نے اسکو یوں بنا دیا کہ حضرت
نے انکے مال سے اوس کی قیمت دلوائی اور وفاء الوفا میں ہے اشتراہ من ابنی عفرا
بعشرۃ دنانیر دفعہا ابوبکر الصدیق کہ حضرت نے اوس زمین کو فرزندان عفرا سے
خریدا دس دینار پر اور دیا اون کو ابوبکر صدیق نے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کے
حکم سے ابوبکر نے دیا یعنی حضرت کے مال سے نہ اپنے مال سے۔

مگر خیریت یہ ہوئی کہ بخاری نے اس بارہ میں کچھ نہ لکھا ورنہ نہ معلوم اہلسنت کیا شور و غل کرتے
حالانکہ وہ تو اس مصیبت میں مبتلا ہیں کہ بخاری کی کونسی حدیث صحیح ہے جس میں بلا قیمت
لینا مذکور ہے یا وہ حدیث جس میں حضرت کی خریداری مذکور ہے۔

طرہ تو یہ ہے کہ شیخ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں عثمان بن عفان آنرا
از وے بدہ ہزار درہم خرید کردہ

اب اس ڈاک پر بھلا حضرت ابوبکر کہاں ٹھہر سکتے ہیں کیونکہ اونکے پاس تو کل تین سو درہم تھا

قولہ وطفق رسول اللہ ینقل معہم اللبن۔ یعنی آنحضرت بھی اونکے ساتھ اینٹ
لانے لگے مسجد بنانے کیلئے فتح الباری میں ہے کہ یہ اینٹ خام تھی اور حضرت نے بارہ روز تک
اس مسجد میں اس طرح نماز پڑھی کہ مسجد نہ بنی تھی بلکہ عریش تھا (ڈالیوں کا سایہ وغیرہ ایک جگہ
بنائی گئی تھی) پھر چار دیواری ولائی او سپر ڈالیوں کی چھت دی گئی روایت زبیر میں ہی
کہ پہلے خرما کی ڈالیوں سے بنائی گئی۔ اور ہجرت کے چار سال بعد اینٹ کی دیوار بنائی
گئی۔

بخاری نے یہاں حضرت کا شعر پڑھنا تو لکھا مگر افسوس اصل واقعہ کو نہ لکھا جو نہایت دلچسپ

اور طولانی ہے۔ ابن حجر نے بھی جناب امیرؑ کے ان اشعار کو نقل کیا وقال علی بن ابی طالب سے لایستوی من یعمر المساجدا ۔ یدأب فیہا قائما وقاعدا ۔ ومن یری عن التراب حائدا ۔ ص۲۷۴ فتح الباری ۔

کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں نہیں برابر ہو سکتا جو مسجد کو بنائے اور اوس میں کھڑا ہو کر اور بیٹھکر چلے اور وہ شخص جو ہر وقت مٹی کو جھاڑتا ہو۔ یہ اشعار خود کہہ رہے ہیں کہ اس میں کوئی قصہ ہے جسکی طرف یہ اشعار اشارہ کر رہے ہیں مگر افسوس نہ بخاری نے اوسکو لکھا نہ ابن حجر نے لہذا ہم وفاء الوفا سے پورا قصہ اسکا نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو ص۲۳۵

واسندہ ہو ایضا و یحیی من طریقہ والمجد ولم یخرجہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا قالت بنی رسول اللہ صلعم مسجدہ فقرب اللبن وما یحتاجون الیہ فقام رسول اللہ فوضع رداءہ فلما رای ذلک المہاجرون الاولون والانصار القوا اردیتہم واکسیتہم وجعلوا یرتجزون ویعملون ویقولون ۔ لئن قعدنا والنبی یعمل ۔ البیت وکان عثمان بن عفانؓ رجلا نظیفا متنظفا وکان یحمل اللبنۃ فیجافی بہا ثوبہ فاذا وضعہا نفض کمہ ونظر الی ثوبہ فان اصابہ شیء من التراب نفضہ فنظر الیہ علیؑ بن ابیطالب فانشأ یقول لایستوی من یعمر المساجد الابیات المتقدمۃ فسمعہا عمار بن یاسر فجعل یرتجزبہا وہو لایدری من یعنی بہا فمر بعثمان فقال یا ابن سمیۃ ما اعرفنی بمن تعرض ومعہ حدیدۃ فقال لتکفن اولا عترضن بہا وجہک فسمعہ رسول اللہ صلعم وہو جالس فی ظل بیتی یعنی ام سلمہ (و) فی کتاب یحیی فی ظل بیتہ فغضب رسول اللہ صلعم ثم قال ان عمار بن یاسر جلدۃ مابین عینی وانفی فاذا بلغ ذلک من المرء فقد بلغ ووضع یدہ بین عینیہ فکف الناس عن ذلک ثم قالوا لعمار ان النبی صلعم قد غضب فیک ونخاف ان ینزل فینا القرآن فقال انا ارضیہ کما غضب فقال یا رسول اللہ صلعم مالی ولاصحابک قال مالک ومالہم قال یریدون قتلی یحملون لبنۃ لبنۃ ویحملون علی اللبنتین والثلاث فاخذہ بیدہ فطاف بہ فی المسجد وجعل یمسح وفرتہ بیدہ من التراب ویقول یا ابن سمیۃ لایقتلک اصحابی ولکن تقتلک الفئۃ الباغیۃ ۔

یعنی امام زہری اور یحییٰ اور مجدر روایت کرتے ہیں حضرت ام سلمہ سے کہ جب حضرت نے مسجد کی تعمیر شروع کی تو خود آنحضرت نے ردا رمبارک رکھکر اینٹ وغیرہ لیجانا شروع کیا۔ یہ دیکھکر مہاجرین و انصار نے بھی اپنی اپنی ردائیں اوتار دیں اور اینٹ گارا اوٹھانے لگے اور یہ رجز پڑھتے جاتے لئن قعدنا والنبی یعمل ذاك اذا لعمل المضلل کہ اگر ہملوگ بیٹھے رہیں اور رسول اللہ کام کریں تو یہ کام گمراہی کا ہوگا۔

عثمان بن عفان ایک مرد خوش پوشاک تھے۔ اینٹ لاتے تو اپنے کپڑے سے علحدہ رکھتے اور جب اینٹ رکھتے تو اپنے لباس کی دیکھبھال کرتے مٹی لگ جاتی تو اوسکو صاف کرتے جناب امیر نے جو اونکی یہ حالت دیکھی تو یہ اشعار فرمائے لا یستوی من یعمر المساجد یدأب فیہا قائما وقاعدا ومن یری عن الغبار حائدا۔ جو شخص تعمیر مسجد میں اس طرح مشغول ہو کہ اوسمیں کھڑا ہو کر اور بیٹھکر دوڑتا ہو۔ اوسکے برابر وہ شخص نہیں ہو سکتا جو اپنے کپڑے کو جھاڑے یا صاف کرے۔

ان اشعار کو حضرت عمار نے سن لیا تو وہ بھی پڑھنے لگے اور یہ نہ سمجھتے تھے کہ اس سے مقصود کون شخص ہے عثمان نے جو سنا تو اونکے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا اوسکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اگر باز نہ آؤگے تو ہم اسی سے تمہارا چہرہ بگاڑ دینگے حضرت نے اس کلام کو سن لیا۔ تو اس کلام سے نہایت غضبناک ہوئے اور فرمایا عمار ہماری آنکھ اور ناک کے درمیان کے جسم کے برابر ہیں۔ تو جسنے ان کو ایذا دی اوس نے گویا ہمارے اس مقام جسم پر ایذا دی حضرت کا یہ کلام سنکر سب خاموش ہو گئے اور عمار سے کہا کہ آنحضرت تمہارے بارہ میں غضبناک ہوئے ہیں اور خوف ہے کہ ہملوگوں کے بارہ میں قرآن نازل ہو۔

عمار نے کہا کہ ہم جاکر حضرت کو راضی کرتے ہیں یہ کہکر خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا حضرت کیا ہو گیا ہے آپکے اصحاب کو حضرت نے پوچھا کیا۔ کہا وہ لوگ ہمکو مار ڈالنا چاہتے ہیں کہ خود تو ایک ایک اینٹ لاتے ہیں اور ہمپر دو دو تین اینٹ رکھدیتے ہیں حضرت نے اون کا ہاتھ پکڑا تمام مسجد میں اون کو لیکر گھومے اور اونکے سر کے بالوں کو مٹی سے پاک کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے اے پسر سمیہ تمکو ہمارے اصحاب نہیں قتل کرینگے بلکہ فئہ باغیہ قتل کریگا۔

اب حضرات اہلسنت بتائیں کہ معویہ کو کس اصول پر وہ حضرات صحابی رسول کہتے ہیں حالانکہ حضرت بنص صریح فرماتے ہیں قاتل عمار صحابی نہیں ہے بلکہ فرقہ باغی ہے۔ اور باتفاق عالم ثابت ہو کہ حضرت عمار جنگ صفین میں جناب امیرؑ کے ہمراہ تھے جنکو لشکر معویہ نے شہید کیا تو پھر اہلسنت کے فرقہ باغی ہونے میں کیا عذر ہے۔

اب یہاں دوسرا اعتراض شروع ہوا کہ زہری کہتے ہیں ہمکو جہانتک معلوم ہے حضرت نے ان دونوں شعروں کے سوا کبھی کسی کا پورا شعر زبان پر نہ جاری کیا۔ مگر یہاں دو اعتراض کیا گیا ہے کہ ایک یہ کہ رجز ہے نہ شعر اسی لئے اسکا قائل راجز کہلاتا ہے نہ شاعر۔ دوسرے یہ کہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت کوئی شعر پڑھ سکتے تھے یا نہیں اور اگر پڑھتے تو ایک بیت یا زیادہ حالانکہ کہا گیا ہے کہ ایک مصرع شعر نہیں کہلاتا مگر اسکا جواب یہ دیا ہے کہ وجہ اول اسلئے غلط ہے کہ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ رجز بھی شعر ہے جب موزوں ہو اور بعض نے یہ کہا ہے کہ حضرت جب اس طرح کے اشعار پڑھتے تو قافیہ کو متحرک کر دیتے چنانچہ دوسری روایت میں فاغفر للمہاجرین والانصار آیا ہے جس سے وہ موزونیت سے خارج ہو گیا اور دوسرے کا یہ جواب ہے کہ اگر منع ہے تو حضرت کا انشا کرنا کسی شعر کا نہ یہ کہ دوسرے کا شعر بھی نہ پڑھیں۔

آخر میں ابن حجر لکھتے ہیں تنبیہ اخرج المصنف ہذا الحدیث بطولہ فی التاریخ الصغیر بہذا السند فزاد بعد قولہ ہذہ الابیات وعن ابن شہاب قال کان بین لیلۃ العقبہ یعنی الاخرۃ وبین مہاجر النبیؐ ثلاثۃ اشہر او قریبا منہا یعنی بخاری نے اس روایت کو اسی سند سے تاریخ صغیر میں بھی لکھا ہے جسمیں اسقدر اور زیادہ کیا ہے کہ کہا ابن شہاب نے لیلہ عقبہ اور ہجرت کے درمیان میں تین مہینہ کا فصل تھا یا قریب اسکے یعنی ذی حجہ محرم صفر۔ مگر ذیحجہ کے دس روز گذر نیکے بعد داخل مدینہ ہوے ربیع الاول کے چاند دیکھنے بعد کیونکہ پہلی کو یا انتہا سے انتہا بارہ کو داخل مدینہ ہوئے۔

اس روایت نے حافظہ بخاری کو بخوبی ثابت کر دیا کہ ایک ہی روایت کو ایک ہی سند سے صحیح میں لکھتے ہیں تو اس طرح ناقص کر کے اور تاریخ صغیر میں جاوس روایت کو لکھتے

ہیں تو پورا کرے۔ پھر ایسی کتاب کیونکر صحیح کہی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کا تو خاتمہ ہوا جو ضمناً لکھی گئی کیونکہ بحث تھی مناقب ابوبکر میں جسمیں اس حدیث کا ایک ٹکڑا انھوں نے لکھا تھا حالانکہ یہ حدیث اوسی باب کے مناسب تھی مگر وہاں نہ لکھا اور باب ھجرۃ النبی میں لکھا تھا۔ اسلیے اسکی حقیقت دکھائی گئی۔ اب ہم پھر اصل بحث پر آتے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵ رسالہ ہذا۔

صحیح بخاری حدثنا محمد بن سنان حدثنا ہمام عن ثابت عن انس عن ابی بکر قال قلت للنبی وانا فی الغار لو ان احدھم نظر تحت قدمیہ لابصرنا فقال ماظنک یا ابابکر باثنین اللہ ثالثھما۔

یعنی انس راوی ہیں ابوبکر سے کہ جب ہم غار میں تھے تو حضرت سے عرض کیا اگر کوئی شخص اپنے قدموں کے نیچے دیکھے تو ہملوگوں کو دیکھ لیگا حضرت نے فرمایا کیا تیرا گمان ہے ایسے دو شخصوں کے نسبت کہ تیسرا جسکا اللہ ہے۔

ابن حجر لکھتے ہیں وفی الحدیث منقبۃ ظاھرۃ لابی بکر کہ اس حدیث میں منقبت ابوبکر کی ظاہر ہے۔ مگر افسوس ابتک نہ معلوم ہوا کہ کونسی فضیلت ہے کیونکہ خداوند عالم تو ہر شخص کی نسبت ارشاد فرماتا ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ پھر اس سے کونسی فضیلت نکلی کیونکہ اس میں تو سبھی انسان مشترک ہیں۔ یہی وجہ سے ابن حجر کو لکھنا پڑا تقدیرہ نحن اثنان ومعنا ثالثھما ناصرھما ومعینھما والا فاللہ ثالث کل اثنین بعلمہ کہ تقدیر اسکی یہ ہے کہ خدا ہم دونوں کا مددگار ہے ورنہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ خدا ہر دو شخص کا تیسرا ہے۔

مگر چونکہ حضرات اہلسنت نے اسکو دلیل فضیلت خلیفہ اول قرار دیا ہے لہذا خدا نے بھی اس روایت کو ایسا عیبی بنایا کہ کسی طرح اوسکی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

تنبیہ اشتھر ان حدیث الباب تفرد بہ ہمام عن ثابت وممن صرح بذلک الترمذی والبزار یعنی مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث افراد ہمام سے ہے جسکو اونھوں نے ثابت سے نقل کیا جیسا کہ ترمذی اور بزار نے اسکی تصحیح کی ہے۔

اس تحقیق کی غرض یہ ہے کہ ہمام راوی روایت مجروح ہے لہذا تنہا اس شخص کی روایت صحیح نہیں کہی جاسکتی۔ ان کا نام ہمام بن یحیی بن دینار ازدی عوفی ہے (قسطلانی صفحہ جلد ۶) انکے بارےمیں تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۶۹ میں ہے۔

سمعت ابراهیم بن عرعرة قال یحیی ثنا عفان ثنا همام فقال له اسکت ویحک یعنی ابراہیم بن عرعرہ نے ہمام سے روایت کی تو یحیی نے کہا چپ رہ وائے تجھپر۔

وقال ابوبکر البردیجی همام صدوق یکتب حدیثه ولا یحتج به یعنی ابوبکر بردیجی کہتے ہیں وہ روایت میں صادق ہے مگر قابل احتجاج نہیں۔

تو اب اعتراض امام ترمذی کا مطلب واضح ہوگیا کہ چونکہ یہ روایت منفردات ہمام سے ہے اسلئے قابل احتجاج نہیں۔ اسکا جواب ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ ثابت نے بھی بمتابعۃ ہمام اسکی روایت کی ہے اور بروایت حبشی بن جنادہ بھی ابن عباس سے یہ منقول ہے مگر افسوس یہ جواب تسلی بخش نہیں کیونکہ ابن شاہین وغیرہ ملتزمین صحت سے نہیں ہیں۔ اور صحیح بخاری تو ملتزم الصحۃ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث معنعن ہے اور حدیث معنعن عام طور سے مقبول نہیں تیسرے یہ کہ اس روایت کے الفاظ میں اس طرح کا اختلاف ہے کہ کسی طرح اس حدیث کی صحت نہیں ثابت ہوسکتی کیونکہ روایت حبان میں ہے فرایت اثار المشرکین کہ ابوبکر کہتے ہیں ہمنے آثار مشرکین کو دیکھا اور روایت موسی بن اسمعیل میں ہے اسی ہمام سے فرفعت راسی فاذا انا باقدام القوم کہ جب ہمنے سر اوٹھایا تو قوم کے قدمونکو دیکھا پھر لوان احدهم نظر کا مقتضا یہ ہے کہ یہ قول ابوبکر کا اوس وقت کا ہے جبکہ کفار غار کے اوپر تھے حالانکہ قول اکثر یہ ہے کہ اونکے چلے جانے کے بعد ابوبکر نے کہا پھر روایت موسی بن عقبہ میں ہے لوان بعضهم طاطاء بصره اور روایت ابن حبان میں لو رفع قدمیه ہے۔

ابن حجر لکھتے ہیں وهی مشکلة فان ظاهره ان باب الغار ستر باقدامهم ولیس کذلك یعنی اس روایت میں یہ اشکال ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ غار کا منہ اونکے قدم

چھپا ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ مگر یہ کہا جائے اونھوں نے اپنے کپڑوں سے چھپا لیا تھا۔ پھر اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا ماظنک یا ابا بکر کہ تمھارا کیا گمان ہے اے ابوبکر حالانکہ بتصحیح ابن حجر روایت موسی میں ہے فقال اسکت یا ابا بکر کہ حضرت نے فرمایا چپ رہ اے ابوبکر جس سے حضرت کا ڈانٹنا اور ناراض ہونا ظاہر ہے۔

بہرحال چونکہ اس حدیث سے کسی قسم کی فضیلت ابوبکر کی نہیں ثابت ہوتی اسلئے کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بدیہی ہے۔ رسول اللہ صلعم پر یہ ایسا وقت تھا کہ شاید ہی کسی فرد بشر پر گذرا ہو اس وقت کا رونا دہونا کیسا کچھ اثر کرسکتا ہے خاص کر جب یہ حالت ہو کہ گرفتار کرنے والے کفار قدموں کے نیچے ہوں اور اون سے بچانے والا بظاہر اسباب کوئی نہو۔ رو کر راز کو فاش کرنا کیسی بات تھی کم سے کم یہ تو سمجھنا چاہیئے کہ جو مصیبت آیگی وہ پہلے اسی رسول پر جسکے تعاقب میں یہ سب آرہے ہیں اونکے بعد جو کچھ آتا ان پر آتا۔ پھر انکو کونسا تردد تھا جو اس طرح رونے لگے۔ اگر یہ کہیئے کہ رسول اللہ صلعم کی فکر تھی تو کیا آج تیرہ برس میں اونھوں نے نہیں دیکھا تھا کہ خدا نے کس کس طرح آپکی حفاظت کی اور کید اعداسے نجات دیا پھر اس بے صبری کی کیا وجہ؟ کیا خدا پر ایمان نہیں درست ہوا تھا جو اس طرح رونے لگے اور حضرت کے نفس اقدس کو مشوش کیا۔

صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر قالہ ابن عباس عن النبی صلعم حدثنا عبداللہ بن محمد ثنا ابو عامر ثنا فلیح ثنی سالم ابوالنضر عن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس وقال ان اللہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ذلک العبد ما عند اللہ قال فبکی ابوبکر فتعجبنا لبکاءہ ان یخبر رسول اللہ صلعم عن عبد خیر فکان رسول اللہ صلعم ھو المخیر وکان ابوبکر ھو اعلمنا فقال رسول اللہ ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لایبقین فی المسجد الا سد الا باب ابی بکر۔

یعنی یہ باب اس کا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا سب دروازوں کو بند کردو مگر دروازہ ابوبکر کا کہا ابن عباس نے رسول اللہ صلعم سے ، عبداللہ بن محمد ابو عامر سے وہ فلیح سے وہ سالم ابو النضر سے وہ بسر بن سعید سے وہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خطبہ میں فرمایا کہ خدا نے بندہ کو مخیر کیا ہے درمیان دنیا کے اور درمیان اوسکے جو خدا کے نزدیک ہے تو اس بندہ نے اوس چیز کو اختیار کیا جو خدا کے نزدیک اسپر روئے ابوبکر اور ہم لوگوں نے اونکے رونے پر یہ تعجب کیا کہ رسولخدا تو اسکی خبر دیں کہ خدا نے اختیار دیا پس گویا کہ وہ اختیار دیئے گئے رسول اللہ صلعم تھے اور ابوبکر ہم میں سب سے اعلم تھے پس فرمایا حضرتؐ نے سب سے زیادہ احسان رکھنے والے ہمپر صحبت میں اور مال میں ابوبکر ہیں اور اگر ہم کسی کو خلیل اپنا بناتے تو ابوبکر کو خلیل بناتے لکن اخوۃ اسلام ہے اور اوسکی مودت نہ باقی رکھا جائے مسجد میں کوئی دروازہ مگر یہ کہ بند کر دیا جائے سوائے دروازہ ابوبکر کے ۔

اس روایت سے جیسی کچھ فضیلت ابوبکر نمایاں ہے کسی مزید حاشیہ کی ضرورت نہیں مگر ایسی غلط روایت شاید دنیا میں نہو کیونکہ ایک ایک لفظ اسکا ایسا ہے کہ کذب و افترا سے بھرا ہوا ہے کیونکہ پہلی جلد میں کتاب الصلوۃ میں اس لفظ سے اس روایت کو لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۵۹ جلد اول مطبوعہ مصر

باب الخوخۃ والممر فی المسجد حدثنا محمد بن سنان قال حدثنا فلیح قال حدثنا ابو النضر عن عبید بن حنین عن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری قال خطب النبی فقال ان اللہ سبحانہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ فبکی ابوبکر فقلت فی نفسہ ما یبکی ھذا الشیخ ان یکن اللہ خیر عبدا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ فکان رسول اللہ ھو العبد وکان ابوبکر اعلمنا فقال یا ابابکر لا تبک ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر ولو کنت متخذا خلیلا من امتی لاتخذت ابابکر ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر

حدثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی قال حدثنا وھب بن جریر قال حدثنا
ابی قال سمعت یعلی بن حکیم عن عکرمہ عن ابن عباس قال خرج
رسول اللہ فی مرضہ الذی مات فیہ عاصبا راسہ بخرقۃ فقعد علی
المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال انہ لیس من الناس احد امن علی
فی نفسہ ومالہ من ابی بکر بن ابی قحافہ ولو کنت متخذا من الناس خلیلا
لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن خلۃ الاسلام افضل سد وا عنی کل
خوخۃ فی ھذا المسجد غیر خوخۃ ابی بکر۔

یہ حدیث تو باب الصلوۃ میں ہے اور دو حدیث یہاں باب المناقب میں۔ اب
پہلے بقاعدہ محدثین رواۃ کی جانچ کیجئے اور دیکھئے کیسے کیسے رواۃ اس حدیث کے ہیں
کیونکہ مدار ان روایتوں کا فلیح اور عکرمہ پر ہے۔

فلیح بن سلیمان دو روایتوں کے راوی ہیں تقریب میں کثیر الخطا لکھا ہے صفحہ ۲۰۶ خلاصہ
التہذیب میں ہے ضعفہ النسائی وقال ابن جناد ابو حاتم لیس بقوی صفحہ ۳۱۱
اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ یہ غلام زادہ تھا زید بن خطاب کا۔ قال عثمان الدارمی
عن ابن معین ضعیف ما اقربہ من ابی اویس وقال الدوری عن ابن
معین لیس بالقوی ولا یحتج بحدیثہ وھو دون الدراوردی وقال
ابو حاتم لیس بالقوی وقال الاجری قلت لابی داؤد ابلغک ان یحیی بن
سعید کان یقشعر من احادیث فلیح قال بلغنی عن یحیی بن معین قال
کان ابو کامل مظفر بن مدرک یتکلم فی فلیح قال ابو کامل کانوا یرون
انہ یتناول رجال الزھری قال ابو داؤد وھذا خطا عندی یتناول
رجال مالک وقال الاجری قلت لابی داؤد قال ابن معین عاصم بن
عبید اللہ وابن عقیل وفلیح لا یحتج بحدیثھم قال صدق وقال النسائی
ضعیف وقال مرۃ لیس بقوی × وقال الرملی عن ابی داود لیس بشئ
وقال الطبری ولاہ المنصور علی الصدقات لانہ کان اشار علیھم

بحبس بنی حسن لما طلب محمد بن عبد اللہ بن الحسن وقال ابن القطان اضعف مارمی بہ ما روی عن یحیی بن معین عن ابی کامل قال کنا نتہمہ لانہ کان یتناول اصحاب النبی کذا ذکر ھذا صہ ۳۰ جلد ۲ مطبوعہ حیدرآباد میزان الاعتدال جلد ۲ صہ ۳۰۰

یعنی عثمان دارمی ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے دوری روایت کرتے ہیں کہ ابن معین کہتے ہیں وہ قوی نہیں ہے اوسکی حدیث سے احتجاج نہیں ہوسکتا۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ قوی) نہ تھا۔ اجری کہتے ہیں کہ ہمنے ابوداؤد سے کہا کیا تمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ یحیی ابن سعید کانپتے تھے حدیث فلیح کے بارمیں۔ ابوکامل کہتے ہیں کہ وہ رجال زہری کو تناول کرتے تھے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ خطا ہے بلکہ وہ رجال مالک کا تناول کرتے تھے (بظاہر مراد یہ ہے کہ انکے راویوں کو اپنا راوی بناتے) ابن معین کہتے ہیں کہ عاصم بن عبداللہ بن عقیل۔ فلیح کی حدیثوں سے احتجاج نہیں کیاجاتا۔ نسائی نے کہا وہ ضعیف ہے اور ایکدفعہ کہا وہ قوی نہیں ہے۔ رملی ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ فلیح کوئی چیز نہ تھا امام طبری کہتے ہیں کہ منصور دوانیقی نے اسکو صدقات مدینہ کا متولی قرار دیا تھا جس زمانہ میں اس نے رائے دیا تھا کہ فرزندان امام حسنؑ کو قید کرنا چاہیئے یہ اوس زمانہ کا واقعہ ہے کہ جب محمد بن عبداللہ بن حسن کو منصور گرفتار کرنا چاہتا تھا ابن قطان کہتے ہیں کہ ابن معین۔ ابوکامل سے روایت کرتے ہیں سب سے سخت جرم یہ تھا کہ صحابہ رسول کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

افسوس کہ ایسا راوی جسپر گویا ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ لاشی ہے اوسکی روایت صحیح بخاری میں درج کی جاے اور اوسپر دعوی کیا جاے کہ یہ کتاب صحیح ہے۔

ان سب جرحوں کا جواب اہلسنت نے یہ دیا ہے قلت قد اعتمد ابو عبد اللہ البخاری فلیحا صہ ۳۰۳ میزان الاعتدال جلد ۲

کہ اسپر بخاری نے اعتماد کیا ہے مگر اس جواب کی لغویت ظاہر ہے کہ اگر یہ جواب کافی ہوتا

تو پھر ان سب جرحوں کے لکھنے سے کیا فائدہ تھا۔ اور جب جارح اوسکے اساتذہ بخاری ہیں جنھوں نے اوسکو دیکھا تھا اور صحبت میں رہے تھے ور سب جارح ہیں تو بخاری کے محض اعتماد کرنے سے کیا ہوتا ہے۔

طرہ تو یہ ہے کہ خود ذہبی اسکے بعد چند حدیثوں کو اسکی لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں ہیں۔ تو پھر اسکی کیا وجہ کہ یہ حدیثیں تو قابل اعتماد نہوں اور جس حدیث کو بخاری روایت کریں وہ قابل اعتماد ہوں۔

ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں قلت لم یعتمد علیہ البخاری اعتمادہ علی مالک وابن عیینۃ واقرانہما وانما اخرج لہ احادیث اکثرہا فی المتابعات وبعضہا فی الرقائق ص۴۵۸

یعنی بخاری نے بھی اسپر ویسا نہیں اعتماد کیا جیسا کہ مالک وابن عیینہ وغیرہ پر اعتماد کیا اور اکثر حدیثیں اوسکی متابعات میں اور بعض رقائق میں ہیں جس سے اور بھی حالت ظاہر ہوئی کہ باوصفیکہ اوسکو قابل اعتماد وہ بھی نہ جانتے تھے۔ مگر فضیلت ابوبکر کے ثابت کرنیکے لئے اوسی کے محتاج ہوے۔ کیونکہ اس روایت خوخہ کا دارومدار یا فلیح پر ہے یا عکرمہ پر جو دونوں اعلی درجہ کے خارجی ہیں۔

ابن حجر یہ بھی لکھتے ہیں وفلیح لقب مشہور من طبقۃ مالک احتج بہ البخاری واصحاب السنن وروی لہ مسلم حدیثا واحدا وھو حدیث الافک وضعفہ یحیی بن معین والنسائی وابو داود۔ یعنی فلیح مالک کے طبقہ سے ہے اس سے بخاری نے احتجاج کیا ہے اور اصحاب سنن نے۔ مگر مسلم نے صرف ایک ہی حدیث لکھی ہے قصہ افک میں ہے۔

افسوس یہ ہے کہ بخاری نے ایک ایسے شخص سے روایت کی ہے جو ابن معین۔ نسائی۔ ابوداود سب کے نزدیک ضعیف ہے اور اوسکے اعمال قبیحہ ایسے تھے کہ وہ خلیفہ منصور دوانیقی کی طرف سے مدینہ کے صدقات کا حاکم تھا اور اسی ملعون نے منصور دوانیقی کو مشورہ دیا کہ اولاد جناب امام حسن کو قید کرے تو کیا اسکے بعد بھی کسی کو ناصبیت بخاری میں شک رہ سکتا ہے۔

مگر اصل یہ ہے کہ اگر بخاری ان سے روایت نہ کرتے تو یہ حدیث خوخہ ابوبکر کہاں ملتی کیونکہ موضوعات کے راوی تو خوارج ہی ہو سکتے ہیں جنھوں نے خدا و رسول کو چھوڑ دیا، اور دین اسلام سے خارج ہوے۔ پھر اون کو خدا و رسول پر افترا کرنے میں کیا باک ہو سکتا ہے علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں قال الدارقطنی ولم اره فی الموطاء الا فی الکتاب الجامع للقعبنی ولم یذکره فی الموطاء غیره ومن تابعه فانما رواه فی غیر الموطا واللہ تعالی اعلم قلت وکان ھذا الاختلاف انما اتی من فلیح لان الحدیث حدیثه علیه یدور وھو عند بعضھم ھو لین الروایة وحاصل الروایة ان فلیحا کان یروی تارة عن عبید وعن بسر کلیھما وتارة یقتصر علی احدھما والخطاء من محمد بن سنان حیث حذف الواو العاطفه فافھم صـ۳۳ جلد ۲

یعنی کہا دارقطنی نے ہمنے اس روایت کو موطا میں نہیں دیکھا اور بجز قعنبی یا اوسکے تابعین کے اور کسی نے اسکو موطا میں نہیں لکھا ہے بلکہ غیر موطا میں لکھا ہے۔ علامہ عینی کہتے ہیں اصل یہ ہے کہ اس روایت کا مدار فلیح راوی پر ہے اور وہ بعض محدثین (بلکہ اکثر) کے نزدیک لین الروایۃ ہے۔ اور اسکی روایت کا حاصل یہ ہے کہ وہ کبھی عبید اور بسر دونوں سے روایت کرتا ہے اور کبھی ایک سے اور خطا محمد بن سنان کی ہے جسنے حرف واو عاطفہ کو حذف کر دیا۔

اب تو اسکی بھی وجہ معلوم ہو گئی کہ امام شافعی وغیرہ جو موطا کو اصح الکتب کہتے ہیں وہ کسقدر درست ہے کیونکہ اس روایت کو اسی وجہ سے نہیں لکھا کہ اس روایت کا راوی فلیح ہے جو قابل اعتماد نہیں۔ مگر امام بخاری کو عشق ابوبکر نے ایسا مجبور کیا کہ ایسی ہی روایتوں کیلئے اونھوں نے ایسے خوارج کو پسند کیا جو اس قسم کی وضعی روایتیں بنایا کرتے جسکا مزہ بھی خدا نے اونکو دنیا میں چکھا دیا کہ خود اسکا اقرار کرتے ہیں۔ اس روایت میں غلطی ہوئی پھر ایسی روایت کس طرح قابل اعتماد ہو سکتی ہے۔

راوی سوم۔ عبید بن حنین ہیں تہذیب التہذیب میں ہو مولی آل زید بن الخطاب صـ۶۳ جلد ۷

یہ بھی مثل فلیح غلام زادگان آل زید بن خطاب سے ہے جو کافی ہے اسکی جرح کیلئے
کیونکہ موالی کام ہی یہی ہوتا تھا کہ اپنے آقا کی ہر طرح خدمتیں کرتے رہیں سنہ وفات ۱۶۸ھ
دوسرا شگوفہ یہاں تک تو آپنے رواۃ کا حال ملاحظہ کیا کہ فلیح راوی دوم تو بالکل افلح
کا مصغر ہے جو باتفاق اکثر محدثین ضعیف اور ناقابل احتجاج اب قسطلانی کی تحقیقات
سنئے ولابی ذرو الاصلی عن ابی زید عن عبید بن حنین عن ابن سعید
الخدری فاسقط بسر بن سعید وکذا وجد تصویبه علی الاصل المسموع
علی الحافظ ابی ذروان الفربری قال ان الروایة هکذا ای باسقاطه
ونقل ابن السکن عن الفربری عن البخاری انه قال هکذا احدث
به محمد بن سنان عن فلیح وهو خطأ وانما هو عن عبید بن حنین و
عن بسر بن سعید یعنی بواو العطف قال الحافظ ابن حجر فعلی هذا یکون
ابو النصر سمعه من شیخین حدثه کل منهما به عن ابی سعید فحذف العاطف
خطاء من محمد بن سنان ومن فلیح ص۳۶۹ جلد اول ۔

یعنی ابوذر اور اصلی روایت کرتے ہیں عن ابی زید عن عبید بن جنین عن ابی
سعید الخدری جس میں دونوں نے بسر بن سعید کو ساقط کر دیا اور جو اصل کہ خود حافظ
ابوذر سے سنی گئی اوس سے بھی یہی کی تصویب ہوتی ہے ۔ فربری (اصل راوی صحیح
بخاری) کہتے ہیں کہ اصل روایت اسی طرح ہے کہ بہ اسقاط بسر بن سعید ۔ اور ابن السکن فربری
سے اور وہ بخاری سے روایت کرتے ہیں کہ اسی طرح محمد بن سنان نے فلیح سے روایت
کیا حالانکہ وہ خطا ہے اور اصل میں اس طرح ہے عن عبید بن جنین وعن بسر
بن سعید بحرف عطف حافظ ابن حجر کہتے ہیں تو اس بنا پر ابو النصر نے دو شیخ سے سنا
اور دونوں نے روایت کیا ابو سعید خدری سے ۔ تو حرف عطف کا نکالنا خطا ہے
محمد بن سنان (شیخ بخاری) اور فلیح دونوں سے ۔

اب بتایئے کہ جس کتاب میں ایسے اغلاط ہوں وہ کب صحیح کہی جا سکتی ہے کیونکہ
مطلب اس تحقیقات کا یہ ہے کہ محمد بن سنان نے دو استاد سے سنا تھا جسکو یوں

بیان کرنا چاہیئے کہ عبید بن حنین اور بسر بن سعید دونوں نے روایت کیا۔ اور بیان کیا اس طرح کہ عبید بن حنین نے بسر بن سعید سے روایت کیا۔ اس سے بڑھکر کیا خبطلی ہوسکتی ہے اور لطف یہ ہے کہ خود بخاری بھی کہتے ہیں کہ یہ غلطی ہے محمد بن سنان کی مگر پھر بھی اوسی خطا پر جمے ہوئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس روایت پر قدیم زمانہ سے اعتراض چلا آتا ہے چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں قال الدارقطنی روایۃ من رواۃ ابی النصر عن عبید عن بسر غیر محفوظۃ ص۲۷ جلد اول

کہا دارقطنی نے جسنے اس روایت کو ابو النصر سے اور اوس نے عبید سے اور اوس نے بسر سے روایت کیا وہ روایت غیر محفوظ ہے پھر بھلا یہ روایت صحیح کب ہوسکتی ہے اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے عن سعید بن منصور عن فلیح عن ابی النصر عن عبید و بسر جمیعا عن ابی سعید۔ کما فی فتح الباری ص۲۷

اب کسی کو صحیح بخاری کے خبط بے ربط ہونے میں عذر ہوگا کیونکہ اولاً راوی مجروح خارجی ثانیاً اس طرح کے اغلاط من حیث السند پھر صحیح مسلم اور موطا کے افضل ہونے میں کیا عذر ہوسکتا ہے جسنے ان خرافتوں سے اپنی کتاب کو محفوظ رکھا۔

ہمارا اصل مدعا جو تنقید صحیح بخاری ہے کہ اسکے اغلاط اور خرافتوں کو دکھائیں۔ اور پھر روایات فضیلت ابوبکر کی تنقید کریں دونوں مدعا اس سے بخوبی ثابت ہے کہ نہ نفس صحیح بخاری قابل اعتماد ہے نہ یہ روایت فضیلت ابوبکر جو سراسر موضوع و مکذوب ہے۔

تیسری خرابی اس میں یہ ہے کہ علامہ عینی لکھتے ہیں فیہ التحدیث بصیغۃ الجمع فی ثلاثۃ مواضع وفیہ العنعنہ ثلاثۃ مواضع ص۴۳ جلد ۲

یعنی اس حدیث میں تین جگہ تو تحدیث بصیغہ جمع ہے حدثنا اور تین جگہ عن عن ہے جو بہ اتفاق محدثین اہلسنت قابل قبول نہیں ہے۔

رواۃ روایت ثانیہ اب دوسری حدیث کے رواۃ کو دیکھئے جسکے راوی سوم جریر بن حازم عتکی ہیں تہذیب التہذیب میں ہے جلد ۲

وقال احمد بن سنان عن ابن مهدی جریر بن حازم اختلط × وقال ابو نعیم تغیر قبل موته بسنة × وقال عبد الله بن احمد سالت ابن معین عنه فقال انه یحدث عن قتادة عن انس احادیث مناکیر فقال لیس بشئ هو عن قتادة ضعیف × وقال مهنا عن احمد عن جریر کثیر الغلط وقال ابن حبان فی الثقات کان یخطی لان اکثر ما کان یحدث من حفظه × وقال الساجی صدوق حدث باحادیث وهم فیها وهی مقبولة حدثنی حسین عن الاثرم قال احمد جریر بن حازم حدث بالوهم بمصر ولم یکن یحفظ وحدثنی عبد الله بن خراش ثنا صالح عن علی بن المدینی قیل لیحیی بن سعید ابو الاشهب احب الیک ام جریر بن حازم قال ما اقربهما ولکن کان جریر اکبرهما وکان یهم فی الشئ و کان یقول فی حدیث الضبع عن جابر عن عمر ثم صیره عن جابر عن النبی ﷺ + وقال الازدی جریر صدوق خرج عنه بمصر احادیث مقلوبة ولم یکن بالحافظ حمل رشدین وغیره عنه مناکیر و ثقه احمد بن صالح وقال البزار فی مسنده ثقة وقال ابن سعد کان ثقة الا انه اختلط فی آخر عمره صہ جلد ۲

احمد بن سنان ابن مہدی سے روایت کرتے ہیں کہ آخر عمر میں اختلاط عقل انکو ہو گیا تھا ابو نعیم کہتے ہیں ایک سال قبل موت ان میں تغیر ہو گیا۔ ابن معین کہتے ہیں روایات قتادہ عن انس میں ضعیف ہیں بہت سے مناکیر اون سے روایت کرتے ہیں کوئی چیز نہیں مہنا احمد سے روایت کرتے ہیں کہ کثیر الغلط تھا۔ ابن حبان نے ثقات میں لکھا مگر کہا کہ خطا کرتے تھے کیونکہ اکثر روایتیں وہ حافظہ سے بیان کرتے۔ ساجی کہتے ہیں کہ صدوق ہیں مگر اکثر احادیث میں وہم کیا اور وہ سب مقلوبہ ہیں۔ احمد کہتے ہیں کہ مصر میں چند حدیثیں وہم سے بیان کیں اور وہ حافظ نہ تھے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ جریر وہم کرتے تھے اور حدیث ضبع میں کہتے تھے عن جابر عن عمر عن النبی پھر اوسکو جابر عن

النبی کر دیا ازدی کہتے ہیں کہ مصر میں چند حدیث مقلوب اون سے خارج ہوئیں اور وہ حافظ نہ تھے۔ رشدین وغیرہ نے اون سے منکر حدیثیں روایت کیں ابن سعد کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے مگر آخر میں اختلاط عقل ہوا غرض یہ راوی بھی مجروح ہے۔

پانچواں راوی عکرمہ ہے جو باتفاق اکثر محدثین کذاب ہے اور خارجی ہونے میں تو کسی کو عذر ہی نہیں تہذیب التہذیب میں ہے جلد ۷ صفحہ ۲۶۷

قال ابن لھیعہ عن ابی الاسود کان عکرمہ قلیل العقل خفیفا کان قد سمع الحدیث من رجلین وکان اذا سئل حدث بہ عن رجل ثم یسئل عنہ بعد ذلک یحدث بہ عن الاخر فکانوا یقولون ما اکذبہ قال ابن لھیعہ وکان قد اتی نجدۃ الحروری فاقام عندہ ستۃ اشھر ثم اتی ابن عباس فسلم علیہ فقال ابن عباس قد جاء الخبیث قال وکان یحدث برای نجدہ۔ وقال ابن لھیعہ عن ابی الاسود کان اول من احدث فیھم ای اھل المغرب رای الصفریۃ وقال یعقوب بن سفیان سمعت ابن بکیر یقول قدم عکرمہ مصر وھو یرید المغرب وترک ھذہ الدار وخرج الی المغرب فالخوارج الذین بالمغرب عنہ اخذوا وقال علی بن المدینی کان عکرمہ یری رای نجدہ وقال یحیی بن معین انما لم یذکر مالک بن انس عکرمہ لان عکرمہ کان ینتحل رای الصفریۃ وقال عطاء کان اباضیا وقال الجوزجانی قلت لاحمد عکرمہ کان اباضیا فقال یقال انہ کان صفریا وقال خالد بن سلیمان عن خالد بن ابی عمران دخل علینا عکرمہ افریقیہ وقت الموسم فقال وددت انی الیوم بالموسم بیدی حربۃ اضرب بھا یمینا وشمالا قال فمن یومئذ رفضہ اھل افریقیہ وقال مصعب الزبیری کان عکرمہ یری رای الخوارج وزعم ان مولاہ کان کذلک وقال ابو خلف الخزاز عن یحیی البکاء سمعت ابن عمر یقول لنافع اتق اللہ ویحک یا نافع ولا تکذب

علی کما کذب عکرمہ علی ابن عباس وقال ابراھیم بن سعد عن ابیہ
عن سعید بن المسیب انہ کان یقول لغلامہ برد یا برد لا تکذب علی کما
یکذب عکرمہ علی ابن عباس قال اسحاق بن عیسی الطباع سالت
مالک بن انس ابلغک ان ابن عمر قال لنافع لا تکذب علی کما کذب
عکرمہ علی ابن عباس قال لا ولکن بلغنی ان سعید بن المسیب
قال ذلک لبرد مولاہ وقال جریر بن عبد الحمید عن یزید بن ابی زیاد
دخلت علی علی بن عبد اللہ بن عباس وعکرمہ مقید علی باب الحش
قال قلت ما لھذا قال انہ یکذب علی ابی وقال ھشام بن سعد عن
عطاء الخراسانی قلت لسعید بن المسیب ان عکرمہ یزعم ان رسول اللہ
تزوج میمونہ وھو محرم فقال کذب مخبثان ص ۲۶۸

یعنی ابن لہیعہ ابی الاسود سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ کم عقل اور خفیف تھا کہ جس
حدیث کو اوس نے دو آدمیوں سے سنا جب سوال کیا جاتا تو کہتا فلاں نے بیان کیا
دوسرا جب پوچھتا تو کہتا فلاں نے بیان کیا جسپر لوگ کہا کرتے کسقدر جھوٹا ہے۔ ابن لہیعہ
کہتے ہیں کہ نجدہ حروری (خارجی جو مدعی خلافت بھی ہوا) اوسکے پاس آیا اور چھ مہینہ تک
رہا پھر ابن عباس کے پاس آیا اور سلام کیا تو کہا اب حدیث آگئی۔ اور عکرمہ رائے نجدہ کے
مطابق حدیث بیان کیا کرتے۔ ابن لہیعہ بیان کرتے ہیں سب سے پہلے جسنے خوارج کے
مذہب کو مغرب میں رواج دیا وہ یہی عکرمہ ہے۔ سفیان بن بکر سے روایت کرتے ہیں
کہ عکرمہ مصر میں بارادہ مغرب آیا اور اس دار کو (مکہ۔ مدینہ) چھوڑ دیا اور چلا گیا طرف مغرب
کے تو جتنے خوارج مغرب میں ہیں سب نے اوسی سے اس مذہب کو لیا۔ علی بن مدینی کہتے
ہیں کہ عکرمہ ہم رائے نجدہ تھا۔ اور یحیی بن معین کہتے ہیں کہ امام مالک نے اس وجہ
سے عکرمہ کا نام کسی روایت میں نہیں لیا کہ وہ رائے صفوریہ رکھتا تھا (جو ایک فرقہ ہے خوارج
سے) اور عطا کہتے ہیں کہ وہ اباضی تھا (خوارج کا دوسرا فرقہ) جوزجانی کہتے ہیں کہ جب
امام احمد سے کہا کہ عکرمہ اباضی تھا تو کہا گیا ہے کہ وہ صفری تھا (دوسرا فرقہ خوارج) خلاصہ

بن سلیمان خالد بن عمران سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ حج میں عکرمہ داخل افریقہ ہوا اور کہنے لگا کاش ہمارے ہاتھ میں حربہ ہوتا اور ہم خانہ کعبہ میں ہوتے تو دونوں ہاتھ سے حاجیوں کو قتل کرتے۔ مصعب زبیری کہتے ہیں کہ عکرمہ کی راے مطابق خوارج تھی وہ کہتا تھا کہ ابن عباس کا بھی یہی مذہب تھا۔

ابو خلف خزار یحیی بن بکا سے راوی ہیں کہ ابن عمر نافع اپنے غلام سے کہہ رہے تھے خدا سے خوف کر ایسا نہو کہ تو بھی ہمپر افترا لگاے جیسا کہ عکرمہ نے ابن عباس پر جھوٹھ لگایا۔ ابراہیم بن سعد۔ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے غلام برد سے کہتے تھے کہ جس طرح عکرمہ نے ابن عباس پر افترا کیا تو بھی ہمپر جھوٹھ نہ لگانا۔ اسحاق بن عیسی طباع نے مالک سے پوچھا کہ کیا آپنے سنا ہے کہ ابن عمر نے نافع اپنے غلام سے کہا ہمپر جھوٹھ نہ لگانا جیسا کہ عکرمہ نے ابن عباس پر جھوٹھ لگایا تو کہا ہمکو یہ کلام سعید بن المسیب سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے غلام برد سے کہا تھا جریر بن عبد الحمید۔ یزید بن زیاد سے ناقل ہیں کہ ہم ابن عباس کے بیٹے علی کی خدمت میں حاضر ہوے تو دیکھا کہ عکرمہ پاخانہ کے پاس بندھا ہوا کھڑا ہے۔ ہمنے پوچھا کیوں، تو کہا یہ ہمارے باپ پر افترا کیا کرتا ہے۔ عطا خراسانی کا بیان ہے کہ ہمنے سعید بن المسیب سے پوچھا عکرمہ گمان کرتا ہے کہ آنحضرت نے حالت احرام میں میمونہ سے عقد کیا تو کہا جھوٹھا ہی وہ **خبیث**۔

یہ مختصر حال عکرمہ ہے جو اس روایت کا راوی ہے اور امام بخاری نے اس کی روایت سے اپنی کتاب کو زینت دی اور ابوبکر کو خلیل رسول اللہ بنانا چاہا۔ پھر بتائیے یہ کتاب اور یہ حدیث کیسی ہے کیا کوئی عاقل مان سکتا ہے کہ یہ کتاب صحیح ہوگی یا یہ روایت صحیح ہو سکتی ہے۔

یہی عکرمہ ہے جسنے نہ صرف خوارج کو گمراہ کیا بلکہ اکثر علماے اہلسنت کو بھی کیونکہ آیہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت کو سب جانتے ہیں صرف پنجتن کی شان میں نازل ہوا اور رسول اللہ ہمیشہ اسی آیہ کی تلاوت فرماکر ان حضرات کو نماز صبح کیلئے بیدار کرتے مگر یہ عکرمہ چھ مہینہ تک بازار ہاے مدینہ میں پکارتا پھرتا تھا کہ یہ آیہ

ازواج نبی کے بارہمیں نازل ہوا جس سے ہزاروں آدمی گمراہ ہوگئے۔

قول دارقطنی سابقاً مذکور ہوا کہ موطا، امام مالک میں اس وجہ سے یہ روایت نہیں درج کی گئی کہ راوی اسکا فلیح ہے اور یہاں بھی عکرمہ کے بارہمیں اون کا قول مرقوم ہوا کہ وہ اسکو کاذب جانتے تھے۔ مگر افسوس بخاری صاحب کو محبت خوارج نے ایسا مجبور کردیا کہ نہ صرف اس روایت کو درج صحیح کیا بلکہ بہت سی روایتیں اوسکی داخل صحیح کیں۔

حالانکہ یہ مسئلہ خود اہلسنت کے یہاں نہایت اختلافی ہے کہ اہل بدعت کی روایتیں قابل قبول ہیں یا نہیں۔ آخر اسکا فیصلہ یوں کیا گیا کہ جو داعی ہو اوسکی روایت نہیں قبول کی جائیگی۔ مگر بخاری نے محبت خوارج میں سب قاعدوں کو بالائے طاق رکھدیا اور عکرمہ کی روایت سے صحیح بخاری کو بھردیا۔

بہرحال اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ اس روایت کا مدار دو ہی شخص پر ہے ایک فلیح پر جو باقی قید اولاد جناب امام حسنؑ ہوا دوسرا عکرمہ جو جھوٹا اور خارجی دونوں تھا۔ اب اس سے زیادہ قدح کی ضرورت نہیں۔

اصل روایت کی موضوعیت یہانتک تو من حیث السند گفتگو تھی کہ کسی طرح یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ بلکہ موضوع و کذب و افترا ہے اب داخلی خصوصیات اس روایت کے ملاحظہ ہوں جس سے علم الیقین حاصل ہو کہ یہ روایت سراسر کذب و افترا ہے۔

ہم اس بحث سے قطع نظر کرتے ہیں کہ ان روایات کے الفاظ میں کسقدر اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ بھی دلیل کذب روایت ہے کہ ایک حدیث کو مختلف الفاظ سے لکھیں مگر بڑا اختلاف یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت نے کس وقت فرمائی کیونکہ کتاب الصلواۃ میں جو روایت عکرمہ کی ہے اوس میں ہے فی مرضہ الذی مات فیہ کہ جس مرض میں حضرت نے انتقال کیا یہ حدیث فرمایا جس سے کوئی زمانہ معین نہیں معلوم ہوتا۔ اور صحیح مسلم میں ہے قبل ان یموت بخمس لیال کہ پانچ روز قبل از وفات فرمایا اور حدیث ابی بن کعب میں ہے کما فی فتح الباری قبل وفاتہ بثلث کہ تین روز قبل

از وفات ارشاد فرمایا حالانکہ اگر تین روز والی روایت مانی جائے تو یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضرت نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے۔ کیونکہ فتح الباری میں ہے کان تجہیز اسامہ یوم السبت قبل موت النبی بیومین وکان ابتداء ذلک قبل مرض النبی کہ حضرت نے لشکر اسامہ کے روانگی کا حکم دیا بروز شنبہ دو روز قبل از وفات اور ابتدا اسکی قبل مرض سے ہو چکی تھی۔ لہذا یہ غیر ممکن ہے کہ جس روز اون لوگوں پر آنحضرت لعنت کریں اوس روز یہ حدیث فرمائیں۔

رہا یہ کہ ابوبکر کو بھی بماتحتی اسامہ جانے کا حکم تھا تو خود فتح الباری میں ہے وکان من انتدب مع اسامہ کان کبار المہاجرین من المہاجرین والانصار منہم ابوبکر وعمر وسعد وسعید وقتادہ بن النعمان وسلمہ بن اسلم جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر کو بھی یہی حکم تھا اور قسطلانی اور تہذیب التہذیب ذہبی وغیرہ صدہا کتابوں میں مذکور ہے۔

رہا لعنت کرنا حضرت کا ان لوگوں پر تو خود ملل ونحل شہرستانی میں ہے قال جہزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا اور شرح مواقف۔ افکار الابکار آمدی اور رسالہ عقائد ملا یعقوب بنیانی وغیرہ میں ہے۔

اور اگر دوسری روایت مانی جائے جس میں یہ ہے کہ پانچ روز قبل از وفات حضرت نے یہ حدیث فرمایا تو تمامی صحاح ستہ میں ہے یہ روایت ابن عباس موجود ہے کہ ہائے پنجشنبہ کا روز وہ تھا جس میں رسول اللہ نے قلم دوات وصیت نامہ لکھنے کو طلب کیا اور عمر نے روکا جس پر حضرت نے حکم دیا ہمارے پاس سے دور ہو جاؤ۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ اوس روز حضرت یہ حدیث فرمائیں جبکہ اون کو گھر سے نکلنے کا حکم ہو رہا ہے۔

ہاں ایک موقع وہ ضرور ہے جسکے نسبت دعوی کیا جاتا ہے کہ ابوبکر کو حضرت نے نماز پڑھانیکا حکم دیا جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں دو وقت عشا از شب پنجشنبہ ابوبکر را جناب پیغمبر خدا خلیفہ نماز فرمودند وباین خدمت مامور ساختند۔ کیونکہ یہ وقت ایسا تھا کہ اگر حضرت یہ حکم دیتے تو کچھ فضیلت ابوبکر بیان کرتے۔ مگر افسوس جن لوگوں نے یہ

حدیث امامت وضع کی ہے اون کو بھی یہ نہ سوجھا کہ اس حدیث کو اوس میں داخل کرتے اور جس شب پنجشنبہ کو شاہ صاحب نے روز امامت ابوبکر بتایا ہے وہ ۲۹ صفر تھا۔ اور ۲۸ صفر کو حضرت بیمار پڑے ہیں۔ تو کیا ایک ہی روز میں حضرت ایسا ضعیف ہو گئے کہ قابل نقل وحرکت نہ رہے۔

پھر بقول شاہ صاحب حضرت نے ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا تو اس حساب سے تیرہ روز زمانہ امامت ابوبکر ہوتا ہے۔ حالانکہ روضۃ الاحباب میں ہے و در آخر مرض سہ روز نتوانست آمد یعنی صرف تین روز حضرت باہر نہیں تشریف لائے و در روایتے آنکہ ہفدہ نماز بجماعت بیروں حاضر نتواں شد یعنی سترہ وقت کی نماز حضرت باہر نہیں آئے۔ پھر یہ تیرہ روز کیسے ہو گیا۔ پھر صحیح بخاری وغیرہ میں اس موقع پر یہ خطبہ دینا نہیں مذکور ہے۔ بلکہ صرف اسقدر ہے مروا ابابکر فلیصل بالناس کہ ابوبکر کو حکم دو وہ نماز پڑھائیں۔ پھر اگر ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم ہوتا تو عمر کیوں پڑھاتے۔ پھر حضرت ان لوگوں کی اس جرأت کرنے پر باوصف کمال ضعف ونقاہت جناب امیر اور فضل بن عباس پر تکیہ کر کے باہر کیوں آتے۔

ہاں یہ روایت یہاں ضرور ملتی ہے کہ حضرت نے اس آخری مرتبہ کے تشریف لانے پر فرمایا جیسا کہ مدارج النبوۃ میں ہے ص۵۰۵

وصیت می کنم مہاجرین را کہ بایکدیگر نیکی کنند و پس خواند سورہ والعصر را تا آخر و ایں آیہ بخواند فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم یعنی کسقدر جلد ہے یہ امر کہ تم لوگ حاکم اور خلیفہ بنو اور زمین میں فساد کرو اور قطع رحم کرو۔

بہرحال اب ہم اصل حدیث پر آتے ہیں جس میں ابوبکر کیلئے ایک خوخہ بنایا گیا ہے علامہ ابن حجر لکھتے ہیں ص۲۵۷ جلد ۳

تنبیہ جاء فی سد الابواب التی حول المسجد احادیث یخالف ظاہرہا حدیث الباب منہا حدیث سعد بن ابی وقاص قال امرنا رسول اللہ

بسد الابواب الشارعة فی المسجد وترك باب علی اخرجه احمد والنسائی واسناده قوی وفی روایة للطبرانی فی الاوسط رجالها ثقات من الزیادة فقالوا یا رسول الله سددت ابوابنا فقال ما انا سددتها ولکن الله سدها۔ وعن ابن ارقم قال کان لنفر من الصحابة ابواب شارعة فی المسجد فقال رسول الله سدوا هذه الابواب الا باب علی فتکلم ناس فی ذلك فقال رسول الله انی والله ما سددت شیئا ولا فتحته و لکن امرت بشیئ فاتبعته اخرجه احمد والنسائی والحاکم ورجاله ثقات وعن ابن عباس قال امر رسول الله بابواب المسجد فسدت الا باب علی وفی روایة وامر بسد الابواب غیر باب علی فکان یدخل المسجد وهو جنب لیس له طریق غیره اخرجها احمد والنسائی ورجالهما ثقات وعن جابر بن سمرة قال امرنا رسول الله بسد الابواب کلها غیر باب علی فربما مر فیه وهو جنب اخرجه الطبرانی وعن ابن عمر قال کنا نقول فی زمن رسول الله ص رسول الله خیر الناس ثم ابوبکر ثم عمر ولقد اعطی علی بن ابی طالب ثلاث خصال لان یکون لی واحدة منهن احب الی من حمر النعم زوجه رسول الله ابنته وولدت له وسد الابواب الا بابه فی المسجد و اعطاه الرایة یوم خیبر واسناده حسن واخرج النسائی من طریق العلاء بن عرار بمهملات قال فقلت لابن عمر اخبرنی عن علی وعثمان فذکر الحدیث وفیه واما علی فلا تسأل عنه احدا وانظر الی منزلته من رسول الله قد سد ابوابنا فی المسجد واقر بابه ورجاله رجال الصحیح الا العلاء وقد وثقه یحیی بن معین وغیره وهذه الاحادیث یقوی بعضها بعضا وکل طریق منها صالح للاحتجاج فضلا عن مجموعها انتهی

یعنی اس باب میں بہت سی حدیثیں ایسی وارد ہیں جو بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ۔

(۱) حدیث سعد بن ابی وقاص میں ہے کہ رسول اللہ نے ہملوگوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے
اون دروازونکو بند کریں جو مسجد کی طرف بنائے ہوئے ہیں مگر دروازہ حضرت علی
کا اس روایت کے راوی امام احمد ہیں اور امام نسائی اور اسناد اسکے قوی ہیں ۔

(۲) روایت طبرانی میں اسقدر زیادہ ہے جو اونکی معجم اوسط میں ہے اور رجال اوسکے
ثقات ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپنے ہملوگوں کے دروازہ کو بند کیا تو حضرت
نے فرمایا ہمنے نہیں بند کیا ہے ۔ بلکہ خدا نے بند کیا ہے ۔

(۳) زید بن ارقم (صحابی) سے روایت ہے کہ بہت سے اصحاب کے دروازے مسجد کی
طرف تھے حضرت نے فرمایا ان دروازوں کو بند کرو مگر دروازہ علیؑ کو تو لوگوں نے
اس بارہ میں کلام کیا حضرت نے فرمایا قسم بخدا ہمنے کسی کا دروازہ نہیں بند کیا ہے نہ کسی کا
دروازہ کھولا ہے مگر ہمکو ایک بات کا حکم دیا گیا اور ہمنے اوسکی متابعت کی ۔ اس روایت
کے راوی احمد نسائی ۔ حاکم ہیں اور رجال اوسکے ثقات ہیں ۔

(۴) ابن عباس صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ابواب مسجد کے سد کیے جائیں
مگر دروازہ علیؑ ۔

(۵) دوسری روایت میں ہے کہ سب کے دروازے بند کئے گئے مگر دروازہ علیؑ کا کہ وہ داخل
مسجد ہوتے تھے حالانکہ جنب ہوتے تھے اور بجز اس دروازہ کے کوئی راہ اونکی نہ تھی ۔
ان دونوں روایتوں کو ۔ احمد ۔ نسائی نے روایت کیا ہے اور رجال اوسکے ثقات
ہیں ۔

(۶) جابر بن سمرہ صحابی سے روایت ہے کہ حضرت نے ہم سبکو حکم دیا کہ دروازے بند
کریں مگر باب علیؑ کہ کبھی کبھی حضرت بحالت جنب میں بھی اوس راہ سے داخل مسجد ہوتے
اسکے راوی طبرانی ہیں ۔

(۷) ابن عمر صحابی سے روایت ہے کہ ہملوگ زمانہ رسول اللہ میں کہا کرتے تھے بہترین
ناس رسول اللہ ہیں ۔ پھر ابوبکر ۔ پھر عمر اور خدا نے علیؑ کو تین باتیں ایسی عطا کی ہیں کہ اگر
ہمکو وہ ملتیں تو سرخ چشم اونٹ سے بہتر ہوتیں ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی دختر کا

ان سے عقد کیا جس سے اولاد ہوئی۔ دوسرے یہ کہ سب کے دروازے بند کئے مسجد سے
تیسرے یہ کہ روز خیبر علم آپکو دیا اس روایت کے راوی امام احمد ہیں اور اسناد اسکے حسن ہے
(۸) امام نسائی بطریق علا ابن عرار روایت کرتے ہیں کہ ہمنے ابن عمر سے دربارہ علی و عثمان
سوال کیا تو یہی حدیث کہا اور کہا کہ حضرت علیؑ کے بارے میں کسی سے سوال نکرو اور حضرت
کی منزلت کو خیال کرو رسول اللہؐ سے کہ حضرت نے سب کے دروازوں کو بند کیا مگر حضرت
علیؑ کے باب کو بدستور قائم رکھا۔ اس حدیث کے رجال کل رجال صحیح ہیں مگر علا لیکن
اوسکی توثیق کی ہے یحیی بن معین وغیرہ نے۔ اور یہ حدیثیں ایسی ہیں کہ ایک حدیث دوسرے
کو قوی کرتی ہے۔ اور ہر طریق اوسکی قابل احتجاج ہے چہ جائیکہ سب کا مجموعہ کیا جائے
اقول یہ پوری عبارت علامہ ابن حجر عسقلانی کی ہے اور اوسکا ترجمہ جس سے معلوم ہوا
کہ یہ حدیثیں جو جناب امیرؑ کے بارے میں ہیں کیسی صحیح اور مستند ہیں۔ بخلاف حدیث خوخہ ابو بکر
جسکے راویوں کا حال معلوم ہو چکا کہ فلیح و عکرمہ اوسکے راوی ہیں جو کیسے خارجی اور
کذاب ہیں۔ دوسری یہ کہ بخاری کو کس درجہ کی عداوت جناب امیرؑ سے تھی کہ ایسی
حدیث کو اونھوں نے اپنی صحیح میں نہ داخل کیا اور ایسی حدیث کو لائے جسکی موضوعیت
میں کسی طرح کا شک ہی نہیں۔
آپکو خیال اسکے پہلے جو حدیث انھوں نے دربارہ ہجرت رسول اللہ لکھا تھا اوسمیں
بھی ابن حجر کو ان کی خیانت کا پردہ فاش کرنا پڑا تھا اب بھی اوسی خیال سے
ابن حجر نے بخاری کی یہ تفضیح کی ہے اور بتا دیا کہ یہ حدیث دربارہ جناب امیرؑ کیسی صحیح ہے
کہ ہر طریق اوس کا اس قابل ہے کہ اوس سے احتجاج کیا جائے چہ جائیکہ مجموعہ طرق
ملائے جائیں۔ مگر بخاری اسپر بھی نہ راضی ہوئے کہ ایسی حدیث کو لکھیں۔ پھر بجز ناصبیت
بخاری کیا باعث اسکا ہو سکتا ہے۔
ابن حجر نے نہ معلوم کس مصیبت سے ان احادیث کو یہاں لکھا جس سے معلوم ہوا
کہ وہ حدیثیں جو در فتح باب جناب امیرؑ کے متعلق ہیں کیسی صحیح ہیں کہ رجال اوسکے ثقات ہیں
اور ہر ایک طریق سے وہ روایت قابل احتجاج ہے چہ جائیکہ جمیع طرق پر خیال کیا جائے

مگر افسوس اونکو بھی ناصبیت مانع رہی جو اور طریقوں کو چھوڑ دیا ورنہ اگر اون طرق کو بھی لکھتے تو اور بھی اس حدیث کی موضوعیت مثل آفتاب تاباں نمایاں ہوجاتی کیونکہ یہ تو یقیناً معلوم ہو اصحابہ نے حضرت کے اس حکم پر قیل و قال کیا تھا اور حضرت نے اونکے جواب میں فرمایا تھا ہمنے نہیں بند کیا ہے بلکہ خدا کے حکم سے بند کیا ہے۔

اب وہ اون روایتوں کو دیکھیے جس میں خاص طور پر خلفائے ثلثہ کا نام اس واقعہ میں درج ہے چنانچہ علامہ فقیہ ابوالحسن علی بن محمد مغازلی جنکے محامد اوصاف کتاب انساب سمعانی میں درج ہے۔اپنی کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کما فی عبقات الانوار صہ۵۵، مجلد حدیث المنزلۃ۔

عن حذیفہ بن اسید الغفاری قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ لم یکن لھم بیوت یبیتون فیہا فکانوا یبیتون فی المسجد فقال لھم النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاتبیتوا فی المسجد فتحتلموا ثم ان القوم بنوا بیوتا حول المسجد وجعلوا ابوابھا الی المسجد وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث الیھم معاذ بن جبل فنادی ابابکر فقال ان رسول اللہ یامرک ان تخرج من المسجد فقال سمعاً وطاعۃ وسد بابہ وخرج من المسجد ثم ارسل الی عمر فقال ان رسول اللہ یامرک ان تسد بابک الذی فی المسجد وتخرج منہ فقال سمعاً وطاعۃ فسد بابہ وخرج من مسجد اللہ ورسولہ غیران رغب الی اللہ فی خوخۃ فی المسجد فابلغہ معاذ ما قال عمر ثم ارسل الی عثمان وعندہ رقیہ فقال سمعاً وطاعۃ فسد بابہ وخرج من المسجد

حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اصحاب نبی جب وارد مدینہ ہوئے تو اونکے گھر نہ تھا جس میں وہ شب کو رہا کرتے تو سب مسجدوں میں رہا کرتے حضرت نے اون سے کہا کہ تملوگ مسجد میں نہ سویا کرو کہ محتلم ہو۔ اوسکے بعد لوگوں نے گرد مسجد مکانات بنوائے اور دروازہ اوس کا مسجد کی طرف قرار دیا۔ تو حضرت نے معاذ بن جبل کو اونکے پاس بھیجا اونھوں نے ابوبکر کو آواز دی اور کہا کہ رسول اللہ تمکو حکم

دیتے ہیں کہ مسجد سے نکل جاؤ۔ ابوبکر فوراً نکل گئے اور دروازہ بند کیا۔ پھر عمر سے کہا اونھوں نے بھی تعمیل کی اور مسجد سے نکل گئے۔ مگر ایک خوخہ کی خواہش کی (چھوٹا دروازہ) معاذ نے یہ پیغام عمر حضرت کو پہونچایا۔ پھر عثمان کو یہ حکم پہونچا حالانکہ اونکے پاس رقیہ تھیں (جو بنا بر مشہور بنت رسول ہیں) عثمان نے بھی کہا سمعاً وطاعۃً اور دروازہ بند کیا اور مسجد سے باہر چلے گئے۔

آخر میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو حکم دیا اسکن انت طاہر مطہر تم پاک و پاکیزہ ہو کر اس میں رہو ونفس ذلک رجال علی علی فوجد وا فی نفسہم وتبین فضلہ علیہم و علی غیرھم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام خطیبا فقال ان رجالا یجدون فی انفسہم فی انی اسکنت علیًا فی المسجد واللہ ما اخرجتھم وما اسکنتہ ان اللہ عزوجل اوحی الی موسی واخیہ ان تبوأ لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیموا الصلٰوۃ وامر موسی ان لا یسکن مسجدہ ولا ینکح فیہ ولا یدخلہ الا ھارون وذریتہ وان علیًا منی بمنزلۃ ھرون من موسی و ھو اخی دون اھلی ولا یحل مسجدی لاحد ینکح فیہ النساء الا علیؑ وذریتہ فمن شاء فھھنا واومی بیدہ الی الشام۔

یعنی بہت سے صحابہ نے اس بارے میں حسد کیا اپنے دلوں میں اور جناب امیرؑ کی فضیلت سب پر ظاہر ہوئی یہ خبر جب حضرت کو ملی تو آپنے خطبہ دیا اور فرمایا لوگ اپنے دل میں یہ رنج پا رہے ہیں کہ ہمنے علیؑ کو مسجد میں ساکن کیا اور اون لوگوں کو نکال دیا حالانکہ قسم بخدا ہمنے نہ اونکو نکالا ہے نہ اون کو اوس میں رکھا ہے خدا نے حضرت موسی و ہارون کو وصیت کی کہ تم اپنے قوم کیلئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ اور قائم کرو نماز کو۔ اور حضرت موسی نے حکم دیا کہ ہماری مسجد میں بجز حضرت ہارون اور اونکی ذریت کے دوسرا کوئی نہ رہے۔ اور علی ہمسے بمنزلہ ہارون کے ہیں موسی سے اور وہ ہمارے بھائی ہیں۔ نہ اور لوگ اور کسی کیلئے بھی جائز نہیں ہے کہ ہماری مسجد میں عورتوں

سے نکاح کرے مگر علی اور ذریت اون کی تو جو چاہے یہاں رہے اور جو چاہے شام چلا جائے
اس روایت سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان تینوں آدمیوں کو بالخصوص
حکم دیا گیا کہ وہ مسجد چھوڑ کر چلے جائیں اور اپنے دروازوں کو بند کر دیں۔ عمر نے خوخہ کی خواہش
کی تھی مگر اجازت نہ ملی۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ حضرت نے یہ حکم دیا ہو کہ خوخہ ابوبکر کھولا جائے
کیا فعل خدا و رسول بھی بازیچہ طفلان ہے کہ آج تو مسجد سے نکالا اور کل اجازت دیدی
حالانکہ وہ وقت تھا کہ حضرت نے ان لوگوں کو اپنے دولتسرا سے بھی نکالدیا تھا قوموا
عنی کہ ہمارے پاس سے اوٹھ جاؤ۔

پھر حضرت کا یہ فرمانا کہ ہمنے اس وجہ سے علی کو ساکن مسجد کیا ہے کہ وہ ہمسے بمنزلہ
ہارون کے ہیں موسی سے اور حضرت موسی نے ہارون کیلئے مسجد کے استعمال کو جائز کیا
تھا صاف بتا رہا ہے کہ اس حکم کی وجہ یہ تھی تو جبتک قول رسول سے کسی دوسرے
کیلئے یہ درجہ اور یہ وجہ نہ ثابت کی جائے۔ کیونکر اسکا دعوی کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت
کا فرمانا اسکن طاهرا مطهرا بتا رہا ہے چونکہ جناب امیرؑ اور ان کی اولاد طاہرین معصوم تھے
اسلئے یہ حکم دیا گیا۔

مناقب مغازلی جس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے اگرچہ نادر الوجود ہے مگر کتبخانہ
جناب فردوس مآب طاب ثراہ میں موجود ہے جسکو حضرات اہلسنت جا کر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔
مگر ہم ایک ایسی کتاب سے اس روایت کی تصدیق پیش کرتے ہیں جو مصر میں چھپ گئی ہے
اور عام طور پر بازاروں میں فروخت ہوتی ہے ملاحظہ ہو وفاء الوفا فی اخبار دار المصطفی صفحہ ۳۲۵
جلد اول مطبوعہ مطبع ادب وموید مصر ۱۳۲۶ھ

اسند ابن زبالة ويحيى من طريقه عن رجل من اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال بينا الناس جلوس فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذ خرج منادٍ فنادى يا ايها الناس سدوا ابوابكم فتحسحس الناس لذلك ولم
يقم احد ثم خرج الثانية فقال يا ايها الناس سدوا ابوابكم فلم يقم احد
وقال الناس ما اراد بهذا فخرج الثالثة وقال ايها الناس سدوا ابوابكم قبل

ان ینزل العذاب فخرج الناس مبادرین وخرج حمزة بن عبد المطلب یجر کساءہ حین نادی سدوا ابوابکم قال ولکل رجل منہم باب الی المسجد ابوبکر وعمر وعثمان وغیرهم وجاء علی حتی قام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایقیمک ارجع الی رحالک ولم یامر بالسد فقالوا سد ابوابنا وترک باب علی وهو احدثنا فقال بعضهم ترکہ لقرابتہ فقالوا حمزة اقرب منہ واخوہ من الرضاعة وعمہ وقال بعضهم ترکہ من اجل ابنتہ فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج الیهم بعد ثالثة فحمد اللہ واثنی علیہ محمرا وجهہ وکان اذا غضب احمر عرق فی وجهہ ثم قال اما بعد ذلکم فان اللہ اوحی الی موسی ان اتخذ مسجداً طاهراً لا یسکنہ الا هو وهارون وابنا هارون شبر وشبیر وان اللہ اوحی الی ان اتخذ مسجدا طاهرا لا یسکنہ الا انا وعلی وابنا علی حسن وحسین وقد قدمت المدینة واتخذت بها مسجدا وما اردت التحول الیہ حتی امرت وما اعلم الا ما علمت وما اصنع الا ما امرت فخرجت علی ناقتی فتلقتنی الانصار یقولون یارسول اللہ انزل علینا فقلت خلوا الناقة فانها مامورة حتی نزلت حیث برکت واللہ ما انا سددت الابواب وما انا فتحتها وما انا اسکنت علیا ولکن اللہ اسکنہ ۔

یعنی محمد بن حسن زبالہ اور یحییٰ (جو مصنف اخبار مدینہ ہیں) اپنے طریق پر ایک صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک منادی نے آواز دی ایہا الناس تم اپنے دروازوں کو بند کرو تو لوگ حرکت کرکے رہ گئے اور کوئی نہ اوٹھا ۔ دوسری مرتبہ پھر منادی نے ندا دی مگر کوئی نہ اوٹھا اور کہتے تھے کہ اس کا کیا مطلب ہے ۔ تیسری مرتبہ منادی نے آواز دی ایہا الناس اپنے دروازوں کو بند کرو قبل اسکے کہ عذاب نازل ہو تب سب جلد جلد اوٹھے اور حضرت حمزہ اپنی ردا کھینچتے ہوئے اوٹھے ۔ اور ہر شخص کا دروازہ مسجد کی طرف تھا ۔ ابوبکر ۔ عمر ۔ عثمان ۔ اوس وقت حضرت علیؑ آئے اور رسول اللہؐ کے سر مبارک کے پاس کھڑے ہوئے حضرت نے فرمایا تمکو کس بات کا غم ہے اپنے گھر جاؤ ۔

اور ور دوازہ بند کرنے کا حکم نہ دیا تو سب نے کہا ہملوگوں کے دروازوں کو بند کر دیا اور علیؑ کے در کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ ہم میں سب سے چھوٹے ہیں۔ بعض نے کہا بوجہ قرابت چھوڑ دیا ہے تو دوسرے نے کہا حضرت حمزہ تو اون سے زیادہ قریب ہیں کیونکہ رضاعی بھائی بھی ہیں اور چچا بھی۔ تو کسی نے کہا حضرت نے اپنی بیٹی کے خیال سے چھوڑ دیا۔ یہ خبر جب حضرت کو پہونچی تو تیسری مرتبہ کے بعد باہر تشریف لائے اور چہرہ آپکا سرخ تھا کیونکہ جب آپکو غصہ آتا تو چہرہ سرخ ہو جاتا۔ جو پچانی پڑتا فرمایا اما بعد خدا نے وحی کی حضرت موسی کی طرف کہ مسجد طاہر بناؤ جس میں سوائے موسی اور ہارون اور دونوں فرزند اونکے شبر و شبیر اور کوئی نہ رہے اور مجھپر وحی کی کہ مسجد کو طاہر بناؤں کہ بجز میرے اور علیؑ اور دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کے دوسرا کوئی نہ رہے جب ہم مدینہ آئے اور مسجد بنایا تو جبتک حکم خدا نہوا ہم اس میں نہ آئے اور ہمکو کچھ علم نہیں ہے بجز اسکے کہ خدا علم دیتا ہے اور وہی کرتے ہیں جسکا وہ حکم دیتا ہے۔ ہم اپنے ناقہ پر سوار ہوکر چلے تو انصار نے ملاقات کی اور کہتے تھے یا رسول اللہ یہاں اوترئیے ہمنے کہا ہمارے ناقہ کو چھوڑ دو کہ اوسکو حکم خدا ہے یہانتک کہ وہ اوس جگہ پہونچا جہاں بیٹھ گیا۔ قسم خدا کی نہ ہمنے دروازوں کو بند کیا ہے نہ اونکے دروازہ کو کھولا ہے۔ ہمنے نہیں علی کو اوس میں رکھا ہے بلکہ خدا نے اونکو ساکن کیا۔

پھر لکھتے ہیں و روی احمد باسناد حسن عن سعد بن مالک قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسد الابواب الشارعۃ فی المسجد وترک باب علی رضی اللہ عنہ رواہ ابو یعلی والبزار والطبرانی فی الاوسط وزاد قالوا یا رسول اللہ سددت ابوابنا کلھا الا باب علی قال ما انا سددت ابوابکم ولکن اللہ سدھا (واسنادہ) یحیی عنہ بلفظ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بالابواب فسدت الا باب علی فقال العباس یا رسول اللہ سددت ابوابنا الا باب علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انا سددتھا ولا انا فتحتھا (وعن) جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم سدوا ابواب المسجد الا باب علی فقال رجل اترک لی قدر
ما اخرج وادخل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم اؤمر بذلک
قال اترک بقدر ما اخرج صدری یا رسول الله فقال رسول الله صلی الله
علیه وسلم لم اؤمر بذلک وانصرف قال رجل فبقدر راسی یا رسول الله
فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم اؤمر بذلک وانصرف کانه واحد
باکیا حزینا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم اؤمر بذلک سد الابواب
الا باب علی (و) رواه الطبرانی عن جابر مختصرا وفیه ناصح بن عبد الله
وهو متروک ولفظ الطبرانی امر رسول الله صلی الله علیه بسد الابواب کلها
غیر باب علی رضی الله عنه فقال العباس یا رسول الله اترک لی قدر ما
ادخل انا وحدی واخرج فقال ما امرت بشیء من ذلک فسدها کلها غیر
باب علی قال وربما مر وهو جنب (و) اسند ابن زبالة ویحیی من طریق
عن عمرو بن سهل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر بسد الابواب
الشارعة فی المسجد قال له رجل من اصحابه یا رسول الله دع لی کوة انظر
الیک منها حین تغدو وحین تروح فقال لا والله ولا مثل ثقب الابرة (قلت)
وقد اقتضی ذلک المنع من الخوخة ایضا بل وما دونها عند الامر بسد الابواب
اولا فان صح ذلک فیحمل الاذن بعده فی اتخاذ الخوخ ثم کانت قصة ابی بکر بعد
ذلک (وفی) طبقات ابن سعد اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی عبد الرحمن
ابن الواقدی عن صالح بن حسان عن ابی البداح بن عاصم بن عدی قال
قال العباس ابن عبد المطلب یا رسول الله ما بالک فتحت ابواب رجال فی
المسجد وما بالک سددت ابواب رجال فی المسجد فقال رسول الله صلی الله
علیه وسلم یا عباس ما فتحت عن امری ولا سددت عن امری والله اعلم

(۱) کہ امام احمد بسند حسن سعد بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے اون کل دروازوں
کے بند کرنیکا حکم دیا جو جانب مسجد تھے اور باب علیؓ کو نہ بند کیا - اس روایت کے راوی ابو یعلی

بزار۔ طبرانی ہیں اوسط میں ۔

(۲) اور اسقدر زیادہ کیا ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا حضرت آپنے ہم سب لوگوں کا در بند کیا بہ استثنا حضرت علیؑ تو آپنے جواب دیا ہمنے نہیں بند کیا ہے بلکہ خدا نے بند کیا۔

(۳) یحیی نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت نے جب سد ابواب کا حکم دیا تو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپنے ہملوگوں کے دروازوں کو بند کیا اور علیؑ کے در کو نہ بند کیا تو آپنے فرمایا نہ ہمنے دروازوں کو بند کیا ہے نہ ہمنے کھولا ہے۔

(۴) جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا اسکا حکم ہمکو نہیں ہے تو وہ چلا گیا دوسرے نے کہا اسقدر رہنے دیجیے کہ ہم اپنا سینہ اوس سے نکال سکیں حضرت نے فرمایا ہمکو اسکا حکم نہیں ہے تب تیسری نے کہا اسقدر رہنے دیجیے کہ ہم اپنا سر اوس میں داخل کر سکیں حضرت نے فرمایا اسکا بھی حکم نہیں ہے تو وہ گویا غصہ میں روتا ہوا اور غمگین چلا گیا تب حضرت نے فرمایا ہمکو صرف اس کا حکم ملا ہے کہ سب کے دروازوں کو بند کریں مگر باب علیؑ ۔

(۵) طبرانی نے جابر سے بطور مختصر روایت کیا ہے جس میں ناصح بن عبداللہ متروک ہی اور روہ روایت یہ ہے کہ حضرت نے کل درونکو بند کرنے کا حکم دیا بہ استثناء در جناب امیرؑ تو حضرت عباس نے عرض کیا اتنا رہنے دیجیے کہ ہم تنہا اوس میں سے آ جا سکیں تو حضرت نے فرمایا ہمکو اس کا حکم نہیں ہے تو سب کا در بند کیا بہ استثنا جناب امیرؑ کہ وہ اکثر حالت جنابت میں بھی اودھر سے آتے جاتے تھے۔

(۶) ابن زبالہ اور یحیی نے بسند اپنے عمر بن مہل سے روایت کی ہے کہ جب حضرت نے درونکو بند کیا تو ایک شخص نے کہا اسقدر سوراخ رہنے دیجیے کہ جب آپ صبح و شام کو تشریف لائیں تو ہم دیکھ سکیں حضرت نے فرمایا سوئی کے سوراخ برابر بھی نہیں ۔

مصنف کہتے ہیں کہ یہ روایت اسکی مقتضی ہے کہ خوخہ (چھوٹے در) کی بھی ممانعت تھی جسوقت یہ حکم دیا گیا۔ تو اگر یہ صحیح ہے تو ممکن ہے اسکے بعد خوخہ کی اجازت دی گئی ہو جسکے بعد قصہ خوخہ ابوبکر ہوا مگر یہ احتمال اوسی وقت ہو سکتا ہے جب کوئی روایت ہو

یہاں تو بجز روایت موضوع خوخہ ابوبکر کوئی روایت ہی نہیں)۔

(۷) طبقات ابن سعد میں ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے عرض کیا کیا وجہ ہے کہ آپنے کچھ لوگوں کا در کھلا رہنے دیا اور کچھ لوگوں کا بند کیا تو حضرت نے فرمایا اے عباس ہمنے نہ اپنے حکم سے کھولا ہے نہ اپنے حکم سے بند کیا ہے۔

اگر ان روایات کو بھی علامہ ابن حجر عسقلانی اون روایتوں کے ساتھ ملا لیتے جنھیں انہوں نے لکھا ہے تو پھر کسی طرح حدیث بخاری کی موضوعیت میں اون کو شک نہ رہتا کیونکہ یہ تو بالکل بے عقلی ہے کہ کوئی انسان ایکدفعہ ایک کام کا حکم دے جس میں اس طرح کا قصہ ہو۔ اور پھر بلا وجہ اسکے خلاف حکم دے۔

آپکو ضرورت ہوگی کہ وہ کون ایسا دلیر تھا جو بار بار حضرت سے اسکی خواہش کرتا ہے کہ اتنا سوراخ بھی رہنے دیجئے کہ ہم آپکو دیکھ سکیں مگر جذب القلوب محقق دہلوی سے یہ پردہ اوٹھ جاتا ہے اور وہ پیر ہیبت صورت نظر آتی ہے کہ از خود دیوار میں روزن ہو جائے ملاحظہ ہو ص ۱۵۹

آوردہ اند کہ عمر بن الخطاب التماس کرد کہ در دیوار خانہ خود سوراخی بگذارد کہ در وقت برآمدن رسول اللہ براے نماز نظر بر جمال وی افتد فرمود در واندارم اگرچہ مقدار سر سوزن بود۔

شیخین کا بالخصوص مسجد رسول اللہ سے نکالا جانا اور اونکے دروازوں کا بند ہونا صرف انھیں روایتوں میں نہیں ہے جو مذکور ہوئیں بلکہ فضائل الصحابہ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی میں بھی کما فی المعبقات ص ۱۲۳

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ لعلی ان موسی سال ربہ ان یطھر مسجدا لھارون وذریتہ وانی سالت اللہ ان یطھر مسجدی لک ولذریتک من بعدک ثم ارسل الی ابی بکر ان سد بابک فاسترجع قال سمعا وطاعۃ فسد بابہ ثم الی عمر کذلک ثم صعد المنبر فقال ما انا سددت ابوابکم ولا فتحت باب علی ولکن اللہ سد ابوابکم وفتح باب علی۔

اور کتاب الاکتفا فی الاربعہ الخلفا میں ابراہیم بن عبداللہ یمنی وصابی لکھتے ہیں ۔

عن علی بن ابیطالب قال اخذ رسول اللہ بیدی فقال ان موسی سال ربہ ان یطھر مسجدہ لھارون وانا سالت ربی ان یطھر مسجدی بک ثم ارسل الی ابی بکران سد بابک فاسترجع ثم قال سمعاً وطاعۃ فسد بابہ ثم ارسل الی عمر بمثل ذالک ثم ارسل الی عباس بمثل ذالک ثم قال رسول اللہ ما انا سددت ابوابکم وفتحت باب علی ولکن اللہ فتح باب علی وسد ابوابکم اخرجہ الامام الحافظ ابو حامد احمد البزار فی مسندہ کما فی العبقات صــــ ۲۶۲

یعنی حضرت نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے خدا سے سوال کیا تھا کہ حضرت ہارون اور اونکی ذریت کیلئے مسجد کو طاہر کرے اور ہمنے خدا سے سوال کیا کہ وہ مسجد کو تمھارے اور تمھاری ذریت کیلئے طاہر کرے اسکے بعد آپنے ابوبکر کے پاس بھیجا کہ دروازہ بند کردو اونھوں نے انا للہ کہا اور کہا سمعاً وطاعۃ اسی طرح عمر اور حضرت عباس سے کہلا بھیجا بعدہ فرمایا کہ نہ ہمنے تمھارے دروازوں کو بند کیا ہے اور نہ دروازہ علی کو کھلا رکھا بلکہ خدا نے علی کا دروازہ کھولا اور تملوگوں کے دروازوں کو بند کیا امام بزار نے اپنے مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے ۔

یہ روایتیں جیسی واضح اور ظاہر ہیں محتاج بیان نہیں کہ کس طرح حضرت نے فضیلت جناب امیر کو و حضرت کی عصمت وطہارت کو بیان فرمایا ہے اور خلفائے ثلثہ کو تصریح صریح بالخصوص مسجد سے باہر نکالکر اون کی کثافت اور عدم طہارت وعدم استحقاق خلافت کو ظاہر کیا ہے مگر افسوس کہ بخاری وغیرہ نے اس طرح تکذیب رسول کیا کہ بالخصوص ابوبکر کیلئے ایک خوخہ بنایا اور ایسی وضعی حدیث بنائی کہ آسمان و زمین میں تزلزل واقع ہو ۔

کیا غضب خدا ہے کہ حضرت تو اس تصریح سے اسکی وجہ بیان فرمائیں کہ ہمنے کیوں جناب امیر کا دروازہ کھولا کہ خدا سے سوال کیا تھا خدا نے نہ چاہا کہ کوئی غیر طاہر اوس میں رہے اور بخاری نے ان سب پر خاک ڈالکر ایک ایسی روایت گڑھی جسکا نہ کوئی سر ہے نہ پیر نہ وجہ

نہ بسبب

محقق دہلوی شیخ عبد الحق جذب القلوب میں لکھتے ہیں صـ ۱۶۴

وازاں جملہ این حدیث است کہ ابن زبالہ و یحیی بن حسن کہ دارند یکی از اصحاب رسول اللہ صلوات اللہ علیہ روایت آوردہ اند کہ اصحاب ہمہ در مسجد نشستہ بودند ناگاہ منادی ندا درداد یا ایہا الناس سدوا ابوابکم۔ انتباہی در مردم پیدا آمد ولیکن ہیچ کس برنہ ایستاد بار دیگر ندا آمد یا ایہا الناس سدوا ابوابکم قبل ان ینزل العذاب۔ مردم ہمہ برآمدند و بملازمت آنحضرت مبادرت کردند علی مرتضیٰ نیز آمد و بر سر آنحضرت بایستاد فرمود تو چہ ایستادہ برو و بجای خود بنشین و در خانہ خود را بحال خود بگذار در میان مردم ازین معنی گفتگو افتاد و زیغی در دلہا راہ یافت آنحضرت در غضب شد و بمنبر رفت و حمد و ثنا و بعد گفت و گفت حق سبحانہ و تعالیٰ وحی فرستاد بر موسیٰ علیہ السلام کہ مسجدے بنا کن موصوف بصفت طہارت و ساکن نشود در وے جز تو و ہارون و پسران ہارون شبر و شبیر و ہمچنیں وحی کرد بر من کہ مسجدے سازم طاہر کہ ساکن نشود در وے جز من و علی و پسران او حسن و حسین پس من بمدینہ آمدم و مسجدی گرفتم و مراد در آمدن مدینہ و گرفتن مسجد اصلاً اختیاری نبودن نمیکنم مگر آنچہ بکنانند و نمیدانم مگر آنکہ بدانانند پس بر ناقہ خود سوار شدم و بیرون آمدم و قبائل انصار پیش آمدند تا بر ایشان فرود آیم و منزل گیرم و من بگفتہ ایشان فرود نیامدم و گفتم راہ بر ناقہ من تنگ نکنید او مامور است ہر جا کہ بنشیند منزل من ہمانست و اللہ من در ہا را نہ بستہ ام نہ کشادہ ام و علی را من نہ در آوردہ ام و را خدا در آورد و من چہ کنم و حق آنست کہ حدیث ابی بکر از جہت صحتش واجب القبول است و حدیث علی بسبب کثرت طرق ممتنع الانکار پس ہر دو قضیہ حق باشد و وجہ توفیق ہمانکہ مذکور شد چنانچہ شیخ ابن حجر از علمائے حدیث نقل کرد۔ باللہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق۔

ہماری غرض اس عبارت سے صرف اسیقدر ہے کہ وہ ان روایات کو جن میں جناب امیر کے دروازہ کھولنے کا حکم ہے ممتنع الانکار کہتا ہے کہ اُسکا انکار کسی طرح ممکن نہیں اور حدیث ابوبکر کو اس وجہ سے قابل قبول جانتے ہیں کہ وہ صحیح میں درج ہے۔ تو

اب اسکا فیصلہ ناظرین ہی کے ہاتھ میں ہے کہ وہ غور کریں آیا ایسی روایت جسکے راوی سب سب مجروح ہیں کذاب ہیں خوارج ہیں صرف اس وجہ سے قابل قبول ہو سکتی ہے کہ بخاری نے اوسکو درج صحیح کیا۔ یا وہ روایتیں قابل قبول ہیں جنکا ہر راوی بتصریح ابن حجر صالح۔ اور ثقہ ہے۔ اور راوی اوسکے امام احمد ہیں جو اساتذہ بخاری سے ہیں اور امام نسائی۔ بزار۔ ابو یعلی۔ طبرانی ہیں جو ہمسر بخاری ہیں بلکہ تدین و وثاقت میں اون سے بڑھے ہوے۔ کیونکہ بخاری کی ناصبیت قطعی طور پر ثابت ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ وہاں ابوبکر کا کوئی مکان ہی نہ تھا ابن حجر لکھتے ہیں۔

الا باب ابی بکر ۔ ھو استثناء مفرغ والمعنی لاتبقوا بابا غیر مسدود الا باب ابی بکر فاترکوہ بغیر سد قال الخطابی وابن بطال وغیرھما فی ھذا الحدیث اختصاص ظاھر لابی بکر وفیہ اشارۃ قویۃ الی استحقاقہ للخلافۃ ولاسیما وقد ثبت ان ذلک کان فی آخر حیوۃ النبی فی الوقت الذی امرھم فیہ ان لا یومھم الا ابوبکر وقد ادعی بعضھم ان الباب کنایۃ عن الخلافۃ والامر بالسد کنایۃ عن طلبھا کانہ قال لایطلبن احد الخلافۃ الا ابابکر فانہ لاحرج علیہ فی طلبھا والی ھذا جنح ابن حبان فقال بعد ان اخرج ھذا الحدیث فی ھذا الحدیث دلیل علی انہ الخلیفۃ بعد النبی لانہ حسم بقولہ سدوا عنی کل خوخۃ فی المسجد اطماع الناس کلھم عن ان یکونوا خلفاء بعدہ وقوی بعضھم ذلک بان منزل ابی بکر کان بالسنح من عوالی المدینۃ کما سیاتی قریبا بعد باب فلا یکون لہ خوخۃ فی المسجد وھذا الاسناد ضعیف لانہ لایلزم من کون منزلہ بالسنح ان لایکون لہ دار مجاورۃ للمسجد ومنزلہ الذی کان بالسنح ھو منزل اصھارہ من الانصار وقد کان لہ اذ ذاک زوجۃ اخری وھی اسماء بنت عمیس بالاتفاق وام رومان علی القول بانھا باقیۃ یومئذ وقد تعقب المحب الطبری کلام ابن حبان فقال وقد ذکر عمر بن شبہ فی اخبار المدینۃ ان دار ابی بکر التی اذن لہ فی ابقاء الخوخۃ منھا

الی المسجد کانت ملاصقۃ للمسجد ولم تزل بید ابی بکر حتی احتاج الی شیٔ یعطیہ لبعض من وفد علیہ فباعہا فاشترتہا منہ حفصۃ ام المومنین باربعۃ آلاف درھم فلم تزل بیدھا الی ان ارادوا توسیع المسجد فی خلافۃ عثمان فطلبوھا منہا لیوسعوا بہا المسجد فامتنعت وقالت کیف بطریقی الی المسجد فقیل لہا نعطیک دارا اوسع منہا ونجعل طریقا مثلہا فسلمت ورضیت ۔

خلاصہ یہ کہ حضرت نے جو فرمایا کہ سب دروں کو بند کرو مگر خوخہ ابوبکر کو رہنے دو تو مراد اوس سے یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے طرف استحقاق خلافت کے خصوصاً جبکہ حضرت نے بعد اس حکم کے فرمایا کہ نہ امامت کریں مگر ابوبکر بعض کا دعوی ہے کہ باب سے اشارہ ہے طرف خلافت کے اور حکم لسد ابواب سے کنایہ ہے طلب خلافت سے گویا کہ فرمایا بجز ابوبکر کوئی طالب خلافت نہو کیونکہ اونکے طلب میں حرج نہیں ہے ۔ ابن حبان نے یہی اختیار کیا ہے کیونکہ وہ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے اسپر کہ وہی خلیفہ ہیں بعد آنحضرت کیونکہ حضرت نے اس حدیث سے ہر شخص کی طمع کو قطع کردیا کہ کوئی خلیفہ نہو بعد آنحضرت کے اور بعض نے اسکو اس وجہ سے قوی کہا ہے کہ ابوبکر کا مکان تو وہاں تھا ہی نہیں بلکہ عوالی مدینہ میں تھا تو اون کا کوئی خوخہ تھا ہی نہیں اس مسجد میں مگر یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ سنح (عوالی مدینہ) میں مکان ہونے کو یہ لازم نہیں ہے کہ اون کا کوئی گھر قریب مسجد نہو ۔ اور محلہ سنح میں جو اون کا گھر تھا وہ تو سسرالی تھا اور اونکے دوسری زوجہ بھی تھی اسما بنت عمیس ۔ اور ام رومان بنا بر اوس قول کے کہ وہ اس وقت زندہ تھیں ۔

محب طبری نے کلام ابن حبان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر کا وہ گھر جس میں خوخہ رہنے کی اجازت ملی تھی وہ مسجد کے متصل تھا اور وہ برابر ابوبکر کے ہاتھ میں رہا یہانتک کہ ایک وقت ضرورت ہوئی تو حفصہ کے ہاتھ چار ہزار کو بیع کیا اوس وقت سے وہ حفصہ کے ہاتھ میں رہا یہانتک کہ عثمان نے جب مسجد کو بڑھانا چاہا تو اون سے لینا چاہا حفصہ نے انکار کیا اور کہا کہ پھر ہم مسجد میں کس

طرح جاینگے۔ عثمان نے کہا ہم تمکو اوس سے بڑا مکان دینگے اور راہ بھی مسجد کی طرف بنادینگے تب حفصہ نے وہ مکان دیدیا۔

اس عبارت سے اسقدر تو یقینی معلوم ہوا کہ مقصود اس سے خلافت ہے نہ مکان کا ورنہ خوخہ کیونکہ ابوبکر کا وہاں نہ مکان تھا نہ خوخہ جیسا کہ آیندہ بھی اسکی تحقیقات ہو گی۔ تو اب دیکھنا چاہیئے یہ مقصود خلافت جناب امیرؑ میں حاصل ہوتا ہے۔ یا خلافت ابوبکر میں کیونکہ آپنے روایات مسند میں بخوبی دیکھ لیا ہے کہ جب جناب امیرؑ کے دروازہ کھلے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسروں کے سدباب کا رتو بالخصوص ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کا دروازہ بند کیا گیا ہے تو کیا اس سے یہ نہیں سمجھا گیا کہ ان لوگوں کیلئے بالخصوص خلافت کا دروازہ بند تھا۔

اور اون روایات میں ابوبکر صاحب کا استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا اور عمر بن صاحب کا یہ خواہش کرنا کہ ذرہ سا روشن دان کھلا رہے اور حضرت کا یہ فرمانا سوز کے برابر بھی نہیں کھلا رہ سکتا غور کرنے کے لائق ہے کہ آخر اوس رسول کریم۔ بلکہ رب الرحیم نے کیوں اس سختی سے اون کی استدعاؤں کو نامنظور کیا اور یہ حکم دیا کہ جسکا جی چاہے شام چلا جاوے۔

افسوس یہ ہے کہ مذہب اہلسنت ... یہ ہے کہ خلافت میں نص کی ضرورت نہیں۔ بلکہ نص کرنا مناسب نہیں بلکہ صرف اجماع ہونا چاہیئے۔ اجماع کی بھی ضرورت نہیں بلکہ دو چار آدمیوں کا اتفاق کرلینا کافی ہے پھر نہ معلوم ایسی تاویل ایسی حدیث و معنی میں کیوں کی جاتی ہے جو من حیث السند صحیح ہے نہ من حیث المعنی اس سے بڑھکر کیا افترا ہو سکتا ہے رسول پر۔

جو حدیثیں فتح باب علی اور سد ابواب خلفائے ثلثہ میں مذکور ہوئیں اون میں تو خود حضرت نے تصریح فرمادی ہے کہ ہمنے بحکم خدا یہ کام اسی لئے کیا ہے کہ جناب امیرؑ اور آنکی ذریت طاہرہ کو وہی مدارج حاصل ہوں جو حضرت ہارون اور اونکے فرزندان کو حاصل تھا۔ پھر کس عاقل کو اس میں تامل ہو سکتا ہے کہ مقصود حضرت اوسی خلافت کا انحصار ہے کہ اس خاندان میں رہے ورنہ جس طرح جناب امیرؑ کیلئے اسکی تصریح کی تھی کہ ہمارے

بعد بھی خلیفہ ہونگے اوس طرح کی تصریح حضرت ابوبکر کے بارہ میں کردیتے حالانکہ حضرت کو معلوم تھا کہ ہمارے بعد باجماع یہی خلیفہ بنائے جاوینگے اسپر بھی ایکا ایک لفظ انکے بارہ میں نہ کہنا بلکہ برخلاف اوسکے ہزاروں تصریح خود بتا رہی ہے کہ کسی طرح آپ ان خلافتوں سے راضی وخوشنود نہ تھے۔

جو حدیثیں پہلے مذکور ہو چکیں اونکی تائید میں دو تین روایتیں اور ملاحظہ ہوں علامہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں لکھتے ہیں کما فی العبقات صفحہ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ فی حدیث طویل وکان مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم فی المسجد فنودی فیہ الا لیخرج من فی المسجد الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم الا علی فخرجنا باجمعنا فلما اصبحنا اتاہ عمہ فقال یا رسول اللہ اخرجت عمامک واصحابک واسکنت ھذا الغلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم وما انا امرت باخراجکم واسکان ھذا الغلام وروی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم قال ان اللہ عزوجل امر موسی بن عمران صلوات اللہ علیہ ان یبنی مسجدا طاھرا لا یسکنہ الا ھو وھرون وابنا ھرون شبر وشبیر وان اللہ عزوجل جلالہ قد امرنی ان ابنی مسجدا لا یسکنہ الا انا وعلی والحسن والحسین سدوا ھذہ الابواب الا باب علی وفی خبر اخرجہ النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم قال سدوا ھذہ الابواب الا باب علی ثم قال صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم سدوا قبل ان ینزل العذاب فخرج الناس مبادرین وخرج حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ یجر قطیفۃ لہ حمراء وعیناہ تذرفان ویبکی ویقول یا رسول اللہ اخرجت عمک واسکنت ابن عمک فقال صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم ما انا اخرجتک ولا انا اسکنتہ ولکن اللہ عزوجل اسکنہ وروی ان بعض الصحابۃ رضی اللہ عنھم قال لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم یا رسول اللہ

دع كوة حتى انظر اليك منها حين تغدو وحين تروح فقال رسول الله صلى الله عليه وعلى الدوبارك وسلم ولا والله مثل ثقب الابرة دون النبوة ابو سعد في شرف النبوة -

علامہ ابو الحسن المغازلی کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کما فی العبقات ص۶۵ -

عن عدی بن ثابت قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد فقال ان الله اوحى الى نبيه موسى ان ابن لى مسجدا طاهرا لا يسكنه الا موسى وهرون وابناهرون وان الله اوحى الى ان ابنى مسجدا طاهرا لا يسكنه الا انا وعلى وابنا على -

پھر وہی ابن المغازلی لکھتے ہیں - قوله صلى الله عليه وسلم ان الله عزوجل اوحى الى موسى عليه السلام ان ابن مسجدا طاهرا لا يكون فيه غير موسى وهرون وابنى هرون شبر وشبير وان الله امرنى ان ابنى مسجدا طاهرا لا يكون فيه غيرى وغير اخى على وغير ابنى الحسن والحسين -

ان روایتوں کا مطلب وہی ہے جو سابقاً مرقوم ہو چکا کہ حضرت نے فرمایا خدا نے ہمیں وحی کی کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے ایسی طاہر مسجد بنائی تھی کہ بجز ہارون اور فرزندوں کے کوئی نہ رہے - اوسی طرح ہم ایسی مسجد طاہر بنائیں کہ بجز ہمارے اور علیؑ اور اونکے فرزندوں کے کوئی اوس میں نہ رہے -

کسقدر افسوسناک امر ہے کہ ابن حبان جو رائے پیش کریں کہ سد باب سے یہ مراد ہے حسم بقوله سدوا عنى كل خوخة فى المسجد اطماع الناس عن ان يكونوا خلفا کہ بجز ابو بکر کوئی خلیفہ ہونے پائے - وہ تو بسر و چشم آپکو منظور ہو - اور خود رسول اللہ صلعم جو اپنے حکم محکم کی توجیہ فرمائیں لا يكون فيه غيرى وغير اخى على وغير ابنى الحسن و الحسين کہ ایسی مسجد طاہر بنائیں جس میں بجز ہمارے اور علی اور اونکے فرزندان حسن و حسینؑ اور کوئی نہ رہے - وہ آپکو منظور نہو -

ابن حجر لکھتے ہیں وفيه اشارة قوية الى استحقاقه للخلافة - اس میں اشارہ

خوبی ہے ابوبکر کے استحقاق خلافت کی طرف۔ مگر افسوس ان سے کون پوچھے کہ جب قول رسول کو کسی طرح کی مداخلت ہی نہیں ہے درباب خلافت جیسا کہ مذہب اہلسنت ہے۔ تو پھر اسکی ضرورت ہی کیا ہوئی جو اس حدیث موضوع سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ کیونکہ اسکی ضرورت تو اون لوگوں کو ہے جو خلافت کو بالنص مانتے ہیں کہ وہ اس قسم کی احادیث سے استدلال کریں۔ آپکو تو آپکے مذہب نے اس فکر سے آزاد کردیا ہے

پھر اسپر غور فرمائیے کہ پہلے جو رسول اللہ ص نے حکم دیا تھا کہ سب کا دروازہ بند کردیا جائے بجز دروازہ جناب امیرؑ۔ اور بالخصوص ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کو حکم دیا کہ نکل جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ بسر سوزن برابر بھی کہیں روزن نہ رہے اوس وقت کس طرف اشارہ ہوا تھا جواب اوسکے خلاف حکم دیا جاتا ہے اور کسی کو جوش نہیں آتا کہ وہ کہے ہمارے لئے بھی ایک دروازہ کھلا رہے۔ ان احادیث پر غور کرکے کون شخص مان سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مانا کہ آپ حضرت کو حسب تجویز خلیفہ دوم مصداق ان الرجل لیہجر قرار دے سکتے ہیں کہ آپکی وہ تقریر بھی از راہ ہذیان و بدحواسی تھی تو اسکو کیا کیجئے گا کہ حضرت بتکرار فرماتے ہیں نہ ہمنے دروازہ بند کیا نہ کھولا بلکہ جو کچھ کیا بحکم خدا۔ تو کیا معاذ اللہ خداوند عالم پر بھی فتور عقل کا الزام دیجئے گا یا یہ کہئے گا کہ حضرت نے خدا پر افترا کیا جو اوسکی طرف نسبت دی کہ خدا نے ایسا حکم دیا۔

پھر ایسے شخص کو کون رسول مان سکتا ہے کہ پہلے تو جب سارے صحابہ نے اس حکم کی مخالفت کی تھی تو اوس وقت تو حضرت نے اس حکم کو خدا کی طرف منسوب کیا اور اب جو ابوبکر کیلئے خوخہ کھولا جاتا ہے تو نہ حکم خدا کی ضرورت ہوتی ہے نہ اوسکے وجہ کی۔ کیا اوس وقت حضرت عباس کو جوش نہ آیا کہ ابوبکر کیلئے تو خوخہ کھولا جاتا ہے اور ہماری قرابت و بزرگی کا کوئی خیال نہیں ہوتا حالانکہ ابوبکر کا وہاں مکان ہونا ہنوز غیر ثابت ہے اور حضرت عباس کا وہاں مکان ہونا ایسا ثابت ہے کہ کوئی عذر ہی نہیں کرسکتا کیونکہ حضرت عمر نے مسجد کو بڑھایا ہے تو اوس وقت

چاہا کہ حضرت عباسؓ کا مکان بجبر لیکر داخل مسجد کریں جسپر کیا کچھ نہ قصہ ہوا ملاحظہ ہو وفا د
بوفا صـ ۲۴۲

عن سالم ابی النضر قال لما کثر المسلمون فی عہد عمر رضی اللہ عنہ وضاق
بہم المسجد فاشتری عمر ما حول المسجد من دور الا دار العباس بن
عبد المطلب وحجر امہات المومنین فقال عمر للعباس یا ابا الفضل ان
مسجد المسلمین قد ضاق بہم وقد ابتعت ما حولہ من المنازل توسع
به علی المسلمین فی مسجدہم الا دارک وحجر امہات المومنین فاما حجر امہات
المومنین فلا سبیل الیہا واما دارک فبعنیہا بما شئت من بیت مال المسلمین
اوسع بہا فی مسجدہم فقال العباس ما کنت لافعل قال فقال لہ عمر اختر منی
احدی ثلاث اما ان تبیعنیہا بما شئت من بیت المال واما ان اخطک حیث
شئت من المدینة وابنیہا لک من بیت مال المسلمین واما ان تصدق بہا
علی المسلمین فنوسع فی مسجدہم فقال لا ولا واحدة منہا فقال عمر اجعل
بینی وبینک من شئت فقال ابی بن کعب فانطلقا الی ابی فقصا علیہ القصہ
فقال ان شئتما احدثکما بحدیث سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقالا حدثنا فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ
اوحی الی داؤد ان ابن لی بیتا اذکر فیہ فخط لہ ہذہ الخطة خطة بیت
المقدس فاذا تربیعہا بزاویة بیت رجل من بنی اسرائیل فسألہ داؤد ان
یبیعہ ایاہا فابی فحدث داؤد نفسہ ان یاخذہ منہ فاوحی اللہ الیہ ان
یا داؤد امرتک ان تبنی لی بیتا اذکر فیہ فاردت ان تدخل فی بیتی الغصب
ولیس من شانی الغصب وان عقوبتک ان لا تبنیہ قال یا رب فمن
ولدی قال فمن ولدک فاخذ عمر بمجامع ابی بن کعب فقال جئتک بشیء
فجئت بما ہو اشد منہ لتخرجن مما قلت فجاء یقودہ حتی دخل المسجد فاوقفہ
علی حلقة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہم ابو ذر فقال ابی نشدت

قصہ مکان عباس

الله رجلاً سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یذکر حدیثاً بیت المقدس حین امر الله داؤد ان یبنیه الا ذکره فقال ابو ذر انا سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال آخر انا سمعته یعنی من رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فارسل ابیا قال فاقبل ابی علی عمر فقال یا عمر اتتهم علی حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال عمر والله یا ابا المنذر ما اتهمتك علیه ولکن اردت ان یکون الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ظاهراً قال وقال عمر للعباس اذهب فلا اعرض لك فی دارك فقال العباس اما اذا قلت ذلك فانی قد تصدقت بها علی المسلمین او سع علیهم فی مسجدهم فاما وانت تخاصمنی فلا قال فخط لهم عمر دارهٔ التی هی الیوم وبناها من بیت مال المسلمین ۔ صـ۲۴۳

یعنی جب جماعت مسلمین میں بعہد عمر ترقی ہوئی اور مسجد تنگ ہوئی تو عمر نے جسقدر مکانات گرد مسجد تھے سبکو خرید لیا مگر عباس کا مکان اور حجرات ام المومنین ۔ تو عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ مسجد میں تنگی ہو رہی ہے اور ہمنے سب کے مکانات خرید لئے سوائے آپکے مکان کے اور حجرات ام المومنین کے ۔ حجرات ام المومنین کے بارمیں تو کوئی چارہ نہیں لہذا اپنا مکان ہمارے ہاتھ بیچ دو جسقدر چاہو اوسکی قیمت بیت المال سے لے لو کہ ہم مسجد میں اضافہ کریں حضرت عباس نے کہا ہم ایسا نہیں کرینگے ۔ تو عمر نے کہا تین باتوں سے ایک بات اختیار کرو یا تو بیع کرو یا ہم آپکے لئے دوسری جگہ بیت المال سے مکان بنوا دیں یا تصدق کر دو اپنی طرف سے حضرت عباس نے کہا ان میں سے کوئی بات ہم نہیں مانتے ۔ عمر نے کہا تو اچھا کسی کو حکم مقرر کرو حضرت عباس نے ابی بن کعب کا نام لیا ۔ ابی کے پاس گئے تو اونھوں نے کہا ہمنے رسول اللہ سے ایک حدیث سنی ہے کہ جب حضرت داؤد نے بیت المقدس بنانے کا ارادہ کیا تو اوسکے گوشہ میں ایک شخص کا مکان تھا بنی اسرائیل سے اوس سے خواہش بیع کی تو اوسنے انکار کیا تب حضرت داؤد نے چاہا کہ بجبر اوس سے لے لیں تب خدا کی وحی ہوئی کہ ہمنے تمکو حکم دیا تھا

کہ ایک مکان بناؤ جس میں ہمارا ذکر کرو تمنے اوس میں غصب داخل کرنا چاہا اور ہماری جناب اسکی مقتضی نہیں ہے لہذا اسکی سزا یہ ہے کہ تم اس مسجد کو نہ بنا سکو گے حضرت داؤد نے عرض کیا کہ ہماری اولاد سے تو وحی ہوئی کہ ہاں تمھارے فرزند کے ہاتھ سے یہانتک عمر نے سنا تھا کہ ابی کا گلہ انھوں نے پکڑ لیا اور کہا ہم تو ایک معمولی بات لائے تھے تمنے اوس سے بھی بڑھکر کہدیا۔ عمر اونکو کھینچتے ہوئے مسجد میں لائے جہاں اصحاب کا حلقہ تھا۔ ابی نے کہا ہم قسم دیتے ہیں جسنے اس حدیث کو سنا ہو کھڑا ہوجائے سب سے پہلے حضرت ابوذر کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہمنے خود رسول اللہ سے سنا ہے۔ اسی طرح دوسرے تیسرے صحابی نے کہا ہمنے سنا ہے۔ تب عمر نے ابی کو چھوڑا۔ ابی نے عمر سے کہا کیا تم ہمکو حدیث رسول کے بارہ میں متہم جانتے ہو۔ عمر نے کہا نہیں نہیں مگر ہمنے چاہا کہ حدیث صاف ہو جائے (سبحان اللہ کیا طریقہ توضیح حدیث معقول ہے کہ بیچارے کا گلہ پکڑ کر مسجد میں کھینچتے ہوئے لائے ہیں جب صحابہ نے گواہی دی تو یوں بات بناتے ہیں) عمر نے اوس وقت حضرت عباس سے کہا اچھا اب جاؤ ہم تمھارے مکان کے بارہ میں اب تعرض نہ کرینگے۔ حضرت عباس نے فرمایا جب تو ایسا کہتا ہے تو ہم اپنے مکان کو تصدق کرتے ہیں مسلمین پر اور دیدیتے ہیں کہ مسجد وسیع کیجائے۔ مگر جب تم تکرار کرتے تھے تو یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ عمر نے تب اوس مکان کو داخل مسجد کیا۔ اور حضرت عباس کیلئے دوسرا مکان بنوا دیا۔

یہاں ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اہلسنت کہتے ہیں صحابہ جھوٹ نہیں بولتے سب فعل اون سے ہوتا ہے مگر کذب و دروغ کے مرتکب نہیں ہوتے حالانکہ یہاں آپنے دیکھ لیا کہ عمر صاحب اپنی جہالت سے ابی کو کاذب جانتے تھے جبھی او نکو پکڑ کر گھسیٹ کر مسجد میں لائے تو اگر کذب و افترا محال تھا تو پھر کیونکر عمر صاحب نے ایسا گمان کیا۔

چنانچہ دوسری روایت میں ہے فقال ابی لعمر اتظن انی اکذب علی رسول اللہ لتخرجن من بیتی فخرج الی الانصار فقال ایکم سمع رسول اللہ یقول کذا و کذا

ص ۳۲۶

یعنی ابی نے عمر سے کہا کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم رسول اللہ کیطرف جھوٹ نسبت دے رہے ہیں
چلو ہمارے گھر سے انصار کیطرف وہاں جا کر کہا جسنے اس حدیث کو سنا ہو بیان کرے جس سے
صاف طور پر معلوم ہوا کہ ابی نے بھی یہی سمجھا کہ عمر نے ہمکو کاذب سمجھا اور عمر کے کذب و دروغ میں
تو کوئی عذر ہی نہیں کیونکہ جب راست گفتاری ابی کی ثابت ہوئی اور انکی جہالت کھل گئی
تو یہ کہا کہ ہم تمکو کاذب نہیں جانتے تھے بلکہ یہ چاہتے تھے کہ یہ حدیث کھلجائے اور صاف ہو جائے کیا
ہے دنیا میں کوئی ایسا شخص جو عمر کو اس کلام میں صادق مانے

اصلیت اسکی بھی سن لیجئے کہ یہ جبر و تشدد حضرت عباس پر اس مکان کے بارے میں کیوں کیا گیا
اوسی وفا الوفا میں ہے صفحہ ۳۴۸

روی ابن اسحق عن اسیا ابن محمد عن هشام بن سعد عن عبد اللہ بن عباس قال کان للعباس میزاب علی طریق عمر فلبس عمر ثیابہ یوم الجمعۃ وقد کان ذبح للعباس فرخان فلما وافا المیزاب صب فیہ ماء فیہ من دم الفرخین فاصاب عمر فامر عمر بقلعہ ثم رجع فطرح ثیابہ ثم لبس غیرها ثم جاء فصلی بالناس فاتاہ العباس فقال واللہ انہ الموضع الذی وضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر للعباس فانا اعزم علیک لما صعدت علی ظهری حتی تضعہ فی الموضع الذی وضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففعل ذلک العباس

کہ حضرت عباس کے مکان کا ایک پرنالہ تھا عمر کے راہ میں جدھر سے وہ مسجد جایا کرتے تھے ایک روز عمر جمعہ کو کپڑہ پہنکر مسجد جا رہے تھے اور وہاں دو چوزے حضرت عباس کیلئے ذبح کیئے گئے جسکا پانی خون ملا ہوا اوسی پرنالہ سے گرایا گیا وہ پانی عمر پر گرا اور کپڑہ انکا خراب ہوا عمر نے اوس پرنالہ کو اوکھڑوا دیا اور دوسرا کپڑہ بدلکر نماز پڑھنے گئے حضرت عباس عمر کے پاس آئے اور کہا کہ یہ پرنالہ وہ ہے جسے خود رسول اللہ نے اپنے ہاتھ سے نصب کیا تھا عمر نے کہا ہم تمکو قسم دیتے ہیں کہ ہمارے پیٹھ پر سوار ہو کر اوسکو لگا دو چنانچہ حضرت عباس نے ایسا ہی کیا کہ عمر کے پیٹھ پر سوار ہوئے اور وہ پرنالہ اپنے ہاتھ سے لگایا۔

دیکھیے عمر صاحب نے اوسکی کسر یوں نکالی کہ مسجد کا حیلہ لگا کر اوس مکان ہی کو لے لیا

اس سے بڑھکر کون ستم کیا ہو سکتا ہے اب تک جو لوگ حج خانہ کعبہ اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ زوار لوگ اس حصہ میں نماز وغیرہ نہیں پڑھتے حالانکہ وہ مسجد میں ملا دیا گیا ہے جو جانب قبلہ ہے مسجد رسول ہے۔

اگرچہ اس روایت میں یہ تو ضرور ہے کہ حضرت عباس نے خود بخوشی دیدیا مگر عمر کا جبر و تشدد اسی سے ظاہر ہے فقال عمر فانی اخذھا قال العباس لیس لک ذلک صفحہ ۳۷۵
یعنی عمر نے کہا ہم بزور تم سے اس مکان کو لے لینگے حضرت عباس نے کہا یہ نا ممکن ہے کہ تم اسطرح لو

دوسری روایت میں ہے فقال عمر اذا ھدمھا فقال العباس مالک ذلک صفحہ ۳۴۶
کہ عمر نے کہا ہم اس مکان کو گروا دینگے حضرت عباس نے کہا یہ تو نا ممکن ہے۔

غرض اگر یہ واقعہ کسی طرح بھی ہوتا تو جسطرح جناب امیر کے بارے میں جب حضرت نے حکم دیا کہ آپکا دروازہ کھلا رہنے دو اور سب کو بند کر دو صحابہ میں انقلاب عظیم پیدا ہوا اس واقعہ پر بھی ضرور شورش ہوتی لہذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل وضعی ہے اور کسی طرح وہاں ابوبکر کا مکان نہ تھا جسکے لیے خوخہ بنایا جاتا ہے۔

ابن حجر نے یہ توجیہ معقول نکالی ہے کہ ابوبکر کی دو زوجہ تھی ایک محلہ سنح میں رہتی تھی مگر وہ مکان بھی انکا ذاتی نہ تھا بلکہ ھو منزل اصھارہ وہ سسرالی مکان تھا دوسری زوجہ اسماء بنت عمیس تھی مگر اس سے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ انکے ذاتی مکان میں رہتی ہوں کیونکہ وہ زوجہ حضرت جعفر طیار تھیں جنکے ساتھ وہ حبشہ میں رہیں بوقت فتح خیبر حضرت جعفر طیار واپس آئے اور سکونت مدینہ اختیار کیا جنگ موتہ ۸ھ میں شہید ہوئے جسکے بعد وہ زوجیت ابوبکر میں آئیں تو پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ ابوبکر خاص خاص اوقات میں اوسی مکان میں قیام کرتے ہوں کیونکہ جسطرح سنح میں وہ سسرالی مکان میں رہتے تھے اوسی طرح یہاں بھی زوجہ کے مکان میں رہتے ہوں۔

ابن حجر نے اپنے خیال کی تائید میں عمر بن اشبہ کا قول نقل کیا ہے ان دار ابی بکر التی اذن لہ فی ابقاء الخوخۃ منھا الی المسجد کانت ملاصقۃ للمسجد ولم تزل بید ابی بکر حتی احتاج الی شیٔ صفحہ ۳۵۷

یعنی ابوبکر کا مکان متصل مسجد تھا اور اس میں خوخہ رہنیکا حکم دیا گیا تھا یہ مکان اونکی پاس اوس وقت تک رہکر اوسی بیع کیا حفصہ کے ہاتھ۔

اس سے وجود مکان ابوبکر قبل سے ثابت ہوتا ہی مگر افسوس تمامی علما اسکی تکذیب کرتے ہیں تاریخ طبری میں ہی ص۵۳ ج۴

قال ابو جعفر وکان ابوبکر قبل ان یشتغل باموی المسلمین تاجرا وکان منزلہ بالسنح ثم تحول الی المدینہ۔

یعنی امام طبری فرماتے ہیں کہ ابوبکر خلافت کے بعد بھی تجارت کرتے تھے اور مقام سنح میں رہا کرتے پھر مدینہ اوٹھ آئے۔

جس سے صاف معلوم ہوا کہ اونکا مکان مدینہ میں نہیں تھا بلکہ محلہ سنح میں رہا کرتے پھر لکھتے ہیں قالت عائشہ کان منزل ابی بالسنح عند زوجتہ حبیبہ ابنۃ خارجۃ بن زید بن ابی زھیر من بنی الحارث بن الخزرج وکان قد حجر علیہ حجرۃ من سعف فما زاد علی ذلک حتی تحول الی منزلہ بالمدینۃ فاقام ھنالک بالسنح بعد ما بویع لہ ستۃ اشھر یغدو علی رجلیہ الی المدینۃ وربما رکب علی فرس لہ وعلیہ ازار ورداء ممشق فیوافی المدینۃ فیصلی الصلوات بالناس فاذا صلی العشاء رجع الی اھلہ بالسنح فکان اذا حضر صلی بالناس واذا لم یحضر صلی بھم عمر بن الخطاب قال فکان یقیم یوم الجمعۃ صدر النھار بالسنح

یعنی عائشہ کہتی ہیں ہمارے باپ کا مکان محلہ سنح میں تھا جہاں اونکی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ رہا کرتیں اونکی لیے اوسی مکان میں ایک حجرہ چٹائی کا بنا دیا گیا تھا وہی حجرہ اونکی بود و باش کی جگہہ تھی جسپر کچہ زیادتی نہیں کیگئی یہانتک کہ مدینہ کے مکان میں آئے بعد بیعت وہ چھ مہینہ تک وہیں سنح میں رہا کرتے وہاں سے کبھی تو پیادہ آتے اور کبھی گھوڑے پر نماز عشا کے بعد پھر محلہ سنح میں چلے آتے اگر وہ آتے تو نماز پڑھاتے ورنہ عمر پڑھا دیتے۔ روز جمعہ دوپہر کے پہلے تک وہیں سنح میں رہتے کہ سر اور داڑھی کو رنگتے پھر نماز جمعہ پڑھانے مدینہ میں آتے پھر چلے جاتے صبح کو روز

يصبغ راسه ولحيته ثم يروح بقدر الجمعة
فيجمع بالناس وكان رجلا تاجرا فكان
يغدو كل يوم الى السوق فيبيع ويبتاع
وكانت له قطعة غنم تروح عليه وربما
خرج هو بنفسه فيها وربما كفيها فرعيت
له وكان يحلب للحي اغنامهم فلما بويع
له بالخلافة قالت جارية من الحي الآن
لا تحلب لنا منائح دارنا فسمعها
ابوبكر فقال بلى لعمري لاحلبنها لكم
واني لارجو ان لا يغيرني ما دخلت فيه
عن خلق كنت عليه فكان يحلب لهم
فربما قال للجارية من الحي يا جارية تحبين
ان ارغى لك او اصرح فربما قالت ارغ
وربما قالت صرح فاي ذلك قالته فعل
فمكث كذلك بالسنح ستة اشهر ثم نزل
الى المدينة فاقام بها ونظر في امره
فقال لا والله ما تصلح امور الناس التجارة
وما يصلحهم الا التفرغ لهم والنظر في
شانهم ولابد لعيالي ما يصلحهم فترك
التجارة واستنفق من مال المسلمين
ما يصلحه ويصلح عياله يوما بيوم ويحج
ويعتمر وكان الذي فرضوا له في
كل سنه الاف درهم فلما حضرته

بازار میں جاکر سودا سلف
کرتے اور ایک ریوڑ بھیڑ کی
تھی جسکو کبھی خود چراتے
کبھی دوسرا کوئی۔ ایک عورت
ہمسایہ کی تھی اوسکے لئے کبھی
دودھ دوہتے غرض
اسی طرح وہ چھ مہینہ تک
مقام سنح میں رہے پھر
مدینہ چلے آئے اور وہیں
قیام کیا اور اپنے
امور میں نظر کرکے کہا
تجارت کے لیے فراغت
ضروری ہے لہذا تجارت
ترک کرکے چھ ہزار
سالانہ اپنا مقرر کرادیا
وقت وفات کہا دیکھو
ہمارے ذمہ بیت المال
کا کس قدر حساب ہے
حساب سے معلوم ہوا
کہ آٹھ ہزار درہم ہے۔

+:+

اب کہاں وہ بیان کہ ابوبکر کا مکان مدینہ
میں تھا اور کہاں یہ بیان کہ خلافت کے

ابو فاتہ قال رد واما عندنا من مال المسلمین فانی لا اصیب من ہذا المال شیئا وان ارضی الذی بمکان کذا وکذا للمسلمین بما اصبت من امرالھم فادفع ذلک الی عمر ولیقوحاد عبد صیقلاد قطیفة ماتساوی خمسة دراھم فقال عمر لقد اتعب من بعدہ فقال علی بن محمد فیما حدثنی ابو زید عنہ فی حدیثہ عن القوم الذین ذکرت روایتہ عنھم قال ابوبکر انظر واکم انفقت منذ ولیتہ من بیت المال فاقضوہ عنی فوجدوا مبلغہ ثمانیة الاف درھم فی ولایتہ

چھ مہینہ بعد بھی وہ مقام سنخ ہی میں رہی پھر انکا مسجد کے پاس مکان کہاں تھا جو خوخہ ہوتا اور رسول اللہ فرماتے کہ انکی لیے ایک خوخہ چھوڑ دو

صد تہ العمر تو یہ مقام سنخ ہی میں رہے جہاں انکا ذاتی مکان بھی تھا بلکہ سسرال کے مکان میں ہی اور یہاں یہ بیان کر دیا گیا کہ حضرت نے کہا انکا خوخہ کھلا رہے ثبت العرش ثم النقش یاد ہی رہا کہ پہلے چھت بناؤ تب اوسپر نقش و نگار بناؤ۔

بہر حال ایک طرف تو یہ روایت ہی کہ حضرت نے قریب وفات فرمایا دوسرے طرف وہ روایتیں ہیں جو جناب امیر کے شان میں وارد ہیں کہ حضرت نے سب کا دروازہ بند کیا اور صرف جناب امیر کے دروازہ کھولنے کا حکم دیا جسپر کیا کچھ نہ صحابہ میں گفتگو آئی ابوبکر عمر نے ایک روشن دان کی اجازت چاہی اور حضرت نے فرمایا سر سوزن کی برابر بھی نہیں کھلا رہ سکتا جیسا کہ مذکور ہوا ان روایتوں کی نسبت ابن حجر فرماتے ہیں وکل طریق منھا صالح للاحتجاج فضلا عن مجموعھا صـ ۳۵۸

یعنی اس روایت کے طریق قابل استدلال ہیں چہ جائیکہ جب مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے دکہ پھر تو وہ متواتر کے حکم میں آ جائیگا) لہذا اب اسکی فکر پڑی کہ کسیطرح دونوں روایتوں کو جمع کریں جسپر ابن حجر لکھتے ہیں۔ ومحصل الجمع ان الامر لسد الابواب وقع مرتین ففی الاولی استثنی علی لما ذکرناہ وفی الاخری استثنی ابوبکر ولکن لایتم ذلک الا بان یحمل ما فی قصة علیؑ علی الباب الحقیقی وما وقع فی

قصۃ ابی بکر علی الباب المجازی والمراد بہ الخوخۃ کما صرح بہ فی بعض طرقہ وکانھم لما امروا بسد الابواب سدوھا واحدثوا خوخۃ یستقربون الدخول فی المسجد منہا فامروا بعد ذلک بسدھا فھذہ طریقۃ لا باس بہا فی الجمع بین الحدیثین وبہا جمع بین الحدیثین المذکورین ابو جعفر الطحاوی فی مشکل الآثار وھو فی اوائل الثلث الثالث منہ وابو بکر الکلاباذی فی معانی الاخبار وصرح بان بیت ابی بکر کان لہ باب من خارج المسجد وخوخۃ الی داخل المسجد وبیت علی لم یکن لہ باب الا من داخل المسجد ھ ۳۵۱ ج ۳ -

یعنی دونوں روایتوں کا جمع یوں ہوسکتا ہی کہ یہ حکم کہ تمام دروازے بند کیے جائیں دو مرتبہ واقع ہوا پہلی مرتبہ جناب امیر کا دروازہ مستثنے کیا گیا اور دوسری مرتبہ ابوبکر کا دروازہ مگر یہ تاویل بھی اوسیوقت پوری ہوسکتی ہے کہ جناب امیر کے بارے میں جو حکم ہی اوس سے حقیقی معنی باب (دروازہ) مراد ہو اور ابوبکر کے بارے میں معنی مجازی کہ مراد اوس سے خوخہ لیا جائے جیساکہ بعض طرق میں اوسکی تصریح کیگئی ہے -

وجہ اوسکی یہ ہی کہ جب حضرت نے حکم دیا کہ سب کے دروازے بند کیے جائیں تو لوگوں نے اسکی بعد خوخہ بنا لیا ہو کہ اس راہ سے جلد مسجد میں پہونچ جائیں پس اسکی بھی بند کرنیکا حکم دیا گیا جیساکہ ابو جعفر طحاوی اور ابوبکر کلاباذی نے لکھا ہی اور اسکی تصریح کی ہی کہ ابوبکر کے مکان کا ایک دروازہ بیرون مسجد تھا اور ایک خوخہ اندرون مسجد کے طرف اور جناب امیر کے مکان کا بجز مسجد کوئی دروازہ نہ تھا۔

اس کلام پر چند اعتراض ہی جسکا جواب دینا اہلسنت کو محال ہی کیونکہ پہلے یہ دعویٰ کیا گیا ہی کہ سد باب کا حکم دو مرتبہ کیا گیا حالانکہ کسی روایت سے یہ نہیں ثابت ہوتا اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو بخاری دونوں روایتوں کو لکھتے حالانکہ جناب امیر کے متعلق اونھوں نے کسی حدیث کو لکھا ہی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ وہ دو مرتبہ سد باب کے قائل نہ تھے بلکہ وہ ایک ہی دفعہ کے قائل تھے جسکو بحق ابوبکر لکھا

دوسرے یہ کہ ابن حجر کہتے ہیں جب حضرت نے دروازوں کے بند کرنیکا حکم دیا تو اوسکے بعد

لوگوں نے اپنے اپنے گھر میں خوخہ بنالیا مگر افسوس اسپر نہ خیال کیا کہ اس سے صحابہ کی کیسی مخالفت رسول ظاہر ہوتی ہی کیونکہ جب حضرت نے اسکا حکم دیا تھا کہ سب کے دروازے بند کیے جائیں باستثنار جناب امیر تو بعض لوگوں نے کہا تھا ایک سوراخ کی اجازت دیجائے مگر حضرت نے نامنظور فرمایا چنانچہ سابقاً مذکور ہوا

وروی ان بعض الصحابة قال لرسول اللہ یا رسول اللہ دع کوة حتی انظر الیک منہا حین تغدوا وحین تروح فقال رسول اللہ لا واللہ ولا مثل ثقب الابرة روی الثلثة الوسعد فی شرف النبوة۔

یعنی بعض اصحاب نے عرض کیا یا حضرت اسقدر سوراخ رہنیکی اجازت دیجئے کہ ہم آپکے تشریف آوری کو مسجد میں دیکھ لیا کریں حضرت نے فرمایا قسم بخدا اسقدر بھی سوراخ نہیں رہ سکتا جو سوئی کے سوراخ کے برابر ہو پھر تعجب ہی کہ رسول اللہ تو یہ حکم دیں کہ سوزن کے برابر بھی سوراخ نہیں رہ سکتا اور ابن حجر کہتے ہیں کہ اسکے بعد صحابہ نے خوخہ بنالیا تو کیا یہ فعل صحابہ جائز ہو سکتا ہی اور کبھی ممکن ہی کہ ایسی جرات کسینے کی ہو۔

تیسرے یہ کہ جب روایات سابقہ میں اسکی تصریح موجود ہی کہ ہمنے نہ علی کو داخل کیا نہ غیروں کو نکالا بلکہ جو کچھ کیا وہ بحکم خدا اور جسطرح حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو ساکن مسجد کیا تو اب کون مسلمان اسکا قصد کر سکتا تھا کہ خلاف حکم خدا و رسول اپنے لئے خوخہ بنالیا ہو۔

چوتھے جب یہ تاویل بھی بغیر اسکے ناممکن ہی کہ ایک جگہ باب سے باب حقیقی مراد لیا جائے اور دوسرے جگہ معنی مجازی تو پھر دونوں روایتوں میں کیونکر جمع ہوا یہ تو ہر باب میں ممکن ہی۔ پانچویں جب کسی طرح کا مکان ابوبکر کا وہاں تھا ہی نہیں جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا تو یہ کہنا کہ باب سے مراد خوخہ ہی خود لغو ہوا کیونکہ جب مکان ہو تب روشن دان بنایا جائے حالانکہ ہم بیان کر آئے ہیں وفات رسول اللہ کے چھ مہینہ بعد تک ابوبکر کا قیام محلہ سنح میں تھا جو دو تین میل یا فرسخ کی فاصلہ پر تھا جہاں سے ابوبکر کبھی پیادہ کبھی گھوڑے پر آیا کرتے۔

اب ہم اصل حدیث پر آتے ہیں جسکو بخاری نے مناقب میں لکھا جسکی موضوعیت ہر طرح ثابت ہو چکی کہ کل یا اکثر راوی اسکے کذاب و وضاع و دشمن اہلبیت ہیں مگر تاہم ایک ایک فقرہ اسکا دکھاتے ہیں پہلا فقرہ یہ ہی کہ حضرت نے خطبہ میں فرمایا خدا نے اپنی بندے کو اختیار دیا ہی کہ دنیا میں رہی یا آخرت کو اختیار کرے اسپر ابوبکر روئے اور صحابہ کو تعجب ہوا تو یہ ایسا واقعہ ہی کہ صحابہ کی بیخبری احادیث رسول اللہ سے واضح ہوتی ہی کیونکہ حضرت نے اپنی رحلت کی خبر تو صدہا مواقع پر دی ہی چنانچہ خم غدیر کا واقعہ سب کو یاد تھا جس میں حضرت نے فرمایا تھا کہ ہم بلائے جائیں اور حکم حق کی اجابت کریں لہذا ہم دو چیزیں بزرگ تم میں چھوڑے جاتے ہیں جنسے اگر متمسک رہو گے تو گمراہ نہو گے ایک قرآن دوسرے اہلبیت مگر اس فرمان پر نہ کوئی رویا نہ کسیکو تعجب ہوا خود حضرت نے اسی مرض کے زمانہ میں جبکہ صحابہ حجرہ میں بھرے ہوئے تھے اس حدیث کو فرمایا کہ اب میری رحلت قریب ہی تم میں اہلبیت و قرآن کو چھوڑے جاتے ہیں مگر نہ کوئی رویا نہ تعجب ہوا پھر یہاں کیا ہو گیا کہ ابوبکر صاحب رو دئے اور صحابہ کو تعجب ہوا۔

غرض چونکہ بخاری نے اس حدیث کے ذریعہ سے اعلمیت ابوبکر کو ثابت کرنا چاہا ہی وہ ایسے اعلم یا راز دار رسول اللہ تھے کہ اس حدیث سے اور کوئی یہ نہیں سمجھا کہ حضرت اپنی وفات کی خبر دیرہے ہیں یہانتک کہ صحابہ کو انکی علم و فہم پر تعجب ہوا لہذا آپ کو تفسیر سورۂ اذا جاء نصر اللہ پر بھی نظر کرنا چاہیے جو بتجریر ابن حجر یوم النحر یعنی دسویں ذیحجہ کو بمقام منیٰ نازل ہوا جسکی بعد حضرت کل ۸۱ روز زندہ رہی فتح الباری میں ہی کہ حضرت نے بعد نزول اس سورہ کے فرمایا ہمارے موت کی خبر دی جارہی ہی قال النبی نعیت الی نفسی اخرجہ ابن مردویہ صـ۱۲ ج ۱۴ ہی۔

قولہ وکان ابوبکر هو اعلمنا یعنی صحابہ نے کہا ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ عالم تھے مگر یہ ایسا جملہ ہی کہ بجز خوش اعتقادی کے کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کلام سے تو ہر شخص یہی سمجھیگا جس میں ابوبکر کی کیا خصوصیت ہی کیونکہ دو تین مہینہ قبل سے اپنے وفات کی خبر دینا اور بیمار پڑنا سب کو وصیت کرنا کہ ہمارے بعد قرآن اور اہلبیت سے تمسک

ایسے قرائن واضحہ ہیں کہ ادنے فہم والا بھی اسکو سمجھ لیتا مگر نہ معلوم صحابہ کس فہم کی تھی جو وہ نہ سمجھے اور ابوبکر کو سمجھ جانیسے اعلمنا کا خطاب دیا طرہ تو یہ ہے کہ حسب تصریح ابن حجر روایت مالک میں ہو اعلمنا یہ ہے کہ ابوبکر حضرت کی حالات سے ہم سب میں زیادہ عالم تھے مگر بخاری نے بہ کو حذف کر دیا تاکہ مطلق اعلمیت ابوبکر ثابت ہو کہ صحابہ اونکو اپنے درمیان میں سب سے زیادہ عالم جانتے تھے حالانکہ راوی کا بیان حضرت کے احوال کے اعلمیت کا متعلق ہے روایت محمد بن سنان میں اسکے بعد یا ابابکر لاتبک بھی ہے مگر بخاری نے اوسکو شاید اسوجہ سے حذف کر دیا کہ قرآن میں بھی لاتحزن آچکا ہے۔

قولہ ان من امن الناس بروایت مالک امن الناس ہے بلا حرف من معنی میں اختلاف ہے کہ مراد من سے کیا ہے احسان دبذل وجود یا احسان احسان ناداوئی تو یہی کہتے ہیں کہ احسان رکھنے کی معنی سے ہے باین تاویل کہ اگر کسیکا احسان ہمپر آسکتا ہے تو ابوبکر کا مگر خود ابن حجر نے اور دوسرے لوگوں نے یہ مراد لیا ہے کہ سب سے بڑھکر احسان ابوبکر کا ہے نتحمل علی ان المراد ان لغیرہ مشارکۃ ما فی الافضلیۃ الا انہ مقدم فی ذلک بدلیل ما تقدم من السیاق صـ۳۵۷ فتح الباری

یعنی ابوبکر کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں اس امر میں کہ حضرت پر اونلوگوں نے احسان کیا مگر ابوبکر کا درجہ اون میں زیادہ ہے بروایت ترمذی حضرت نے اوس احسان کو بھی بتا دیا ایک یہ کہ بلال کو آزاد کیا (حالانکہ بلال کو اصل میں حضرت عباس نے خریدا تھا) دوسرا یہ ہے کہ اپنے اولاد کیساتھ ہجرت کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ سب سے بڑھکر احسان ابوبکر کا ہمپر یہ ہے کہ اونھوں نے اپنے بیٹی کو ہمارے عقد میں دیا اور مکہ سے مدینہ لائے اور اپنے مال سے مواسات کی بروایت عائشہ چالیس ہزار درہم ہمپر خرچ کیا۔

مگر افسوس جتنے واقعات اسلام کے اندر ابتدا ر اسلام ابوبکر سے ہوئے کسی سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ سب اسکی خلاف ہیں کیونکہ جب پچاس آدمیوں کے بعد ابوبکر اسلام لائے تو اوسیوقت سے اسکا تقاضا شروع کیا کہ یا حضرت اب آپ ظاہر ہو جائیے جسپر حضرت انکو برابر سمجھاتے رہے کہ ابھی اسکا وقت نہیں آیا ہے مگر اونھوں نے نہ مانا آخر نتیجہ یہ ہوا

کہ حضرت انکے اصرار پر جب مسجد الحرام میں علانیہ تشریف لیگئے تو لوگوں نے بہت کچھ حضرت کو
ایذا دینا چاہا اور ابوبکر پر اسقدر..... کاری ہوئی کہ ناک اور گال میں فرق نرہا
حالانکہ یہ کارروائی سراسر شان اسلام کے خلاف تھی کیونکہ اسلام تو یہ بتاتا ہی جو حکم خدا ورسول
ہو اوس میں چون وچرا نکرو پھر یہ اصرار روا جبار کیسا دوسرے یہ کارروائی سراسر خلاف عقل ہی
کہ جہاں ہزاروں کفار درپے آزار تھے وہاں اس پچاس آدمی کی کیا ہستی تھی پھر فرمایئے
ایسا دوست نادان کب اس قابل ہوسکتا ہی کہ اوسکی صحبت باعث قابل فخر ہوسکتی ہی۔
تمامی احادیث فضائل کا بیان ہی کہ شان رسول کو باقی رکھکر کسی کی فضیلت بتائی جاتی ہی
مگر ابوبکر کی شان یہ دکھائی جاتی ہی کہ رسول اللہ انکے بار احسان سے دبے تھے وہ بھی خاص حق
صحبت ادا ہونے میں حالانکہ صحبت کا یہ حال تھا کہ ابتدا اسلام سے وہ حضرت کو مبتلائے مصائب
کررہے ہیں۔

اسلام عمر کے بدولت حضرت کو تین برس تک شعب ابوطالب میں محصور ہونا پڑا
مگر انکو گوشے کوئی ایسا نہیں تہا کہ وہاں جاکر حق صحبت ادا کرتا حضرت کی کسیطرح خدمت
کرتا آپکا مونس تنہائی ہوتا پھر کیونکر ممکن ہی کہ حضرت اونکی صحبت ومعیت کی تعریف کریں
ابن حجر لکھتے ہیں کہ مراد اس سے اغیار کی مشارکت ہی کہ ابوبکر کے ساتھ احسان
کرنے والے اور بھی تھے جنکے نسبت حضرت فرماتے ہیں کہ ابوبکر کا درجہ اونمیں زیادہ تھا
مگر خداوند عالم فرماتا ہی یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل
اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین حجرات ۲۶ ۱۴
یعنی تمپر احسان کہتے ہیں کہ اسلام لائے کہدو تمپر تم اپنے ایمان لانیکا احسان نہ دھو بلکہ
خدا تمپر احسان رکھتا ہی کہ ہدایت کی تمکو ایمان کی اگر تم سچے ہو بس جبکہ تمام عالم پر خدا و
رسول کا احسان ہی کہ اوسنے ہدایت کی تو کیونکر ممکن ہے رسول پر ابوبکر کا احسان ہو خصوصًا
ایسے حالت میں کہ ابوبکر نے کسیطرح حق رفاقت نہ ادا کیا بلکہ ہمیشہ آپکو مبتلائے مصائب
کیا یہانتک کہ حضرت نے آخری وقت میں انکو حکم دیا کہ لشکر اسامہ کیساتھ چلے جاؤ
اور تحریر وصیت نامہ کیوقت فرمایا قوموا عنی ہمارے پاس سے نکل جاؤ۔

اس حدیث سے ابوبکر کی مالداری بھی ثابت کی گئی ہے کہ ابوبکر ایسے مالدار تھے کہ حضرت کی اعانت کرتے مگر قصہ ہجرت میں مذکور ہو چکا کہ ابوبکر نے اپنا اونٹ سواری کیلئے پیش کیا تھا مگر حضرت نے فرمایا بقیمت لیسکتے ہیں چنانچہ دو سو کا اونٹ نو سو کو حضرت کے ہاتھ بیچا پھر جس رسول نے اتنا احسان بھی ابوبکر کا گوارا نہ کیا اوس سے کب ہو سکتا تھا کہ انکا مال قبول کرتا ملاحظہ ہو حلہ ۹ رسالہ ہذا۔

قولہ لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا اگر ہم کسیکو خلیل بناتے تو ابوبکر کو خلیل کرتے اسکی شرح آئندہ باب میں ابن حجر نے لکھی ہے لہذا ہم بھی وہیں لکھینگے انشاء اللہ مگر یہاں اسقدر سمجھ لینا چاہیئے کہ ابن حجر لکھتے ہیں قال الداؤدی لاینافی قول ابی ھریرۃ وابی ذر وغیرھما اخبرنی خلیلی صلعم لان ذلک جائز لھم یعنی یہاں تو یہ ہے کہ اگر ہمکو خلیل بنانا ہوتا تو ہم ابوبکر کو خلیل بناتے مگر ابوہریرہ اور حضرت ابوذر وغیرہ رسول اللہ کو خلیل کہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ مرتبہ خلت ان حضرات کو حاصل تھا پھر ابوبکر کو کونسی فضیلت حاصل ہوئی۔

قولہ ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ یعنی درجہ خلت تو نہیں ہے مگر اسلام کی اخوت اور اوسکی مودت خیر تو اسکی نہیں ہے مگر ابن حجر نے کہا حاصلۃ یعنی اسلامی اخوت اور اوسکی مودت حاصل ہے مگر نہ معلوم اس سے فضیلت کیا نکلی کیونکہ اخوت اسلامی تو ہر شخص کو حاصل ہے انما المومنون اخوۃ۔

بعض روایات میں خوۃ ہے قال ابن بطال لااعرف معنی ھذہ الکلمۃ اور بعض روایات میں ہے ولکن خلۃ الاسلام افضل جیسا ابن حجر لکھتے ہیں فیہ اشکال فان الخلۃ افضل من اخوۃ الاسلام لانہا تستلزم ذلک وزیادۃ فقیل المراد ان مودۃ الاسلام مع النبی افضل من مودتہ مع غیرہ وقیل افضل بمعنی فاضل ولا یعکر علی ذلک اشتراک جمیع الصحابۃ فی ھذہ الفضیلۃ لان رجحان ابی بکر عرف من غیر ذلک واخوۃ الاسلام ومودتہ متفاوتۃ بین المسلمین فی نصر الحق واعلاء کلمۃ الحق وتحصیل کثرۃ الثواب ولابی بکر من ذلک اعظمہ واکثرہ

یعنی اس حدیث میں جو یہ ہے کہ اخوت اسلامی افضل ہے اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خلت افضل ہے اخوت اسلام سے (پھر رسول نے کیونکر مودت اسلام کو افضل کہا) کیونکہ خلت میں مودت اسلامی بھی ہے اور اسپر کچھ اور اضافہ ہے اور صرف مودت اسلامی سے وہ باتیں نہیں حاصل ہوتیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ مودت اسلامی رسول کیساتھ افضل ہے غیر کیساتھ مودت کرنیسے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس میں تو سب صحابہ شریک ہیں تو اسکا یہ جواب ہے کہ ابوبکر اس بارے میں سب سے ممتاز ہیں کیونکہ مراتب اہل اسلام متفاوت ہیں

یہ پورا جواب جیسا کچھ ہے محتاج تشریح نہیں کیونکہ فضیلت تو وہیں کہی جائیگی جہاں شخص فاضل میں کوئی صفت خاص ہو مثلاً اسکی کہ اگر خلت کا اطلاق ابوبکر پر ہوتا تو کہا جاتا انکو فضیلت غیر و نپر حاصل ہے مگر جب اس سے انکار کیا گیا اور بتایا گیا کہ انکو اخوت و مودت اسلامی حاصل ہے تو پھر کونسی فضیلت نکلی۔

یہی اعتراض تو شیعوں کا ہے اوس معنی اہلسنت پر جو لفظ مولی میں بیان کرتے ہیں کہ مراد مولی سے محب و محبوب و ناصر ہونا ہے کہ اس سے جناب امیر کی کونسی فضیلت نکلتی ہے حالانکہ بالاتفاق یہ حدیث فضیلت جناب امیر میں بیان کی گئی ہے لہذا معلوم ہوا کہ مراد اس سے ولایت ہے جس سے جناب امیر تمام عالم کے بعد رسول حاکم ہیں نہ یہ کہ آپ سب کے ناصر و محب ہیں کیونکہ یہ درجہ تو ہر شخص کو بنص قرآنی حاصل ہے انما المومنون اخوۃ۔

پس الحمد للہ کہ خود صحیح بخاری کے اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابوبکر کو کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ جسطرح سب مسلمانوں کو حضرت کی محبت و مودت اسلامی حاصل ہے خواہ وہ مومن ہو یا منافق اوسیطرح کی محبت ابوبکر کو بھی حاصل تھی پھر اس حدیث کو اس طمطراق سے بیان کرنا کہ حضرت نے اپنے آخری زمانہ حیات میں خطبہ کہا اور یہ بیان کیا کیسا لغو ہے۔

اصل یہ ہے کہ واضع حدیث اپنے بیان میں ہر چند کوشش کرتا ہے کہ جھوٹ کو سچ بنادے مگر منجانب اللہ اوس میں ایسی باتیں ضرور پیدا ہو جاتی ہیں کہ اوسکی اصلیت ظاہر ہو جائے چنانچہ اس حدیث میں پہلا وہ لفظ ہے جس میں حضرت نے ابوبکر کے احسان کو ذکر کیا ہے

کیونکہ اگر اوسکی جگہہ یہ کہا جاتا کہ ابوبکر نے حق رفاقت خوب ادا کیا یا انپر ہمارا بہت اعتماد تھا تو یہ بیان قبول کر لیا جاتا بخلاف اوسکے یہ بیان کیا گیا کہ سب سے بڑھکر ہمپر احسان ابوبکر کا ہی جو ایسا بیان ہی کہ کوئی مسلمان نہیں مان سکتا کیونکہ رسول کو سب سے افضل ہونا چاہیئے چہ جائیکہ وہ اوس سے مفضول ہو جسکی اکثر عمر شرک و کفر میں بسر ہوئی۔

اب آیئے اسکو دیکھیئے کہ حضرت نے عموم صحابہ سے اخوت کی نفی فرمائی ہی ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور سیوطی صفحہ ۲۶

جس میں بہت سی حدیثیں حضرت کی اس بارے میں ہیں کہ صحابہ ہمارے بھائی نہیں ہیں

قال قال رسول اللہ صلعم لیتنی لقد لقیت اخوانی فقال لہ رجل من اصحابہ او لسنا اخوانک قال لا بل انتم اصحابی واخوانی قوم یاتون بعدی ولم یرونی ثم قرء والذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ۔

یعنی حضرت نے فرمایا کاش ہم اپنے بھائیونکو دیکھتے تو ایک شخص نے اصحاب سے کہا کیا ہم آپکے بھائی نہیں ہیں آپ نے فرمایا نہیں تم اصحاب ہو اور ہمارے بھائی تو وہ ہیں جو ہمارے بعد آئینگے اور ہمکو نہ دیکھینگے پھر عموم صحابہ کو اخوت اسلامی بھی کہاں حاصل تھی جو ابوبکر کیلیئے اس حدیث میں دعوی کیا گیا

اب اگر بربنار حدیث موطا امام مالک یہ دعوی کیا جاے کہ حضرت نے اسکو تسلیم فرمایا کہ ابوبکر کو آپنے بھائی فرمایا اگرچہ اونکی احداث کا بھی اقرار فرمایا چنانچہ اصل روایت یہ ہی مر النبی بشہداء احد فقال ھولاء اشھد علیھم فقال ابوبکر السنا باخوانھم یا رسول اللہ اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال انا لکائنون بعدک

یعنی حضرت کا گذر شہدار احد پر ہوا تو آپ نے فرمایا ہم انپر گواہی دیتے ہیں تو ابوبکر نے کہا کیا ہم اونکے بھائی نہیں ہیں جسطرح اوںھوں نے اسلام قبول کیا ہم بھی اسلام لائے جسطرح اوںھوں نے جہاد کیا ہمنے بھی جہاد کیا تو حضرت نے فرمایا ہاں مگر نہیں معلوم تم ہمارے بعد کیا احداث کروگے ابوبکر اسپر بہت روئے اور کہا کہ کیا ہم آپکے بعد زندہ رہینگے

نفی اخوت از عموم اصحاب

تو گویا اِس سے اخوت رسول اللہ نہیں ثابت ہوئی کیونکہ ابوبکر کا سوال یہ تھا کیا ہم ان صحابہ شہدا کو بھائی نہیں ہیں جسپر حضرت نے فرمایا ہاں مگر نہ معلوم تم ہمارے بعد کیا احداث کرو گے۔

مگر ہم اب ایک ایسا نص صریح دکھاتے ہیں جس میں حضرت نے بالکل انکو اخوت کی نفی کی ہے ملاحظہ ہو صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۶

واخرج الانصاری عن انس ان رسول اللہ صلعم قال یا ابابکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابوبکر یا رسول اللہ صلعم نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی اخوانی الذین لم یرونی وصدقوابی واحبونی حتی لانی احب الیٰ احدھم من ولدہ و والدہ قالوا یا رسول اللہ صلعم نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی۔

کہ حضرت نے اشتیاق اپنا بہ نسبت اپنے بھائیوں کے ظاہر کیا تو ابوبکر نے کہا ہم لوگ بھی تو آپ کے بھائی ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں تم لوگ بھائی نہیں ہو اصحاب ہو ہمارے بھائی وہ لوگ ہونگے جو بے دیکھے ہمپر ایمان لائینگے اور تصدیق کرینگے کہ ہماری محبت اونکے دلوں میں اولاد اور والدین سے زیادہ ہوگی پھر صحابہ نے عرض کیا یا حضرت ہم لوگ آپکے بھائی ہیں تو فرمایا نہیں تم اصحاب ہو۔

غرض بخاری اور انکے اساتذہ نے یہ روایت محض اس غرض سے بنائی تھی کہ جناب امیر کے اوس افضلیت کو مٹائیں جو باتفاق فریقین ثابت ہی کہ حضرت نے جناب امیر سے مواخات کی اور آپ کے دروازہ مسجد کو کھلا رہنے کا حکم دیا اوسکے مقابلہ میں ایک طرف خوخہ بنایا دوسرے طرف اخوت اسلامی نکالا جسکی تکذیب بحمدہ ہو گئی۔

قولہ الاباب ابی بکر یعنی سب کا دروازہ بند کرو مگر ابوبکر کا جسکی تحقیقات ہو چکی اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے تو وہ خوخہ تھا جیسا کہ دوسرے روایات بخاری میں ہے مگر میاں بخاری نے از راہ مہربانی خوخہ کو باب بنا دیا۔

یہ بھی مذکور ہو چکا کہ آخر علمائے اہلسنت نے اسکی یہ تاویل کی کہ مراد خوخہ حقیقی نہیں ہے

امر خلافت ہی مگر افسوس یہ امر بھی عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہی کہ کسیطرح کا نقص ہو خلیفہ میں
اسطرح بھی یہ حدیث باطل ہی کہ حضرت نے یہ جملہ فرمایا ہو کیونکہ اگر کچہ بھی اسکا وجود ہوتا تو کم سے
کم خلیفہ بروز سقیفہ اپنی استحقاق میں پیش کرتے جیسا کہ جناب امیر نے اپنی استحقاق خلافت میں اس
واقعہ کو بھی یاد فرمایا کہ رسول اللہ نے سب کا دروازہ بند کر دیا تھا بہ استثنا ہمارے در کے
اب ہم بقیہ احادیث صحیح بخاری کیطرف رجوع کرتے ہیں۔

صحیح بخاری باب فضل ابی بکر بعد النبی حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ حدثنا
سلیمان عن یحیی بن سعید عن نافع عن ابن عمر قال کنا نخیر بین الناس فی
زمان رسول اللہ فنخیر ابابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان۔

یہ باب اس بیان میں ہی کہ بعد رسول اللہ ابوبکر افضل تھے نافع ابن عمر سے روایت کرتے
ہیں کہ ابن عمر کہتے تھے ہم لوگ باہم خود اپنے میں فضیلت دیا کرتے عہد رسول اللہ میں ابوبکر کو پھر عمر کو
پھر عثمان کو۔ بخاری کی روایت تو صرف اسی قدر ہی مگر یاروں نے اسپر بہت کچھ اضافہ کیا
ابن حجر لکھتے ہیں روایت عبید اللہ بن عمر میں ہی کنا لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان
ثم نترک اصحاب رسول اللہ فلا نفاضل بینھم کہ ابوبکر کے برابر تو ہم کسیکو نہ سمجھتے اوسکے
بعد عمر و عثمان کو اوسکے بعد اصحاب رسول کو یونہی چھوڑ دیتے کہ کسیکو تفضیل نہ دیتے۔

ابو داود بطریق سالم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ زندہ تھے اور ہم کہا کرتے
کہ افضل امت بعد رسول اللہ ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان اور طبرانی نے اسپر یہ زیادہ کیا ہی
کہ ہمارے اس قول کو رسول اللہ سنتے تھے مگر انکار نہ کرتے۔

خیثمہ بن سلیمان راوی ہیں کہ ابن عمر کہتے تھے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان جب چلے جائینگے (مر جائینگے)
تو پھر سارے صحابہ برابر ہو جائینگے اور رسول اللہ سنتے تھے اور انکار نکرتے۔

چونکہ اصل روایت بخاری میں یہ کمی رہ گئی تھی کہ قول ابن عمر اونکی ذاتی رائے تھی
جو باتفاق اہلسنت کسیطرح قابل احتجاج نہیں لہذا دوسری روایتوں سے یہ کمی پوری کیگئی
کہ رسول اللہ بھی سنتے تھے اور انکار نکرتے تھے لہذا یہ بھی حضرت ہی کی حدیث ہوئی کیونکہ
تقریر اسیکو کہتے ہیں۔

ہم بخاری صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اونھوں نے خود رسول اللہ کا یہ قول نہ قرار
قرار دیا ورنہ کون تھا جو انکی زبان تھامتا کیونکہ یونہی وہ کتاب ہمسر قرآن مجید ہے اور اس روایت
کے بعد معلوم کیا حالت ہوجاتی۔

بہرحال حقیقت ایک ایسی چیز ہے کہ لاکھ کوئی چھپا دے ظاہر ہوکر رہتی ہے کیونکہ یہاں بخاری نے
اتنی محنت کی تھی وہاں خدا نے خود اونھیں کے فرقہ سے بعض علما کو مستعد کیا کہ اس کو
باطل کریں چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ قد طعن فیہ ابن عبد البر واستند
الی ما حکاہ کہ اس روایت میں طعن کیا ہے ابن عبد البر نے اور اپنے طعن کو مستند کیا ہے طرف یحییٰ
بن معین کی مگر افسوس ابن حجر نے بھی ازراہ کمال تعصب پوری عبارت ابن عبد البر کو
نہ لکھا لہذا ہم اصل عبارت استیعاب سے نقل کرتے ہیں اور اسکے بعد جو ابن حجر نے جواب دیا ہے اوسکو
لکھینگے کہ حق واضح ہو۔ ملاحظہ ہو استیعاب ج ۲ صـ ۴۷

حدثنا خلف بن قاسم حدثنا عبد اللہ
بن عمر حدثنا احمد بن محمد الحجاج حدثنا
یحیی بن سلیمان الجعفی حدثنا حفص
بن غیاث حدثنا الثوری عن ابی قیس
الاودی قال ادرکت الناس وھم ثلاث
طبقات اھل دین یحبون علیا واھل دنیا
یحبون معاویہ وخوارج × وقال احمد
بن حنبل واسمعیل ابن اسحق القاضی
لم یرو فی فضائل احد من الصحابۃ
بالاسانید الحسان ما روی فی فضائل
علی بن ابی طالب × وکذلک احمد بن
شعیب بن علی النسائی رحمہ اللہ اخبرنا
احمد بن زکریا ویحیی بن عبد الرحیم و

خلف بن قاسم راوی ہیں ابی قیس
اودی سے کہ ہمنے آدمیوں کو تین
طبقہ پر پایا ایک تو اہل دین ہیں
جو حضرت علی کو دوست رکھتے ہیں
دوسرے اہل دنیا جو محب معویہ
ہیں تیسرے خوارج۔ امام احمد بن حنبل
اور اسمعیل بن اسحاق قاضی کہتے
ہیں جسقدر فضائل جناب امیر میں
حدیثیں حسن السند (قریب صحیح) وارد
ہوئی ہیں اوتنی کسی صحابی کے بارے
میں نہیں وارد ہوئی ہیں۔ ایسا ہی امام
نسائی کہتے ہیں مروان بن عبد الملک
کہتے ہیں کہ ہمنے ہارون بن اسحق کو سنا کہ

عبدالرحمن بن یحیی قالوا اخبرنا احمد بن سعید بن حزم حدثنا احمد بن خالد حدثنا مروان بن عبد الملک قال سمعت ہارون بن اسحاق یقول سمعت یحیی بن معین یقول من قال ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم و عرف لعلی سابقتہ و فضلہ فہو صاحب سنتہ ومن قال ابوبکر و عمر و علی و عثمان و عرف لعثمان سابقتہ و فضلہ فہو صاحب سنتہ فذکرت لہ ہولاء الذین یقولون ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم و یسکتون فتکلم فیہم بکلام غلیظ + روی الاصم عن عباس الدوری عن یحیی بن معین انہ قال خیر ہذہ الامۃ بعد نبینا ابوبکر و عمر ثم عثمان ثم علی ہذا مذہبنا وقول ائمتنا + وکان یحیی بن معین یقول ابوبکر و عمر و علی و عثمان + قال ابو عمر من قال بحدیث ابن عمر کنا نقول علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت یعنی فلا نفاضل وہو الذی انکر ابن معین وتکلم فیہ بکلام غلیظ لان القائل بذلک قد قال بخلاف ما اجتمع علیہ

کہتے تھے (امام) یحیی بن معین کہتے تھے جو کہے ابوبکر - عمر - عثمان - علی اور فضیلت و سابقہ جناب امیر کا معترف ہو وہ صاحب سنت ہے اور جو کہے ابوبکر عمر - علی عثمان (یعنی) افضلیت جناب امیر کا بھی قائل ہو) وہ بھی صاحب سنت ہے بشرطیکہ معترف فضل سابقہ عثمان ہو تو وہ بھی اہلسنت ہی ہے اونلوگونکا ذکر کیا (یہی روایت بخاری ہی) جو کہتے ہیں ابوبکر - عمر - عثمان اور اوسکے بعد سکوت کرتے ہیں (یعنی جناب امیر کا نام نہیں لیتے) تو ابن معین نے اونکے بارے میں کلام غلیظ کیا - عباس دوری کی روایت ہی کہ بہترین امت بعد نبی ابوبکر - عمر - عثمان علی ہیں اور یہی ہمارا مذہب ہے - اور یحیی ابن معین یہ بھی کہتے تھے ابوبکر - عمر علی - عثمان - (یعنی) افضلیت جناب امیر کے قائل تھے) ابو عمر (ابن عبد البر مصنف استیعاب کہتے ہیں) کہ جو شخص اس حدیث کا قائل ہے جو ابن عمر کی روایت ہی کہ ابوبکر عمر - عثمان - پھر اوسکے بعد سکوت کرے اور کسیکو فضیلت نہ دے (دیکھا روایت بخاری ہے)

اهل السنة من الخلف والخلف من اهل الفقه والاثر ان عليا افضل الناس بعد عثمان رضي الله عنهم وهذا مما لم يختلفوا فيه وانما اختلفوا في تفضيل علي وعثمان واختلف السلف ايضا في تفضيل علي وعثمان

والذي وصفنا دليل على ان حديث ابن عمر وهم وغلط وانه لا يصح معناه وان كان اسناده صحيحا ويلزم من قال به ان يقول بحديث جابر وحديث ابي سعيد كنا نبيع امهات الاولاد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم لا يقولون بذلك فقد ناقضوا وبالله التوفيق۔

تو یہی وہ عقیدہ ہی جسپر ابن معین نے انکار کیا اور کلام غلیظ اس بارہیں کہا کیونکہ جو شخص اسکا قائل ہی وہ گویا اوس عقیدہ کا قائل ہی جو خلاف عقیدہ اہلسنت ہی سلف ہی خلف تک اہل فقہ والحدیث ہی جنکا یہ عقیدہ ہی کہ جناب امیر بعد عثمان سب سے افضل ہیں اس میں کسیکو اختلاف نہیں اگر اختلاف ہے تو اس میں کہ جناب امیر افضل ہیں یا عثمان اور سلف میں تو اس بارے میں بھی اختلاف تھا کہ جناب امیر افضل ہیں یا ابوبکر۔ تو ان سب جماعات سے معلوم ہوا کہ حدیث ابن عمر (جو بخاری میں ہی) وہم ہی اور غلط ہی کسیطرح اوسکے معنی صحیح نہیں اگرچہ سند صحیح ہو اور جو شخص اسکا قائل ہو اوسکو لازم آتا ہی کہ حدیث جابر اور حدیث ابی سعید کا قائل ہو کہ بیع ام ولد صحیح ہو کیونکہ وہ دونو لکہتی تھی ہم عہد رسول اللہ میں ام ولد کو بیچا کرتے تھے حالانکہ وہ اسکے قائل نہیں تو دونوں میں تناقض ہو و باللہ التوفیق

یہ پوری عبارت استیعاب ابن عبدالبر کی ہی جس میں انھوں نے بکمال تصریح کہا کہ حدیث ابن عمر جو بخاری میں ہی بالکل غلط اور وہم ہے۔

اقول یہ بھی عجب بات ہی کہ حدیث بخاری تمامتر مذہب اہلسنت والجماعت کی خلاف ہوتی ہے کیونکہ وہ خود خارجی المذہب تھے اور پھر وہ روایت قبول کر لیجاتی ہی اور اوس پر وہ لوگ خوش ہوتے ہیں کیونکہ پہلی روایت خوشہ والی نص خلافت ابوبکر کو بناتی ہی اور وہ خلاف عقیدہ اہلسنت ہی کہ وہ خلافت کو بلا نص مانتے ہیں۔

یہ دوسری حدیث یہ بتاتی ہے کہ عقیدہ اہلسنت جو دربارہ افضلیت بہ ترتیب خلافت ہے وہ غلط ہے کیونکہ بعد عثمان کوئی درجہ فضیلت جناب امیر کو نہیں ہے مگر مان لیجاتی ہے

اب آیئے ابن حجر کا جواب سنیئے جو ابن عبد البر کے جواب میں لکھتے ہیں وتعقب بان ابن معین کر ابن معین کا انکار جو ہے وہ متعلق بہ فرقہ عثمانیہ ہے جو تنقیص جناب امیر کرتے ہیں اور بیشک ایسے لوگ مذموم ہیں مگر افسوس اصل سوال و جواب میں نہ ذکر عثمانیہ ہے نہ ذکر بلکہ بحث اسکی ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ کیسے ہیں اب اگر ان لوگونکو برا جانتے ہیں جنکا یہ عقیدہ ہے تو فرمایئے پھر بخاری پر کیا فتویٰ ہوگا اور پھر ابن عمر جو اس قسم کے روایت کو راوی ہیں جس سے عثمانیہ کی تائید ہوتی ہے اور یہی مطلب ابن عبد البر ہے کہ اگرچہ من حیث السند روایت صحیح ہے مگر باعتبار معنی غلط اور وہم ہے کیونکہ اجماع اہلسنت کے بالکل خلاف ہے۔

ابن عبد البر نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ حدیث خلاف عقیدہ اہلسنت ہے کیونکہ ان کا اجماع ہوا اسپر کہ جناب امیر بعد ثلاثہ سب سے افضل ہیں اسکے جواب میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ انکے سکوت سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ جناب امیر کی عدم تفضیل دائمی ہو اور جو اجماع اب ہوا کہ جناب امیر بعد ثلثہ افضل ہیں تو یہ اجماع اس زمانہ کے بعد ہوا جسکی قید ابن عمر نے کی تھی لہذا یہ حدیث غلط نہ ہوگی۔

مگر افسوس یہ نہ خیال کیا گیا کہ ابن عبد البر کیا کہہ رہے ہیں کیونکہ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ جو شخص مطابق حدیث ابن عمر قائل ہے اوسی پر ابن معین نے کلام غلیظ کیا نیز اسوجہ سے کہ یہ حدیث خلاف اجماع اہلسنت ہے لہذا یہ حدیث وہم و غلط ہے تو اب یہ کہنا کہ اس سے عدم تفضیل علی الدوام نہیں ثابت ہوتا کیونکہ کسی کی فضیلت یا افضلیت نہ غیر معصوم کے قول سے ثابت ہو سکتی ہے نہ کسیکے اجماع سے اسلیئے کہ فضیلت تو وہی ہے جو منجانب اللہ عطا ہو نہ کسی کے اجماع سے اور جب اسکی تصریح موجود ہے کہ ثلثہ کے بعد ہم سکوت کرتے تھے تو پھر یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اس سے عدم تفضیل علی الدوام نہیں معلوم ہوتا کیونکہ الفاظ حدیث تو یہی کہہ رہے ہیں۔

یہ کہنا کہ یہ اجماع حادث ہے اور وہ قدیم ہے تو ظاہر ہے اجماع حادث رافع اجماع قدیم ہوتا ہے

اور ابن عمر کی روایت بھی تو بعد ہی کی ہے

اصل یہ ہے کہ بخاری کا مذہب خود ناصبی ہے اور ابن عمر کی عداوت جناب امیر سے تمام عالم میں مشہور ہی کہ سب نے بیعت کی مگر ابن عمر نے یہانتک کہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پیر و نیز جا کر بیعت عبد الملک کی جسپر حجاج نے ٹوک بھی دیا کہ جناب امیر کی بیعت نہ کی اور عبد الملک کی بیعت کر رہا ہے۔

سو جہسے ابن حجر کو یہ مشکل پیش آئی کہ ایک طرف بخاری کی حفاظت کریں اور اونکی صحیح کی دوسری طرف ابن عبد البر کا اعتراض دیکھ رہے ہیں کہ کیسا قوی ہے اوسکے ساتھ یحییٰ بن معین کا قول ہی جو اساتذہ بخاری سے ہیں لہذا یہ سب بات بنا نا پڑا جسکے آخر میں لکھتے ہیں کہ ابن عبد البر صاحب کا اعتراض او من شئ ہی جس میں اسکی تصریح ہی کہ ابن عمر کہتے تہے ہملوگ عثمان کے بعد چھوڑ دیتے تھے اور کسیکے تفضیل کا ذکر نہ کرتے جسکے جواب میں لکھتے ہیں فلا یلزم من ترکھم التفاضل اذ ذلک ان لا یکونوا اعتقدوا بعد ذلک تفضیل علی علی من سواہ واللہ اعلم

کہ اگر اوسوقت میں فضیلت دینے کو چھوڑ دیا تھا تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہی کہ اسکے بعد جناب امیر کے تفضیل کے قائل ہوئے ہوں جسکا مطلب شاید یہ ہو کہ جناب امیر کو بھی خلافت ملگئی تو حضرت کے بھی فضیلت کے قائل ہوئے ہوں چنانچہ لکھتے ہیں وقد اعترف ابن عمر بتقدیم علی علی غیرہ کما تقدم فی حدیثہ الذی اوردتہ فی الباب الذی قبلہ صفحہ ۳۶۹

کہ خود ابن عمر نے اسکا اعتراف کیا ہی کہ جناب امیر افضل ہیں جیسا اس سے پہلے باب میں ہم لکھ چکے ہیں وہ روایت جسکو اونھوں نے پہلے صفحہ میں لکھا ہی حسب ذیل ہے

عن ابن عمر قال کنا نقول فی زمن رسول اللہ ص رسول اللہ خیر الناس ثم ابوبکر ثم عمر ولقد اعطی علی بن ابی طالب ثلاث خصال لان یکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم زوجہ رسول اللہ ابنتہ وولدت لہ وسد الابواب الا بابہ فی المسجد واعطاہ الرایۃ یوم خیبر اخرجہ احمد واسنادہ حسن واخرج النسائی من طریق العلاء بن عرار بمہملات قال فقلت لابن عمر اخبرنی عن علی وعثمان فذکر الحدیث وفیہ واما علی فلا تسأل عنہ احدا وانظر الی منزلتہ من رسول اللہ قد سد ابوابنا

فی المسجد واقربابه ورجاله رجال الصحیح ۳۵۶

ابن عمر کہتے ہیں رسول اللہ اپنے زمانہ میں خیر الناس تھے پھر ابوبکر پھر عمر (عثمان کا نام ندارد) اور حضرت علی کو ایسی تین صفتیں عطا ہوئیں کہ اگر ہمکو ایک بھی ملتی تو سرخ مواذنٹ سے بھی زیادہ محبوب ہوتی ایک یہ کہ حضرت نے اپنی دختر نیک اختر کا ان سے عقد کیا جس سے اولاد بھی ہوئی دوسرے یہ کہ سب کا دروازہ مسجد میں بند کیا مگر حضرت علی کی باب کو باقی رکھا تیسرے یہ کہ بروز خیبر حضرت علی کو اپنا علم عطا کیا اس روایت کی تخریج کی امام احمد بن حنبل نے اور نسائی نے بطریق علا ریوں لکھا ہے کہ کسی نے ابن عمر سے جناب امیر و عثمان کی بارے میں سوال کیا تو انھوں نے یہ جواب دیا اور کہا کہ لیکن حضرت علی تو تو ان کے بارے میں کسی سے سوال نکرا اور ان کی منزلت کو دیکھ رسول اللہ سے کہ حضرت نے ہم سب کا دروازہ مسجد میں بند کردیا مگر حضرت علی کا دروازہ باقی رکھا اس روایت کی رجال رجال صحیح ہیں

اس روایت کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ بخاری کی وہ پہلی روایت غلط ہوئی جس میں خوخہ ابوبکر کا بیان ہے کیونکہ ابن عمر کا بیان ہے کہ حضرت نے سب کا دروازہ بند کردیا اس سے آپ کی منزلت سمجھو۔

دوسرے یہ کہ اس روایت سے بخاری کی یہ روایت بھی باطل ہوئی جس میں ابن عمر کا بیان ہے کہ ہم ابوبکر و عمر کو عہد رسول اللہ میں فضیلت دیا کرتے تھے ابن حجر کو اس جواب پر بھی تشفی نہ ہوئی کہ اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ کسی وقت جناب امیر کے فضیلت کے قائل نہ ہوئے ہوں جسکی دلیل بھی دیا کہ خود ابن عمر کی یہ روایت تھی لہذا دوسرا جواب سوجھا کہ فضیلت شیخین کی من حیث الخلافۃ ہو جیسا کہ کہتے ہیں ودل جاء فی بعض الطرق فی حدیث ابن عمر یقید الخبر المذکور وان الافضلیۃ بما یتعلق بالخلافۃ و ذلک فیما اخرجه ابن عساکر عن عبد اللہ بن یسار عن سالم عن ابن عمر قال انکم لتعلمون انا کنا نقول علی عهد رسول اللہ ابوبکر و عمر و عثمان یعنی فی الخلافۃ کذا فی اصل الحدیث ومن طریق عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر کنا نقول فی عهد رسول اللہ من یکون اولی الناس بهذا الامر فیقول

ابوبکر و عمر صہ ۳۵۹

کہ بعض طرق میں آیا ہے کہ ابن عمر نے اس افضلیت شیخین کو مقید کیا ہے خلافت کے ساتھ چنانچہ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا تم لوگ جانتے ہو کہ عہد رسول اللہ میں کہتے تھے ابوبکر و عمر و عثمان معین ہیں خلافت کیلیے ایسا ہی ہے اصل حدیث میں ہے اور طریق عبداللہ سے ہے کہ ہملوگ عہد رسول میں کہتے تھے کون زیادہ مستحق خلافت ہے تو کہتے تھے ابوبکر و عمر۔

پس جبکہ خود ابن عمر نے اسکی تصریح کردی ہے کہ مقصود اس فضیلت سے خلافت شیخین ہے کہ اونسے بڑھکر کون شخص ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ خلیفہ ہو تو بخاری کا اوس روایت کو اس سانچے میں ڈھالنا جس سے فضیلت مطلقہ ثابت ہو کیسی بددیانتی ہے۔

۲ ابن عمر نے حسب تعلیم یہود بھی نہیں کیا کہ اس حدیث میں شیخین کا نام لیں بلکہ جناب امیر کو مطلقاً خارج کرکے معویہ و یزید کا اس فہرست میں نام لیا ہے چنانچہ تاریخ الخلفا علامہ سیوطی میں ہے صہ ۱۴۲

واخرج ابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر قال ابوبکر الصدیق اصبتم اسمہ عمر الفاروق قرن من حدید اصبتم اسمہ ابن عفان ذو النورین قتل مظلوما یوتی کفلین من الرحمۃ معویۃ وابنہ ملکا الارض المقدسۃ والسفاح وسلام والمنصور وجابر والمہدی والامین وامیر الغضب کلہم من بنی کعب بن لوی کلہم صالح لا یوجد مثلہ قال الذہبی لہ طرق عن ابن عمر ولم یرفعہ احد

یعنی ابن عمر نے کہا ابوبکر کا نام پالیا عمر لوہے کی شاخ ہیں انکا نام بھی پالیا عثمان مظلوم شہید ہوئے اوسکے بعد معویہ و یزید جو مالک ہوئے ارض مقدس کے پھر سفاح، سلام، منصور جابر، مہدی، امین (یہ سب بنی عباس ہیں) اور امیر غضب کہ سب اولاد کعب بن لوی سے ہیں صالح ہیں انکا مثل نہیں پایا جاتا۔ کہا ذہبی نے یہ روایت چند طرق سے ابن عمر سے مروی ہے مگر اسکی نسبت رسول کیطرف نہیں کیگئی۔

غرض بخاری نے نقل حدیث ابن عمر میں دو طرح کی خیانت کی ایک یہ کہ اسکو

اوڑا دیا کہ اونکی حدیث متعلق بخلافت بھی دوسرے یہ کہان سب نامونکو حذف کردیا حالانکہ اگر یہ سب بھی لکھہ دیتے تو مسئلہ افضلیت بہت جلد طے ہوجاتا۔

اسکے بعد ابن حجر نے مسئلہ افضلیت میں اور بھی شقوق پیدا کیے وذھب قوم الی ان افضل الصحابة من استشھد فی حیوة النبی صلعم. عین بعضھم جعفر بن ابیطالب یعنی ایک قوم کا عقیدہ یہ ہے کہ افضل صحابہ وہ ہیں جو عہد رسول میں شہید ہوئے اونمیں سے جعفر بن ابی طالب کو خاص طور پر منتخب کیا ہے۔ ومنھم من ذھب الی العباس وھو قول مرغوب عنہ لیس قائلہ من اھل السنة بل ولا من اھل الایمان یعنی بعضوں کا یہ عقیدہ ہے کہ سب سے افضل حضرت عباس ہیں (جنکی بہت سی اولاد خلیفہ ہوئی) مگر یہ قول ناپسندیدہ ہے اور اوسکا قائل اہلسنت سے نہیں ہے بلکہ اہل ایمان سے نہیں ہے۔

ومنھم من قال افضلھم عمر متمسکا بالحدیث الاٰتی فی ترجمتہ من المنام الذی فی حق ابی بکر وفی نزعہ ضعف وھو تمسک واہ یعنی بعض کہتے ہیں کہ سب سے افضل عمر ہیں کیونکہ جو حدیث خواب کی دربارہ ابوبکر آئے گی اوس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر کے نزع میں ضعف ہے لہذا عمر افضل ہیں مگر یہ تمسک واہی ہے۔

اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں کیونکہ یہ سارے اختلافات اور فسادات اوسی روایت ابن عمر کے بدولت پیدا ہوئے جسکو بخاری نے اسطرح قطع و برید کرکے لکھا اور ابن عبد البر نے اوسکو وہم اور غلط بتایا مگر افسوس اسپر کسی نے نہ خیال کیا کہ یہ ابن عمر کون شخص ہیں جنکی عمر دنیاداری میں بسر ہوئی جناب امیر کی تمامی مہاجرین وانصار نے بیعت کی مگر انکی دل نے نہ مانا کہ حضرت کی بیعت کریں یہانتک کہ عبد الملک کی بیعت کی حجاج کے پیرو بنے بعد واقعہ شہادت امام حسین ع جب اہل مدینہ نے یزید کو خلافت سے معزول کیا ہے تو یہ اونسے آمادہ بپکار ہوئے جیسا کہ خود اسی صحیح بخاری میں اسکی روایت ہے پھر انکی بیان کا وزن ہوسکتا ہے جو ابوجہل کے بیان کا مقابلہ رسول وزن ہو۔

یہانتک تو تقریر رخ بر مذاق ابن حجر شارح بخاری تھا جنھوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر چاہا کلام ابن عبد البر کو باطل کریں مگر وہ ایسا قوی اور مضبوط اعتراض تھا کہ اوس کا

جواب بدون قبول مذہب خوارج ممکن نہیں بلکہ خوارج کے مذہب پر بھی یہ حدیث نہیں صحیح ہو سکتی کہ وہ عثمان کو بھی دائرہ ایمان وخلافت سے خارج جانتے ہیں۔

اصلی غرض بخاری کی تو یہ تھی کہ اس مسئلہ کو چھیڑ دے سے خلفاء ثلثہ کی جان الزام نفاق سے بچ جائے کیونکہ جب افضلیت کا مسئلہ چھڑے گا تو قدر مشترک ایمان مسلم ہو جائیگا کیونکہ افضلیت تو اسکی بعد ہوتی ہے حالانکہ یہاں کوئی شیعہ اونکے ایمان کا قائل ہی نہیں پھر وہ کیوں اسمیں اوبجھیں کون افضل تھا کون مفضول ہے جبکہ ہزاروں دلائل قاطعہ عدم ایمان خلفاء ثلثہ کے موجود ہیں لہذا اس بحث کو چھوڑ کر دکھلاتے ہیں کہ خدا اور رسول نے درجہ جناب امیر کیا قرار دیا ہے اگر اون آیات کو لکھیں جو جناب امیر کے بارمیں بہ اتفاق فریقین ثابت ہیں تو طول ہوتا ہی لہذا صرف آیہ انفسنا کو پیش کرتے ہیں جس میں خداوند عالم نے جناب امیر کو نفس رسول کہا ہے۔

اب اگر رسول خدا تمام عالم سے افضل ہیں جو یقینی ہیں تو نفس رسول بھی تمام جہان سے افضل ہوگا اب اگر آیات قرآنی دیکھنا چاہتے ہیں تو تاریخ الخلفاء دیکھ لیجیے واخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال نزلت فی علی ثلثمائة آیات صـ ۱۱۷

کہ جناب امیر کے شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں۔

اور احادیث کے بارے میں صرف ابن حجر کا یہ قول کافی ہے قال احمد واسمعیل القاضی والنسائی وابو علی النیشاپوری لم یرد فی حق احد من الصحابة بالاسانید الجیاد اکثر مما جاء فی علی صـ ۵۷ فتح الباری جلد ۷۔

یعنی امام احمد اسمعیل قاضی نسائی ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ جسقدر حدیثیں معتبر سندوں سے جناب امیر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اتنی حدیثیں کسی کے بارے میں نہیں وارد ہوئیں پھر فرمایئے جناب امیر سے کس صحابی کا مقابلہ کا ممکن ہے کیونکہ جو لوگ مطلوب مخالفین ہیں وہ سب تو باتفاق فریقین منافق ہیں

اور فضیلت جناب امیر میں تو مودة القربیٰ سید علی ہمدانی کی یہ روایت کافی ہے عن جابر قال قال رسول اللہ علی خیر البشر من شک فیہ فقد کفر صـ ۱۱ تو کیا اسکے بعد بھی کسیکو

مجال دم زدن ہے۔

عن عطاء قال سالت عن عائشہ عن علی قالت ذلک خیر البشر لا یشک الا کافر و عن علی قال قال رسول اللہ انت خیر البشر ما شک فیک الا کافر و عن حذیفہ قال قال علی خیر البشر من ابی فقد کفر۔ صفا مودۃ القربیٰ۔

صحیح بخاری باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا قالہ ابو سعید حدثنا مسلم بن ابراہیم ثنا وھیب ثنا ایوب عن عکرمہ عن ابن عباس قال لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر ولکن اخی و صاحب

یعنی حضرت نے فرمایا اگر ہم کسیکو اپنا خلیل بناتے تو ابوبکر کو خلیل بناتے مگر وہ میرے بھائی او صحابی ہیں راوی اسکے وہی عکرمہ ہیں جنکی حالت پہلے مذکور ہو چکی مطلب وہی ہے جو پہلے حدیث کا ہے صرف اسقدر فرق ہے کہ یہاں خوخہ نہیں بنایا گیا نہ ابوبکر کے احسانات کا ذکر ہے کہ انکا ہمپر وہ احسان ہے جو کسی کا بھی نہیں مگر چند فوائد یہاں مخصوص ہیں لہذا اسکی شرح کرنی پڑی ابن حجر لکھتے ہیں وقد تواردت ہذہ الاحادیث علی نفی الخلۃ من النبی لاحد من الناس۔ ان تمامی احادیث کا اسپر توارد ہے کہ حضرت نے کسیکو اپنا خلیل نہیں بنایا۔ مگر اب اسپر ترقی سنئے کہ اوسی کتاب میں ہے عند مسلم وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا یعنی مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا خدا نے تمہارے صاحب کو خلیل بنایا کیسی ترقی ہوئی ہے ترقی کیا ترقی ہو سکتی ہے کہ رسول تو نہیں

ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں ان احدث عھدی بنبیکم قبل موتہ بخمس دخلت علیہ وھو یقول انہ لم یکن نبی الا وقد اتخذ من امتہ خلیلا وان خلیلی ابوبکر الا و ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا کہ ہم حضرت کی وفات کے پانچ روز قبل حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا ہر نبی کا کوئی خلیل امت سے ضرور ہوتا ہے اور ہمارے خلیل ابوبکر ہیں خدا نے ہمکو خلیل بنایا ہے جیسا کہ ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔

اسکے بعد ابن حجر فرماتے ہیں وھذا یعارضہ ما فی روایۃ جندب عند مسلم کما قدمتہ انہ سمع النبی یقول قبل ان یموت بخمس انی ابرء الی اللہ ان یکون لی منکم خلیل یعنی روایت مسلم میں ہے کہ حضرت نے پانچ روز قبل موت فرمایا ہم تبرا کرتے ہیں اس سے کہ

الحدیث الثامن

نقل ہوا کو نبوت نے عطا نبائل

ہمارا کوئی بھی بجز تمہارے خلیل ہو۔
پھر فرمائیے یہ روایت بخاری کیسی ہے کہ حضرت تو اسطرح تبرا فرماتے ہیں کہ ہمارا کوئی خلیل نہیں اور بخاری صاحب دو دو روایتیں اسکی ڈھال لائیں کہ حضرت نے ابوبکر کو خلیل بنایا کیونکہ اگرچہ بصورت نفی ہی مگر مطلب تو یہی نکالا جاتا ہی کہ اونمیں اسکی اہلیت تھی کہ خلیل ہوں تو کیا ممکن تھا کہ حضرت ایسے حالت میں تبرا فرمائیں اس سے کہ کوئی آپکا خلیل ہو۔
اصلیت یہ معلوم ہوتی ہی کہ حضرت کے زمانہ میں اسکی ایجاد شروع ہوگئی تھی کہ ابوبکر خلیل ہیں اسلیئے حضرت کو اسطرح تبرا کرنا پڑا ورنہ کون مومن ایسا ہو سکتا ہی کہ حضرت کے محبت کا دعویٰ نکرے اور حضرت اس خلق عظیم کے ساتھ کیونکر انکار بلکہ تبرا فرماتے لہذا معلوم ہوا کہ چونکہ یہ شخص بالکل ایمان سے خارج تھا اسلیئے حضرت کو اسطرح فرمانا پڑا کہ ہر مسلمان کو معلوم ہو یہ کسی طرح اسکی اہلیت نہیں رکھتا کہ خدا و رسول کا دوست ہو۔
ابن حجر باوصفیکہ دونوں حدیثوں میں صریح تعارض کے قائل ہیں مگر محبت ابوبکر میں یوں جمع کرتے ہیں کہ لما یری من ذلک تواضعا لربہ وعظمتہ لہ اذن اللہ فیہ من ذلک الیوم لما رای من تشوقہ الیہ واکراما لابی بکر یعنی جب براون کی اس سے بوجہ تواضع خدا اور اوسکی اعظام کیلیئے تو خدا نے اسکی اجازت دی کہ ابوبکر کو خلیل بنائیں واسطے اکرام ابوبکر کے مگر یہ ایسی تاویل ہی کہ جسپر جہاں تک ہو سکے مضحکہ کرنا چاہیئے کہ حضرت پانچ روز قبل تبرا بھی فرمائیں اس سے کہ ہمارا کوئی خلیل ہو اور پھر اوسکا اثبات بھی کریں کہ ابوبکر خلیل ہیں۔
طرہ تو یہ ہے کہ ابن حجر اسی قسم کی روایت تفسیر واحدی سے بھی نقل کرتے ہیں جس میں اثبات خلت ابوبکر کیا ہی اور یہ بھی فرماتے ہیں والخبران واھیان یہ دونوں حدیثیں واہی ہیں مگر پھر بھی حمایت ابوبکر میں دفع تعارض پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔
رہا یہ جملہ کہ حضرت نے فرمایا لکن اخی وصاحبی تو اسکی شرح سابقاً مذکور ہو چکی کہ حضرت نے عموم صحابہ کے اخوت سے انکار فرمایا ہی اور بالخصوص ابوبکر کے اخوت سے کہ فرمایا تم بھائی نہیں ہو۔

الحدیث الثالث

صحیح بخاری حدثنا علی بن اسد و موسی بن اسمعیل قالا ثنا وھیب عن ایوب وقال لوکنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذتہ خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام افضل۔ حدثنا قتیبہ ثنا عبد الوھاب عن ایوب مثلہ حدثنا سلیمان بن حرب ثنا حماد بن زید عن ایوب عن عبد اللہ بن ملیکہ قال کتب اھل الکوفہ الی ابن الزبیر فی الجد فقال اما النبی قال رسول اللہ لوکنت متخذا من ھذہ الامۃ خلیلا لاتخذتہ انزلہ ابا یعنی ابا بکر۔

غرض یہ چار حدیثیں بخاری نے ایک ہی مضمون کی لکھی ہیں کہ اگر ہم کسیکو خلیل بناتے تو ابوبکر کو خلیل بناتے جس سے جہاں عقل بخاری پر ہنسی آتی ہے وہاں انکی صریحی مخالفت رسول ظاہر ہے اور اخوۃ اسلام کا افضل ہونا خلت سے ایسا جملہ ہے کہ اور بھی قابل قدر ہے کیونکہ اخوۃ اسلامی تو سب کو حاصل ہے انما المومنون اخوۃ اور دعوی خلت پر حضرت کا تراسنا نا اور اثبات اخوت اسلامی اور بھی لطف انگیز ہے کیونکہ خود ابن حجر لکھ چکے ہیں کہ اسمیں سب صحابہ شریک ہیں ص ۳۵۷ بلکہ غیر صحابی بھی۔

افسوس کہ بخاری نے اس حدیث پر بہت زور دیا اور چار پانچ طرق سے روایت کیا جسکی حقیقت ظاہر کی جا چکی مگر اسپر نہ خیال کیا کہ اگر بفرض محال یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے کیا نفع مل سکتا ہے کیونکہ خود رسول خدا کے نسبت ارشاد باری ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک اور خود اپنے نسبت فرماتا ہے لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا پس اگر ان آیات سے معاذ اللہ شرک رسول اللہ ثابت ہو سکتا ہے یا دوسرے خدا کا وجود تو ابوبکر کی بھی خلت ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ ہر جگہ شرطیہ ہے واذ لیس فلیس۔

اور ہم خود صحیح مسلم سے یہ روایت ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت نے پانچ روز قبل رحلت فرمایا انی ابرء الی اللہ ان یکون لی منکم خلیل یعنی ہم خدا کے سامنے اس سے تبرا کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی خلیل ہو۔ خلت کے معنی میں اختلاف ہے مگر اسپر گویا سب کا اتفاق ہے کہ انتہائی درجہ محبت کا نام خلت ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ خلت کا درجہ بڑھا ہوا ہے یا محبت کا بعض خلت کا درجہ بڑھاتے ہیں بدلیل اسی حدیث کے اور بعض محبت کا کیونکہ رسول اللہ کی صفت حبیب اللہ ہے مگر

افسوس ہی کسی روایت سے پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ آنحضرت نے کبھی ابوبکر کو خلیلی یا حبیبی کہا ہو یا ابوبکر نے کبھی رسول اللہ کے نسبت حبیبی یا خلیلی کہا ہو بخلاف ابوہریرہ و ابوذر وغیرہ کی کہ بہت سے روایتوں میں ہی کہ انلوگوں نے کہا اخبرنی خلیلی ص ۱ صفحہ ۲۵۷ فتح الباری۔

پھر یہ کیسی خلت تھی ابوبکر کی کہ نہ کبھی ابوبکر نے خلیلی کہا نہ رسول اللہ نے لہذا اور بھی معلوم ہوا کہ حدیث صحیح مسلم زیادہ صحیح ہی جس میں حضرت نے اس سے تبرا فرمایا کہ ابوبکر کو خلیل بنایا ہو۔

آخری روایت ابن الزبیر ہی کہ انکی قاضی عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے کوفہ سے مسئلہ میراث جد کو دریافت کیا اوسکے جواب کی بعد ابن الزبیر نے اس حدیث کو بھی لکھا مگر یہ ایسا بے جوڑ قافیہ ہے کہ کچھ ربط ہی نہیں معلوم ہوتا سوال تو ہے میراث جد کی بارے میں اور جواب میں یہ حدیث موضوع لکھی جائے علامہ عینی لکھتے ہیں وحاصلہ انہ قال فی جوابہم اما الذی قال رسول اللہ فی حقہ لو کنت متخذا خلیلا لاتخذتہ جعل الجد کالاب وانزلہ منزلتہ فی استحقاق المیراث یدیما انہ یورث وحدہ دون الاخوۃ کالاب وھو مذہب ابی حنیفہ صفحہ ۵۹۱ ج ۸

یعنی ابن الزبیر نے اوسکی جواب میں لکھا لو کنت متخذا خلیلا اسمیں حضرت نے جد کو مثل اب قرار دیا استحقاق میں میراث کی جسکے مطلب یہ ہوئے کہ جسطرح صرف باپ وارث ہوتا ہے نہ اوس میت کی بھائی اسیطرح جد وارث ہوگا نہ اور بھائی لوگ مگر یہ ایسا مطلب ہی کہ خود انھیں کی سمجھ میں نہیں آسکتا ہی نہ اور کسیکے۔ پس اگر بالفرض یہ کلام ابن الزبیر ہے تو افسوس خود اہلسنت کے ہزاروں اعتراض ہیں اسی ابن الزبیر پر جسنے محض اس خیال سے کہ لوگ انکو یزید و عبدالملک وغیرہ سے نفرت ہو خانہ کعبہ کو جلوا دیا۔

الحدیث الرابع

صحیح بخاری باب حدثنا الحمیدی و محمد بن عبید اللہ قالا حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال اتت امرءۃ الی النبی صلعم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارایت ان جئت و لم اجدک کانھا تقول الموت قال ان لم تجدینی فاتی ابابکر۔

یعنی محمد بن جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت خدمت رسول میں حاضر ہوئی حضرت نے

اوسکو حکم دیا کہ پھر آنا اوسنے کہا اگر ہم آئیں اور آپکو نہ پائیں (مراد یہ ہے کہ آپ زندہ نہوں)
توحضرت نے فرمایا تو ابوبکر کے پاس آنا۔

یہ روایت اگر صحیح مانی جائے تو اسمیں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے کسی قسم کی فضیلت نکلے مگر
ہاں جو جملہ اس میں بڑھایا گیا ہے کانھا تقول الموت گویا وہ کہتی ہے آپکا انتقال ہو جائے
اسی نے کچھ جان پیدا کردی ہے جسکے نسبت ابن حجر لکھتے ہیں واختلف فی تعیین قائل کانھا
فجزم عیاض ابن جبیر بن مطعم راوی الحدیث وھو الظاھر ویحتمل من دونہ ص ۳۶
یعنی اس حدیث میں جو یہ فقرہ ہے کہ اوس عورت نے سوال کیا اگر آپکو نہ پائیں تو کسکے پاس
آئیں گویا کہ اوسکا مقصود حضرت کا رحلت کرنا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ قائل اس جملہ کا
کون ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ جبیر ابن مطعم راوی حدیث نے یہ جملہ بڑھا دیا اور محتمل ہے
کہ دوسرا کوئی ہو غرض یہ کہ اوس عورت کا سوال تو معمولی تھا مگر راوی نے یہ جملہ بڑھا کر
کہ آپ کے موت کے بعد ہم کسکے پاس آئیں اس روایت کو وزنی کردیا اور نتیجہ اس سے یہ نکالا
گیا کہ گویا حضرت اسکے طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ہمارے بعد ابوبکر خلیفہ ہونگے۔ مگر چونکہ اسپر بھی
تسکین نہوئی لہذا یہ اضافہ کیا گیا قال قلنا یا رسول اللہ الی من ندفع صدقات
اموالنا بعدک قال الی ابی بکر الصدیق وھذا لو ثبت کان اصرح فی حدیث الباب
من الاشارۃ الی انہ الخلیفۃ بعدہ لکن اسنادہ ضعیف۔
یعنی طبرانی کی روایت میں ہے عصمہ بن مالک سے کہ حضرت سے پوچھا آپکے بعد ہم لوگ صدقہ کسکو
دیں تو کہا ابوبکر کو ابن حجر کہتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہوجاتی تو سب سے زیادہ صریح ہے
اس باب میں اشارہ ہے اس بات کی یہ خلیفہ ہیں بعد آپ کے مگر سندیں اسکی ضعیف ہیں۔
تمام عقلاء عالم کو حیرت ہوگی کہ یہ کیسے جاں نثار صحابی ہیں جو صاف صاف نہیں پوچھ
لیتے کہ آپکا کون خلیفہ ہے جو اسطرح دربردہ پوچھ رہے ہیں کہ اگر آپکو نہ پائیں تو
کسکے طرف آئیں کیونکہ اس سوال وجواب سے تو کسی طرح یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ آپ اوس
شخص کو خلیفہ بنا رہے ہیں نہ اس سوال سے کہ ہم اپنے مال کا صدقہ کسکو دیں یہ سمجھا جاسکتا ہے
کہ وہ خلیفہ ہے کیونکہ ممکن ہے حضرت نے اوس شخص کو بطور خاص دیا ہو یا اسی

وعدہ پر قرض لیا ہو بخلاف اسکے اگر حضرت تصریح کر دیتے تو سارا قصہ طے ہو جاتا کیونکہ رسول کا کام ہی یہی ہے کہ وہ حق کو واضح کر دے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے چنانچہ جناب امیر کی نسبت ابتدار اعلان رسالت سے اسیطرح کا اعلان خلافت فرمایا کہ کسیکو اوس میں شک نہیں ہو سکتا حالانکہ حضرت کو بعلم نبوت معلوم تھا کہ صحابہ اس حکم کے ماننے والے نہیں ہیں بخلاف خلافت ابوبکر کے جسکے نسبت آپ کو علم قطعی حاصل تھا کہ کرینگے لوگ ایسا ہی پھر حضرت کا تصریح نکرنا بلکہ اشارہ بھی نکرنا صاف دلیل ہے اسکی کہ حضرت کسیطرح انکی خلافت کو جائز نہ سمجھتے تھے جب ہی ایسے الفاظ سے بھی اس خلافت کا ذکر نہ کیا جیسا کہ آپنے یزید و عبد الملک وغیرہ کی خلافتوں کا تذکرہ کیا۔

اس روایت کا پہلا فقرہ أتت امرءة جسکے شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں لم اقف علی اسمھا کہ ہمکو ابتک اوس عورت کا نام نہ معلوم ہوا صاف کہ رہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ صحابیا صحابیات سے کوئی ایسا نہیں ہے جسکی تصریح کتب رجال میں نہو پھر جس عورت کی بیان پر گویا نص خلافت کی بنیاد ہے وہ کیونکر مخفی رہگئی جو ابن حجر کو بھی معلوم نہو سکی نہ آجتک کسی کو معلوم ہوا کیا ایسے ہی مجہول الاسم پر نص خلافت کی بنا ہو سکتی ہے۔

قولہ ارأیت کیا آپنے دیکھا یا اب دیکھتے ہیں یہ کونسا جملہ ہے ابن حجر اسکے معنی لکھتے ہیں اخبرنی مجھے خبر دیجیئے مگر نہ معلوم یہ کس بنیاد پر ہے۔

قولہ ولم اجدک یعنی اگر آپکو نہ پاؤں اس سے موت کو کیا لگاؤ کہ آپکا انتقال ہو جائے جسپر بہت لوگوں نے بناء دیا حالانکہ قرینہ مقام تو یہ ہے کہ حضرت نے اوس سے فرمایا دوسرے وقت ہمارے پاس آنا یعنی آج ہی یا کل نہ یہ کہ مدۃ دراز کے بعد پھر کیونکر وہ ایسے بدشگنی کی بات کر سکتی تھی کہ آپکا انتقال ہو گیا ہو کیونکہ اگر یوں قصہ ہوتا کہ اوسنے کیا سوال کیا تھا جسپر حضرت نے کہا پھر آنا تو انتقال سوال کو ربط ہوتا کہ آپ کو نہ پاؤں یعنی انتقال ہو گیا ورنہ اس حالت میں کیونکر کہہ سکتا ہے کہ حضرت تو دوسرے وقت بلائیں اور وہ کہے کہ آپکا انتقال ہو گیا ہو تو کس کے پاس آئیں قولہ کانہا تعنی الموت گویا وہ حضرت کی موت کو کہتی ہے اسکی تصریح سابق تھا مگر یہ روی کہ حمیدی سے [illegible] تخریج ہے جبیر بن مطعم کا اضافہ ہے یعنی اونکی ذاتی رائے ہے جو نقل ہو

اہلسنت ہم راوی کیسطرح حجت نہیں پھر ایسے روایت کو نص خلافت کی مقام میں لانا کیسی ونائی ہے ہاں ایک اضافہ کا ذکر ہو چکا ہی کہ پوچھا تھا صدقات قوم بعد آپکی ہم کسکو دیں تو حضرت نے فرمایا ابو بکر کو جسپر خود ابن حجر نے نص کیا کہ اسناد اسکی ضعیف ہیں دوسرا اضافہ اسپر یہ کیا گیا ہی کہ ایک اعرابی نی بیع کیا اور حضرت سے پوچھا بعد آپکی کون اسکو ادا کریگا تو حضرت نی فرمایا ابو بکر پھر پوچھا کہ اونکی بعد کون ادا کریگا تو کہا عمر مگر افسوس یہ کسی سے نہو سکا کہ کہدے ہمارے بعد خلیفہ ابو بکر ہیں جس سے سارا قصہ طے ہو جاتا۔

ان سب موضوعات کا نتیجہ یہ نکالا گیا ہی وفی الحدیث ان مواعید النبی صلعم کانت علی من یتولی الخلافۃ بعدہ بتنجیزھا وفیہ رد علی الشیعۃ فی زعمھم انہ نص علی استخلاف علی والعباس وسیاتی شئی من ذلک فی باب الاستخلاف من کتاب الاحکام ص ۳۶۱

یعنی اس حدیث میں یہ ہی کہ وعدہ ہار رسول کا پورا کرنا خلیفہ کو ذمہ ہی جو بعد آپکی خلیفہ ہو اور اس میں رد ہی شیعونپر جو اسکا گمان کرتے ہیں کہ حضرت نی جناب امیر کے خلافت پر نص کیا یا عباس پر اور اوسکی بحث آیگی باب الاستخلاف میں کتاب الاحکام سے

مگر افسوس اس وعدہ کا ایفا ادنسے نہو سکا کیونکہ باب الاستخلاف من کتاب الاحکام ص ۹۲ جلد ۱۶ میں ہی جس میں حقیقت خلافت خلفائے ثلثہ میں صرف اسقدر لکھا ہی۔ ووجہ الرد علیہم اطباق الصحابۃ علی متابعۃ ابی بکر ثم علی طاعتہ فی مبایعۃ عمر ثم علی العمل بعہد عمر فی شوری ولم یدع العباس ولا علی انہ صلعم عہد لہ بالخلافۃ ص ۹۲

یعنی شیعونکی رد اسوجہ سے ہوتی ہے کہ تمامی صحابہ نے اتفاق کر لیا متابعۃ ابی بکر پر پھر اسپر کہ سب نے عمر کی بیعت کی اور عمر نے جب شورائے قائم کیا تو سب نے قبول کیا اور نہ دعوی کیا حضرت عباس نے نہ حضرت علی نے کہ حضرت نی آپکو خلیفہ مقرر کیا۔

مگر افسوس اصل بحث کو چھوڑ دیا کہ وعدہ رسول کا ایفا خلیفہ سے متعلق ہوتا ہی جسکا وعدہ کیا تھا لہذا ہم صرف اسی بحث کو کتب اہلسنت سے دکھاتے ہیں کہ حضرت نی اپنے وعدونکی ایفا کو کس سے متعلق کیا ملاحظہ ہو مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۱۱

"بعد ازاں فرمود برادر من علی را بیارید علی بیامد و بر بالین آنحضرت بنشست و سر مبارکش را

بزانوئے خویش نہاد و آن سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندین مبلغ وام دارد کہ
از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ گرفتہ بودم زنہار کہ حق او را ذمہ من ادا کنی و فرمود اے علی
تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ
دل تنگ نشوی و صبر کنی و چون بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار
کنی و در روایتے آنکہ فرمود دوات و صحیفہ بیارید تا برائے تو وصیتے بنویسم علی گوید ترسیدم کہ
تا من من اسباب کتابت را مہیا سازم آنحضرت از دنیا نقل کند و من بدولت
وصیت وے نرسم گفتم کہ یا رسول اللہ ہر وصیتے کہ میخواہی بکن کہ من یاد گیرم فرمود۔
الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم و در روایتے آنکہ فرمود اللہ اللہ فیما ملکت ایمانکم البسوا
ظہورہم واشبعوا بطونہم ولینوا لہم القول علی رضی اللہ عنہ گوید کہ حضرت با من
سخن می گفت و آب دہن وے بمن میرسید پس حال بر وے متغیر شد و زبان او بس بردہ بیطاقتی
نمودند و من نیز تحمل آن نداشتم کہ دیر آیان حال بہ بینم گفتم اے عباس مرا دریاب عباس آمد
و با یکدیگر وے را بخوابانیدیم ذکر ھذا الکلمۃ فی روضۃ الاحباب۔

اب فرمائیے اگر بحکم رسول اللہ خلافت کا تعلق ابوبکر سے تھا تو حضرت نے اس قرض کو
ہمارے دیون کو ادا کرنا جناب امیر سے کیوں متعلق کیا کیا اس سے بڑھکر کوئی ظلم ہو سکتا ہے
کہ خلافت تو دوسرے سے متعلق کیجائے اور ادا دیون ایسے شخص سے جس سے وصیت ہو رہی ہے
کہ اگر لوگ دنیا کو اختیار کریں تو تم صبر کرنا۔ اور اس مضمون کی تو ہزاروں حدیثیں ہیں
جس میں حضرت نے قضا دیون کو جناب امیر سے متعلق کیا ہے مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی میں ہے
وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخی ووزیری وخلیفتی
فی اہلی خیر من اترک بعدی یقضی دینی وینجز موعودی علی ابن ابیطالب[ع]
وعن ابی حمزۃ الثمالی رض عن ابی جعفر الباقر عن ابائہ علیہم السلام قال
مرض رسول اللہ مرضہ الذی قبض فیہ وکان راسہ فی حجر علی والعباس
بین یدیہ عترہ والبیت غاص من المہاجرین والانصار فقال علیہ السلام یا عم
اتقبل وصیتی وینجز وعدی فقال العباس انا رجل کبیر السن وکثیر العیال

فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی اتقبل وصیتی وتنجز وعدی فخنق علی العبرۃ
وما استطاع ان یجیبہ فاعادھا علیہ فقال بابی انت وامی نعم فقال رسول اللہ
انت اخی ووصیی ووزیری وخلیفتی ثم قال یا بلال ھلم سیف رسول اللہ صلعم
ثم قال یا بلال ھلم مغفر رسول اللہ ذو الجبذین فجاء بھا فوضعہ ثم قال یا
بلال ھلم درع رسول اللہ ذات الفضول فجاء بھا ثم قال یا بلال ھلم فرس رسول اللہ
المرتجز فاتا بہ فاوثقہ ثم قال ھلم ناقۃ رسول اللہ الخضباء فعقلھا ثم قال یا
بلال ھلم قضیب رسول اللہ الممشوق فجاء بھا فوضعہ فلم یزل یدعو بشیٔ
بعد شیٔ حتی بالعصابۃ التی کان یعصب بھا بطنہ فی الحرب ثم نزع الخاتم
فدفعہ الی علی ثم قال یا علی اذھب بھا اجمع فاستودعھا بیتک بشھادۃ المھاجرین
لیس لاحد ان ینازعک فیھا بعدی فانطلق امیر المومنین حتی وضعھا فی منزلہ
ثم رجع ۔ ص ۲۵

انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میرا بھائی اور وزیر اور خلیفہ وہ شخص ہے جو سب سے بہتر ہے
بعد میرے اور میرے دیون کا ادا کرنیوالا اور میرے وعدونکا پورا کرنیوالا علی بن ابیطالب ہے ۔

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ حضرت نے جناب عباس سے فرمایا تم ہمارے وصیت کو
قبول کر سکتے ہو اور ہمارے وعدونکو پورا کر سکتے ہو حضرت عباس نے عرض کیا میں کبیر السن
اور کثیر العیال ہوں تو حضرت نے جناب امیر سے فرمایا تم ہمارے وصیت کو قبول کرتے ہو اور
ہمارے وعدونکو پورا کروگے جناب امیر کو گریہ گلوگیر ہوا دوبارہ حضرت نے فرمایا تو جناب امیر نے
عرض کیا بابی انت وامی نعم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بیشک قبول کرتا ہوں تو
حضرت نے فرمایا تم میرے بھائی اور وصی اور وزیر اور خلیفہ ہو اسکے بعد بلال کو حکم دیا کہ سیف
رسول ذو الفقار اور مغفر ذو الجبذین اور درع رسول اللہ اور زرہ ذات الفضول وغیرہ کل
چیزیں طلب کیں اور جناب امیر کے حوالہ کیں کہ انکو لیجا کر اپنے گھر رکھ آؤ ان سب چیزوں میں
کسیکو نزاع کرنیکا تمسے حق نہیں ۔

تو کیا ان روایات کو جنکی تعداد ہزاروں لتے متجاوز ہے دیکھکر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت نے

بجز جناب امیر کسی اور کو خلیفہ اپنا مقرر کیا لا واللہ لا واللہ۔

صحیح بخاری حدثنا احمد بن ابی الطیب ثنا اسمعیل بن مجالد ثنا بیان ابن بشیر عن دبرہ بن عبد الرحمان عن ھمام قال سمعت عمارا یقول رایت رسول اللہ وما معہ الا خمسۃ اعبد وامراتان وابوبکر۔

یعنی عمار سے روایت ہے کہ ہمنے رسول اللہ کو اسطرح دیکھا کہ آپکی ساتھ صرف پانچ غلام تھے اور دو عورتیں اور ابوبکر۔ اس حدیث کا فضائل میں لانا سب سے زیادہ تعجب خیز ہے مگر جو ہر شناسان کلام بخاری نے کیا خوب توجیہ نکالی ہے ابن حجر لکھتے ہیں وفی ھذا الحدیث ان ابابکر اول من اسلم من الاحرار مطلقا ولکن مراد عمار بذلک ممن اظہر الاسلام والا فقد کان حینئذ جماعۃ ممن اسلم لکنھم کانوا یخفونہ من اقاربھم وسیاتی قول سعد انہ کان ثلث الاسلام وذلک بالنسبۃ الی من اطلع علی اسلامہ ممن سبق اسلامہ ص ۳۶

یعنی اس حدیث میں اشارہ ہے اسطرف کہ ابوبکر آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے لیکن مراد عمار اسسے یہ کہ اسلام کو ظاہر کرنیوالوں میں یہ بھی ورنہ اسوقت میں ایک جماعت بھی اونلوگوں کی جو اسلام لاچکے تھے مگر وہ بخوف اقارب اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور قریب ہے کہ آئے قول سعد کہ وہ اسلام کے تیسرے آدمی ہیں اور یہ نسبت اونکے ہے جنکی اسلام پر اطلاع ہوئی اونلوگوں سے جو سابق الاسلام تھے۔

حدیث حضرت عمار تو صرف ایک واقعہ بیان کر رہی ہے کہ ایک دفعہ ایسا دیکھا کہ آپکی ساتھ پانچ غلام اور دو عورتیں اور ایک ابوبکر تھے نہ اس میں ابتداء اسلام کا ذکر ہے نہ انکے لائے اسلام کا مگر بالفرض یہ بھی تسلیم کیا جائے تو خود ابن حجر نے اسکی تردید کردی کہ اوسوقت اور بھی بہت سے مسلمان تھے مگر وہ اپنے اسلام کو بخوف اقارب مخفی رکھتے تھے پھر اس میں کونسی فضیلت نکلی جاتی ہے تاریخ طبری میں اسکی تصریح موجود ہے کہ ابوبکر پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے ملاحظہ ہو ص ۱۲۱۵ ج ۲۔

حدثنا ابن حمید قال حدثنا کنانۃ بن جبلۃ عن ابراھیم بن طھمان عن الحجاج بن الحجاج عن قتادہ عن سالم بن ابی الجعد عن محمد بن سعد قال قلت لابی اکان ابوبکر اولکم اسلاما فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاما

الحکم فضائل اخامس

اسلام ابوبکر بعد پچاس آدمیوں کے

یعنی محمد بن اسعد نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا ابوبکر تم سب میں پہلے مسلمان ہیں کہا نہیں وہ پچاس آدمیوں سے زیادہ کے بعد اسلام لائے مگر وہ ہم میں سب سے افضل ہیں تو اگر بخاری نے اس غرض سے لکھا کہ ان کا اول اسلام ثابت کریں تو بھی باطل ہوا

کیونکہ خود بخاری کی روایت سے پانچ غلاموں کا مسلمان ہونا معلوم ہوا اور ابن حجر کے اس بیان سے بھی کہ ابوبکر کے پہلے ایک جماعت اسلام لا چکی تھی مگر وہ اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے اولیت کا بطلان ظاہر ہوا اور نیز یہ دعوی کہ ابوبکر اون لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اسلام کو ظاہر کیا کیونکہ تاریخ طبری اس جماعت کی تعداد پچاس سے زیادہ بیان کی ہے پھر روایت سعد کا حوالہ دیتے ہیں جس سے اور بھی اسکا بطلان ظاہر ہوا۔

اب اسکے ساتھ اوس روایت کو بھی سن لیجیے جو سعد کی اسی صحیح بخاری میں ہے اور ابن حجر نے اوسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

عن عامر بن سعد عن ابیہ قال لقد رایتنی وانا ثالث الاسلام × سمعت سعید بن المسیب یقول سمعت سعد بن ابی وقاص یقول ما اسلم احد الا فی الیوم الذی اسلمت فیہ ولقد مکثت سبعۃ ایام وانی لثلث الاسلام

یہ روایت بھی خاص صحیح بخاری کی ہے جسکا بیان ہے کہ سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں ہم تیسرے مسلمان ہیں سعید بن مسیب راوی ہیں کہ سعد کہتے تھے نہیں اسلام لایا کوئی شخص مگر اوسی روز جس روز ہم اسلام لائے اور ہم سات روز تک اسطرح ٹھہرے رہے کہ اسلام کے تیسرے تھے۔

اس روایت نے بخاری کے پہلے تانی بانے سب کو توڑ دیا کیونکہ سعد کہ رہے ہیں ہمارے پہلے کوئی مسلمان نہیں ہوا ابن حجر کہتے ہیں ظاہرہ انہ لم یسلم احد قبلہ ظاہر اسکا یہ ہے کہ انکے پہلے کوئی مسلمان نہوا تو اب تو تصدیق تاریخ طبری میں کوئی عذر نہوگا کیونکہ یہی سعد کہہ رہے ہیں کہ ابوبکر کے پہلے پچاس آدمی مسلمان ہو چکے تھے جس میں خود سعد بھی داخل ہیں بلکہ بعد اسکے فرماتے ہیں کہ جو کوئی اسلام لایا ہے وہ ہمارے بعد اور سات روز تک ہم اس حالت میں رہے کہ اور کوئی مسلمان نہیں ہوا اور ہم تیسرے مسلمان رہے اب کہاں ہیں وہ لوگ جو

تابعہ ابو اسامہ

بخاری پر ایمان لاتے ہیں اور اولیت اسلام ابوبکر کے مدعی ہوتے ہیں آئیں اس روایت کو دیکھیں اور پھر علماء رجال کو اس بیان کو دیکھیں کہ سعد بن ابی وقاص کا اسلام بھی بدولت ابوبکر ہوا حالانکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ جو کوئی اسلام لایا وہ ہمارے بعد۔

ابن حجر کو اس روایت نے جو سعد کہتے ہیں کہ ہم تیسرے مسلمان ہیں بے انتہا پریشان کیا لکھتے ہیں قال ذلک بحسب اطلاعه والسبب فیه ان من کان اسلم فی ابتداء الامر کان یخفی اسلامه ولعله اراد بالاثنین الآخرین خدیجه وابابکر او النبی وابابکر وقد کانت خدیجه اسلمت قطعا فلعله خص الرجال وقد تقدم فی ترجمة الصدیق حدیث عمار رایت النبی صلی الله علیه وسلم وما معه الا خمسة اعبد وابوبکر وهو یعارض حدیث سعد والجمع بینهما ما اشرت الیه او یحمل قول سعد علی الاحرار البالغین لیخرج الاعبد المذکورین وعلی رضی او لم یکن اطلع علی اولئک ص ۳۹۲

یعنی سعد کا یہ بیان بحسب اطلاع خود ہے کیونکہ جو لوگ ابتدا میں اسلام لائے تھے وہ اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے اور جو دو آدمیوں کا ذکر کیا ہے کہ انکے پہلے مسلمان ہو چکے تھے تو اوس سے مراد یا ابوبکر اور حضرت خدیجہ ہیں یا خود آنحضرت اور ابوبکر حالانکہ اسلام حضرت خدیجہ قطعی ہے تو شاید مردوں کا خاص طور پر ذکر ہے اور ذکر فضائل ابوبکر میں یہ گذر چکا کہ عمار نے کہا ہے ہمنے حضرت کیساتھ پانچ غلام اور ابوبکر کو دیکھا اور یہ حدیث معارض ہے اس حدیث کی جو سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے اور جمع کی صورت وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں یا یہ کہ حمل کیا جائے احرار بالغین پر کہ وہ غلام سب نکل جائیں اور نیز جناب امیر یا ممکن ہے کہ سعد کو امیر کی اطلاع نہو۔

اب کسکو عذر ہو سکتا ہے اسمیں کہ صحیح البخاری اصح الکتب ہے بعد کلام باری کیونکہ جو روایت ہے دوسرے کی نقیض وہاں تو یہ تھا ابوبکر تھے اور پانچ غلام اور دو عورت اور یہاں یہ ہے کہ تیسرے مسلمان تو ہم تھے پھر ابوبکر کیونکر پہلے مسلمان ہو گئے اور روایت طبری میں ہے کہ ابوبکر تو پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔

سعد نے اولیت اسلام ابوبکر کو یونہی غارت کیا کہ جو کوئی مسلمان ہوا وہ ہمارے بعد چنانچہ خود ابن حجر یحیی بن سعید اموی سے روایت کرتے ہیں ما اسلم احد قبلی ہمسے پہلے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔

(نہ ابوبکر نہ جناب امیر نہ خدیجہ نہ زید) اسپر ابن حجر لکھتے ہیں وھی مشکلۃ لانہ قد اسلم قبلہ جماعۃ یعنی یہ حدیث اور بھی مشکل ہو گئی کیونکہ سعد کے پہلے ایک جماعت اسلام لا چکی تھی۔

یہی نتیجہ ہے ناصبیت کا کہ صرف عداوت جناب امیر میں یہ روایتیں بنائی گئیں کہ ابوبکر کا اسلام اوّلی ثابت کیا جائے مگر خدا نے ایسا سامان کر دیا کہ خود بخاری نے یہ روایت سعد بن ابی وقاص لکھدی جو ان سب کارروائیوں کو باطل کرتی ہے اور سات روز کی تخصیص اس غرض سے کی گئی ہے کہ جناب امیر کا یہ بیان غلط ہو جائے کہ ہم سات برس قبل سب کے اسلام لائے

تاریخ طبری میں ہے جلد دوم صہ ۲۱۱

حدثنا ابن حمید قال حدثنا ابراھیم بن المختار عن شعبہ عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس قال اول من صلّی علیٌّ حدثنا زکریا بن یحیی الضریر قال حدثنا عبد الحمید بن بحر قال اخبرنا شریک عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن جابر قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا حدثنا ابن المثنی قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبہ عن عمرو بن مرۃ عن ابی حمزۃ عن زید بن ارقم قال اول من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب قال فذکرتہ للنخعی فانکرہ وقال ابوبکر اول من اسلم حدثنا ابوکریب قال حدثنا وکیع عن شعبہ عن عمرو بن مرۃ عن ابی حمزۃ مولی الانصار عن زید بن ارقم قال اول من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب علیہ السلام حدثنا ابوکریب قال حدثنا عبید بن سعید عن شعبہ عن عمرو بن مرۃ قال سمعت ابا حمزۃ رجلا من الانصار یقول سمعت زید بن ارقم یقول اول رجل صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی علیہ السلام حدثنا احمد بن الحسن الترمذی قال حدثنا عبید اللہ بن موسی قال اخبرنا العلاء عن المنہال بن عمرو عن عباد بن عبد اللہ قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ قبل الناس بسبع سنین حدثنا محمد بن

عبید المحاربی قال حدثنا سعید بن خثیم عن اسد بن عبدة البجلی عن یحیی بن
عفیف عن عفیف قال جئت فی الجاهلیة الی مکة فنزلت علی العباس بن عبد المطلب
قال فلما طلعت الشمس وحلقت فی السماء وانا انظر الی الکعبة اقبل شاب فرمی
ببصره الی السماء ثم استقبل الکعبة فقام مستقبلها فلم یلبث حتی جاء غلام فقام
عن یمینه قال فلم یلبث حتی جاءت امرأة فقامت خلفهما فرکع الشاب فرکع الغلام
والمرأة فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأة فخر الشاب ساجدا فسجدا معه فقلت یا
عباس امر عظیم قال اتدری من هذا فقلت لا قال هذا محمد ابن عبد الله بن عبد المطلب
ابن اخی اتدری من هذا معه قلت لا قال هذا علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب ابن اخی
اتدری من هذه المرأة التی خلفهما قلت لا قال هذه خدیجة بنت خویلد
زوجة ابن اخی وهذا حدثنی ان ربک رب السماء امرهم بهذا الذی تراهم علیه وایم
الله ما اعلم علی ظهر الارض کلها احدا علی هذا الدین غیر هؤلاء الثلاثة حدثنا
ابو کریب قال حدثنا یونس بن بکیر قال حدثنا محمد بن اسحاق قال حدثنی یحیی بن
ابی الاشعث الکندی من اهل الکوفة قال حدثنی اسمعیل بن ایاس بن عفیف
عن ابیه عن جده قال کنت امرأ تاجرا فقدمت ایام الحج فاتیت العباس فبینا
نحن عنده اذ خرج رجل یصلی فقام تجاه الکعبة ثم خرجت امرأة فقامت معه
تصلی وخرج غلام فقام یصلی معه فقلت یا عباس ما هذا الدین ان هذا الدین
ما ادری ما هو قال هذا محمد بن عبد الله یزعم ان الله ارسله به وان کنوز کسری
وقیصر ستفتح علیه وهذه امرأته خدیجة بنت خویلد آمنت به وهذا الغلام
ابن عمه علی بن ابی طالب آمن به قال عفیف فلیتنی کنت آمنت یومئذ فکنت
اکون ثالثا حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمة بن الفضل وعلی بن مجاهد قال
سلمة حدثنی محمد بن اسحق عن یحیی بن ابی الاشعث قال ابو جعفر وهو فی موضع
آخر من کتابی عن یحیی ابن الاشعث عن اسمعیل بن ایاس بن عفیف الکندی
وکان عفیف اخا الاشعث بن قیس الکندی لامه وکان ابن عمه عن ابیه

عن جدہ عفیف قال کان العباس بن عبد المطلب لی صدیقا وکان یختلف الی الیمن یشتری العطر فیبیعہ ایام الموسم فبینا انا عند العباس بن عبد المطلب بمنی فاتاہ رجل مجتمع فتوضا فاسبغ الوضوء ثم قام یصلی فخرجت امراۃ فتوضات وقامت تصلی ثم خرج غلام قد راھق فتوضا ثم قام الی جنبہ یصلی فقلت ویحک یا عباس ما ھذا قال ھذا ابن اخی محمد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب یزعم ان اللّٰہ بعثہ رسولا وھذا ابن اخی علی بن ابی طالب قد تابعہ علی دینہ وھذہ امراتہ خدیجہ ابنۃ خویلد قد تابعتہ علی دینہ قال عفیف بعد ما اسلم ورسخ الاسلام فی قلبہ یا لیتنی کنت رابعا۔

خلاصہ ان روایات کا یہ ہے کہ (۱) ابن عباس کہتے ہیں سب سے پہلے جناب امیر نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی (۲) جابر سے روایت ہے رسول اللہ دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور جناب امیر نے اونکے ساتھ سہ شنبہ کو نماز پڑھی (۳) زید بن ارقم کہتے ہیں سب سے پہلے جناب امیر ایمان لائے مگر نخعی نے کہا ابوبکر (۴) زید بن ارقم راوی ہیں کہ سب سے پہلے اسلام لانیوالے جناب امیر ہیں (۵) زید بن ارقم کہتے ہیں سب سے پہلے جسنے نماز پڑھی وہ علی ہیں (۶) عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں ہمنے جناب امیر کو کہتے سنا میں برادر رسول ہوں اور صدیق اکبر ہمارے سوا جو اسکا دعویٰ کرے وہ کاذب مفتری ہے رسول اللہ کیساتھ سب سے پہلے سات برس تک ہم نماز پڑھتے رہے (۷) عفیف کہتے ہیں کہ ہم خانہ کعبہ میں آئے تو دیکھا ایک جوان کعبہ کیطرف رخ کرکے کھڑا ہوا پھر ایک لڑکا آیا اور داہنے طرف کھڑا ہوگیا پھر ایک عورت آئی اور وہ اوسکے پیچھے کھڑی ہوئی جب جوان نے رکوع کیا تو اوس لڑکا اور بی بی نے بھی رکوع کیا پھر سبنے سجدہ کیا ہمنے عباس سے کہا یہ امر تو عظیم ہے حضرت عباس نے کہا جانتے ہو یہ کون ہے یہ ہمارے بھتیجے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور یہ علی بن ابیطالب ہیں اور یہ خدیجہ بنت خویلد زوجہ محمد بن عبد اللہ ہیں قسم خدا کی ہم جہانتک جانتے ہیں اس دین پر بجز ان تین آدمیوں کے دوسرا نہیں ہے (۸) پھر وہی عفیف دوسری روایت اسی مضمون کی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر ہم اوس روز اسلام لاتے تو چوتھے ہوتے (۹) روایت پھر عفیف کی ہے کہ اگر ہم اوس روز اسلام

لائے تو چوتھے مسلمان ہوتے (۱۰) کلبی وغیرہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جناب امیر ایمان لائے اوسوقت انکا سن نو برس کا تھا (۱۱) ابن اسحق کی روایت ہے کہ جناب امیر نے دس برس کے سن میں اسلام قبول کیا (۱۲) روایت ابی الحجاج کی ہے کہ ایک سال قحط پڑا تو رسول اللہ نے جناب امیر کو حضرت ابوطالب سے لیلیا اور عباس نے جعفر بن ابوطالب کو پس جناب امیر رسول اللہ کے ساتھ رہے یہانتک کہ خدا نے آپکو مبعوث برسالت کیا اور حضرت علی ایمان لائے اور تصدیق کی رسول اللہ کی۔

ان روایات کو دیکھکر فرمایئے کہ بخاری کو اگر عداوت جناب امیر نہ تھی تو کیا باعث تھا جو ان روایات کو نہ لکھا جو صحیح بلکہ متواتر ہیں اور ابوبکر و سعد بن ابی وقاص کی اولیت اسلام کی حدیثوں کو لکھ مارا جو تمامتر وضعی ہیں۔

اصلیت اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولیت اسلام کا سلسلہ اہلسنت نے دو طرح قائم کیا ہے ایک کی ابتدا تو جناب امیر اور حضرت خدیجہ سے ہے جو اصلی ہے اور اوسکی انتہا پچاس سے زیادہ آدمیوں تک پہونچتی ہے اور دوسری اولیت ابوبکر سے قائم کی گئی ہے جو پچاس آدمیوں کی بعد اسلام لائے جس میں سعد بن ابی وقاص مدعی ہیں کہ ہم سب سے پہلے اسلام لائے اور ہمارے پہلے کوئی اسلام نہ لایا مگر چونکہ سعد کو خلافت وغیرہ تو ملی نہیں لہذا اونکا دعوی دبا دیا گیا بلکہ یہ کہا جانے لگا کہ سعد بھی بدولت ابوبکر ایمان لائے

اسیوجہ سے یہ سب اختلافات پیدا ہوئے کہ ایکطرف سعد بن ابی وقاص مدعی ہیں ثالث الاسلام ہونیکے دوسری طرف خالد بن سعید بن العاص ہیں جنکی نسبت اسکا دعوی ہے اسلم قدیما فقال انہ اسلم بعد ابی بکر فکان ثالثا او رابعا وقیل کان خامسا وقال ضمرہ بن ربیعہ کان اسلام خالد مع اسلام ابی بکر الصدیق صفحہ ۱۵۴ استیعاب ج ۱

یعنی خالد بن سعید قدیم الاسلام ہیں کہا جاتا ہے وہ ابوبکر کے بعد اسلام لائے تو تیسرے تھے یا چوتھے یا پانچویں ضمرہ بن ربیعہ کہتے ہیں خالد ابوبکر کیساتھ اسلام لائے تیسرے طرف حضرت ابوذر غفاری ہیں استیعاب میں ہے کان اسلام ابی ذر قدیما فیقال بعد ثلاثۃ ویقال بعد اربعۃ وقد روی عنہ انہ قال انا رابع الاسلام صفحہ ۸۳ کہ یہ تین آدمی کی بعد اسلام لائے یا چار

آدمی کے بعد وہ کہتے تھے ہم چھٹے مسلمان ہیں اسی طرح صدہا آدمی ہیں جو قدیم الاسلام کہلاتے ہیں
مگر ابوبکر کے اول مسلمان بنانیکے شوق نے سبکو خاک میں ملا دیا اور نہیں معلوم ہوسکتا کہ واقعاً کیا ترتیب
تھی۔ دیکھئے انہیں میں عمر بن عبسہ بھی ہیں جو رابع الاسلام کہے جاتے ہیں استیعاب میں ہے قال فلقد
رأیتنی و انا رابع الاسلام صفحہ ۴۲۲ جلد ۲ یعنی تمنے دیکھا کہ ہم چوتھے مسلمان تھے۔
ہمارے دعوی کی موید یہ بھی ہے کہ جو لوگ اسلام ابوبکر کے قبل اسلام لائے تھے اون سے یہ لوگ راضی
نہ تھے۔ بخلاف اسکے جو ابوبکر کے بعد اسلام لائے وہ سب متفق رہے چنانچہ خالد بن سعید بن عاص اور
حضرت ابوذر پر جو جو مصائب ان صحابہ کی بدولت گذرے وہ سب کے پیش نظر ہے۔ اور طلحہ و زبیر وغیرہ
پر جو جو نوازشیں خلافت کی طرف سے ہوئیں وہ بھی مخفی نہیں حضرت یاسر کے حال میں لکھا ہے فاسلم یاسر
وابنہ عمار و سمیۃ و عبد اللہ اخو عمار بن یاسر و کان اسلامہم قدیماً فی اول الاسلام صفحہ ۶۲۵ استیعاب جلد ۲
اس سے بھی یہ روایت بخاری غلط ہوئی کہ وہ حضرت عمار سے روایت کرتے ہیں کہ ہمنے دیکھا کہ حضرت کیساتھ
پانچ غلام ہیں اور دو عورت اور ایک ابوبکر کیونکہ حضرت عمار یاسر و عبد اللہ بھی تو قدیم الاسلام ہیں۔
بہرحال اب اسمیں اختلاف ہے کہ وہ پانچ غلام کون تھے ابن حجر لکھتے ہیں ایک بلال۔ دوسرے زید بن
حارثہ تیسرے عامر بن فہیرہ غلام ابوبکر جو ابوبکر کے ساتھ اسلام لائے چوتھے ابوفکیہہ غلام صفوان بن امیہ
پانچویں ممکن ہے شقران ہوں کیونکہ یہ حضرت کو میراث پدری میں ملے تھے۔ اور بعض نے بجائے ابوفکیہہ
عمار کا نام لکھا ہے جو محتمل ہے مگر چاہیے کہ اونکے ساتھ اونکے باپ یاسر اور ماں سمیہ بھی ہوں کیونکہ ان لوگوں پر
بھی نہایت سختی کی جاتی تھی۔ بلکہ سمیہ مادر عمار پہلی شہیدہ ہیں جو اسلام میں شہید ہوئیں۔
رہیں وہ دو عورتیں تو ایک حضرت خدیجہ ہیں دوسری ام ایمن یا سمیہ مادر عمار اور دمیاطی نے ام الفضل
زوجہ حضرت عباس کا نام لکھا ہے تو چاہیئے تھا کہ انکے بعد ابو رافع غلام حضرت عباس کا نام بھی لیا جاتا۔
کیونکہ وہ ام الفضل کے ساتھ اسلام لائے تھے
غرض جس حیثیت سے چاہے دیکھئے بخاری کی حدیث کسیطرح صحیح نہیں ہوتی کیونکہ ہر ہر لفظ میں انکے روات نے اختلاف کیا ہے

الحدیث السادس

صحیح بخاری حدثنا ہشام بن عمار ثنا صدقہ بن خالد ثنا زید بن واقد عن بسر بن عبید اللہ
عن عائذ اللہ ابی ادریس عن ابی الدرداء قال کنت جالساً عند النبیؐ اذ اقبل ابوبکر اخذا
بطرف ثوبہ حتی ابدی عن رکبتیہ فقال النبیؐ اما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انی

كان بيني وبين ابن الخطاب شيء فاسرعت اليه ثم ندمت فسألته ان يغفر لي فابى علي فاقبلت اليك فقال يغفر الله لك يا ابا بكر ثلاثا ثم ان عمر ندم فاتى منزل ابي بكر فسال اثم ابو بكر قالوا لا فاتى النبي فجعل وجه النبي يتمعر حتى اشفق ابو بكر فجثا على ركبتيه فقلت يا رسول الله والله انا كنت اظلم مرتين فقال النبيؐ ان الله بعثني اليكم فقلتم كذبت وقال ابو بكر صدق وواساني بنفسه ومالہ فهل انتم تاركوا لي صاحبي مرتين فما اوذي بعدها۔

خلاصہ یہ کہ ابو درداؓ حضرت کے پاس تھے کہ ابو بکر کو آتے دیکھا اس طرح کہ وہ اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوئے تھے یہانتک کہ اپنے گھٹنوں کو ننگا کیا حضرتؐ نے فرمایا یہ ضرور لڑکر آیا ہے آکر سلام کیا اور کہا کہ ہمسے اور عمر سے کچھ تکرار تھی مگر ہم نادم ہوئے عمر سے کہا ہمارے لئے استغفار کرو اونھوں نے انکار کیا تو ہم آپکی خدمت میں حاضر ہوئے حضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا خدا بخشے اودہر عمر کو بھی ندامت ہوئی ابو بکر کے گھر آئے نہ پایا تو خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور حضرت کا چہرہ اونکو دیکھکر متغیر ہونے لگا اس سے ابو بکر ڈرے اور گھٹنے کے بل عاجزی سے کھڑے ہوئے اور کہا یا حضرت عمر کا کچھ قصور نہیں حضرت نے فرمایا خدا نے ہمکو رسول بنا کر تم لوگوں کی طرف بھیجا تو تمنے سب نے کہا یہ جھوٹا ہے اور ابو بکر نے کہا سچے ہو اور اپنی جان و مال سے ہماری مواسات کی تو کیا ہمارے ساتھی کو چھوڑ دوگے۔ اسکے بعد پھر ابو بکر ایذا نہ دی گئی۔ تلخیص الصحاح جلد ۵ صـ۲۶۔

اس روایت میں پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ واقعہ کیا ہے فتح الباری میں ہے ووقع لابی بکر مع ربیعہ بن جعفر قصة نحو هذه فاخرج احمد من حديث ربيعه ان النبيؐ اعطاه ارضا واعطى ابو بكر ارضا قال فاختلفا في عذق نخلة فقلت انا هي في حدي وقال ابو بكر هي في حدي فكان بيننا كلام فقال له ابو بكر كلمة ثم ندم فقال رد على مثلها حتى يكون قصاصا فابيت فاتى النبي فقال وما لك وللصديق فذكر القصة فقال رجل فلا ترد عليه ولكن قال غفر الله لك يا ابا بكر فقلت فولى ابو بكر وهو يبكي صـ۳۶۱

ایسا ہی واقعہ ربیعہ بن جعفر کے ساتھ بھی ابو بکر کو پیش آیا کہ حضرت نے ایک زمین ربیعہ کو دی تھی اور ایک زمین ابو بکر کو دی دونوں میں اختلاف ہوا کہ یہ شاخ کسکی حد میں ہے ابو بکر کہتے تھے ہماری حد میں ہے وہ کہتے تھے ہماری حد میں ابو بکر نے اس تکرار میں ایک کلمہ کہدیا پھر اوسپر نادم ہوئے اور کہا کہ تو بھی ایسا ہی کہدے کہ قصاص ہو جائے اوسنے انکار کیا اور قصہ خدمت رسول میں پیش ہوا حضرتؐ نے فرمایا تجھے صدیق سے کیا واسطہ اسکے بعد ربیعہ سے کہا تو ابو بکر پر رد نہ کر بلکہ استغفار کر اوسکے بعد ابو بکر روتے ہوئے چلے گئے۔

پہلا لطیفہ تو یہ ہے کہ جس طرح ہمارے یہاں ارذال میں ظہیت باری کیلئے تکرار ہوتی ہے اوسی طرح کی تکرار ابوبکر اور ربیعہ اور عمر میں بھی کیا ایسے لوگ صدیق اور خلیفہ ہو سکتے ہیں جو دو چار چھوہارے کیلئے گالی گفتہ کریں اور پھر خلیفہ بنجائیں۔ دوسرے یہ کہ کہاں ابوبکر کی وہ مالداری بیان کیجاتی ہے اور تجارت پیشہ ہونا اور حالت یہ ہے کہ اونکو بھی مثل معمولی صحابہ کے زمین ملتی ہے جس میں وہ کھیتی باری کرتے ہیں اور ذرہ ذرہ بات پر لڑتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ دعوی تو کیا جاتا ہے ایسی محبت والفت کا کہ شیخین میں یہ اتفاق تھا اور ایک ادنی امر کیلئے یہ لڑائی ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ کہا جاتا ہے عمر بڑے تندمزاج تھے افظ واغلظ ان کا خطاب تھا اور ابوبکر نرم دل اور رقیق القلب کہے جاتے ہیں مگر معاملہ برعکس ہے ربیعہ بن جعفر کے مقابلہ میں بھی یہی سخت کلامی کرتے ہیں عمر کے مقابلہ میں بھی بدزبانی کرتے ہیں اور وہ دونوں تہذیب کا دامن لئے ہوئے سکوت کر جاتے ہیں پھر تو کسی کو اس میں نہ عذر ہوگا کان ابوبکر سبابًا ابوبکر بڑے گالی بکنے والے تھے جو تاریخ الخلفا سیوطی میں ہے وہ نہایت سچ و درست ہے۔

پانچویں یہ کہ آتے ہیں اس طرح کہ اپنے کپڑہ کا کنارہ پکڑے ہوئے ہیں اس طرح کہ دونوں گھٹنا کھل جاتا ہے حالانکہ اکثر علما کے نزدیک رکبتین یعنی گھٹنا عورت میں داخل ہے آپنے اکثر گنواروں کو دیکھا ہوگا کہ مارپیٹ کرکے آتے ہیں تو گھٹنا کھولدیتے ہیں اور دکھاتے ہیں یہاں مار پڑی مگر یہاں بے مار تو یہ خود ہی گالی دیں اور خود ہی آکر فریاد کریں چھٹے یہ کہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں واما صاحبکم تمہارا صحابی یا ساتھی لڑکر آتا ہے اور یہ نہیں فرماتے کہ یہ ہمارا صحابی ہے۔ ساتویں تمام فرماتے ہیں کہ ایسا کام کیا ہے جس سے لوگونکے دل میں اس سے عداوت پیدا ہو جسکا مفہوم یہ ہے کہ ای واما غیرہ فلا یعنی اسکے فریق مخالف نے ایسا کام نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کی رائے انکی ظاہری صورت سے بالکل انکے خلاف ہے اور اس ہیئت مظلومیت کو ظالمانہ تصور کرتے ہیں۔ آٹھویں یہ کہ ابوبکر کہتے ہیں ہم میں اور عمر میں کچھ تھا مگر یہ نہیں کہتے کہ کیا تھا اور کیوں تھا نویں کہتے ہیں فاسرعت الیہ ہمنے تیزی کی فاغضب ابوبکر عمر فانصرف عنہ مغضبًا فاتبعہ ابوبکر یعنی ہمنے عمر کو غضبناک کیا اور وہ اوسی غصہ میں چلے گئے اور ابوبکر نے اونکا تعاقب کیا۔ کیا اچھی صدیقیت ہے کہ عمر برجو قرن من حدید ہیں۔ ابوبکر صاحب تیزی کریں اور وہ صبر و تحمل سے کام لیکر ہٹ جائیں تو ابوبکر اون کا تعاقب کریں دسویں یہ کہ کہتے ہیں ثم ندمت پھر ہم نادم ہوگئے مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ ندامت ان کو کس بات پر ہوئی سخت کلامی پر یا اونکے تعاقب کرنے پر کہ عمر کو رگیدا۔

گیارھویں یہ کہ کہتے ہیں ہم اون سے معافی کے خواہاں ہوئے مگر اونھوں نے نہ مانا بلکہ بروایت تفسیر حق اغلق بابہ علی وجھہ کہ عمر نے دروازہ بند کر لیا۔ یہ انتہا درجہ کا تحمل تھا عمر کا کہ بات

بھی نہ کیا بلکہ کنواڑ بند کر لیا۔ بلکہ بروایت محمد بن مبارک ہم عمر کا پیچھا کیے ہوئے گئے یہانتک کہ وہ اپنے گھر سے نکلکر بقیع کی طرف چلے گئے اور بروایت ہشام وہ اپنے گھر میں چھپ رہے بارھویں یہ کہتے ہیں کہ ہم آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت نے یغفر اللہ لک فرمایا اگر یہ صحیح ہو تو بھی کوئی فائدہ نہیں سواء علیہم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لا یہدی القوم الفاسقین قرآن مجید میں موجود ہے کہ استغفار کیجئے یا نہ کیجئے خدا کبھی نہ بخشیگا کیونکہ حضرت کو اس کا حق نہ تھا۔

تیرہویں یہ کہ عمر کی ندامت اور ابوبکر کے یہاں آنا نہ معلوم کسکا قول ہے کیونکہ ابوالدرداء صحابی تو صرف اسکو دیکھ سکتے تھے کہ ابوبکر اس طرح آئے پھر عمر اس طرح آئے باقی رہا عمر کا گھر پر جانا اور ابوبکر کو نہ پانا نہ معلوم کہاں سے بڑھا یا گیا **چودھویں** یہ کہ رسول اللہ کے تغیر چہرہ کو لکھا مگر نہ معلوم جو رسول صاحب خلق عظیم ہو وہ کیونکر بلا بیان مدعا علیہ ناراض ہو سکتا ہے کیونکہ طریقہ عدل تو یہی ہے کہ مدعی کا بیان لیکر مدعا علیہ کا بیان لے اوسکے بعد فیصلہ حق کرے پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول محض بیان ابوبکر پر اعتماد کر کے ناراضی کا اظہار کریں حالانکہ خدا فرماتا ہے ولا تکن للخائنین خصیما تم خائنوں کے حمایتی نہ بنجاو پھر کیونکر ممکن تھا کہ رسول اللہ بلا تحقیق جرم ایک کے طرفدار بنجائیں وہ بھی اس طرح وفی حدیث ابی امامۃ عند ابی یعلی فی نحو ہذہ القصۃ فجلس عمر فاعرض عنہ ای النبی ثم تحول فجلس الی الجانب الاخر فاعرض عنہ ثم قام فجلس بین یدیہ فاعرض عنہ ص۳۶ فتح الباری۔

یعنی حضرت ایسا ناراض ہوئے کہ عمر جس طرف بیٹھتے تھے حضرت منہ پھیر لیتے۔ غرض یہ بالکل تعجب خیز ہے کہ بلا تحقیق جرم حضرت اس طرح غضبناک ہوں کہ عمر کی طرف سے حضرت منہ پھیر لیں حالانکہ مثل ابوبکر وہ بھی سسر تھے اور فضائل و مناقب میں عمر کا کچھ درجہ بھی کچھ کم نہ تھا پھر کیونکر ممکن ہے کہ حضرت حمایتی بنجائیں بلا تحقیق جرم ابوبکر حضرت اولٹا غصہ عمر پر دکھائیں۔

پندرھویں لکھتے ہیں حتی اشفق ابوبکر گو ابوبکر خود ڈرے ان یکون من رسول اللہ الی عمر ما یکرہ کہ رسول اللہ سے عمر کی نسبت وہ بات ہو جو عمر کو ناگوار ہو کیونکہ اب تو بجز زد و کوب کوئی بات باقی نہیں رہی کہ حضرت بحمایت ابوبکر عمر کو ماریں۔

سولھویں یہ کہ ابوبکر نے کہا ہمنے واللہ دو مرتبہ ظلم کیا۔ پھر تعجب ہے کہ ظلم تو ہوا ابوبکر کا جسکو وہ بقسم کہتے ہیں کہ ہمنے عمر پر دو مرتبہ ظلم کیا اور حضرت حمایت کریں ابوبکر کی۔ کیا یہ کس طرح ممکن ہے۔

ستترہویں حضرت نے فرمایا کہ خدا نے مجکو مبعوث کیا تو سب نے تکذیب
کی اور ابوبکر نے تصدیق کی۔ بس اسی جملہ کے لئے یہ ساری روایت گڑھی گئی۔ ہے
جس میں بہت سے افترا رسول اللہ پر کئے گئے۔ اب آپ اسکی تحقیق کیجئے کہ آیا یہ کلام
رسول اللہ ہو سکتا ہے کیونکہ تحقیقات سابق سے معلوم ہو چکا ابوبکر کا اسلام پچاس
آدمیوں سے زیادہ لوگوں کے بعد ہے جس میں کسی طرح عذر نہیں ہو سکتا تو کیا اس عالم
میں حضرت فرما سکتے ہیں فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق کہ سب نے کہا تمنے جھوٹھ دعوی کیا اور
ابوبکر نے کہا سچ کیا۔

حضرات اہلسنت نے ہزاروں کوشش سے اگر کوئی بات بنائی ہو تو اسقدر کہ ابوبکر آزاد مردوں میں سب سے پہلے
اسلام لائے تو کیا حضرت بھی آپ کے حساب سے کلام فرماتے ہیں کہ جسطرح یہ کلام سچ قرار پائے کہ ابوبکر نے تصدیق کی
اور سب نے تکذیب کی حالانکہ خود بخاری میں ہے کہ سعد کا دعوی تھا ہمسے پہلے اسلام کوئی نہیں لایا
اگر اسپر بھی آپکی تسکین خاطر ہو تو کتاب استیعاب ابن عبدالبر کی جلد ۲ صفحہ ۷۲۱ ملاحظہ ہو۔

عن مسروق عن عائشہ قالت کان رسول اللہ لا یکاد یخرج من البیت حتی یذکر
خدیجہ فیحسن الثناء علیہا فذکرہا یوما من الایام فادرکتنی الغیرۃ فقلت ہل کانت
الا عجوزا فقد ابدلک اللہ خیرا منہا فغضب حتی اہتز مقدم شعرہ من الغضب
ثم قال لا واللہ ما ابدلنی اللہ خیرا منہا آمنت بی اذ کفر الناس وصدقتنی اذ
کذبنی الناس وواستنی فی مالہا اذ حرمنی الناس ورزقنی اللہ منہا اولادا
اذ حرمنی اولاد النساء قالت عائشہ فقلت فی نفسی لا اذکرہا بسیئۃ ابدا

پھر لکھتے ہیں عن عائشہ قالت ذکر رسول اللہ خدیجہ ذات یوم فتناولتہا فقلت
عجوز کذا وکذا قد ابدلک اللہ بہا خیرا منہا قال ما ابدلنی اللہ خیرا منہا لقد
آمنت بی حین کفر بی الناس وصدقتنی حین کذبنی الناس واشرکتنی فی
مالہا حین حرمنی الناس ورزقنی اللہ ولدہا وحرمنی ولد غیرہا فقلت
واللہ لا اعاتبک بعد الیوم۔

یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت کا معمول تھا کہ دولتخانہ سے باہر نہ نکلتے تھے جسوقت تک

جب تک حضرت خدیجہ کی مدح وثنا کر لیتے ایکروز ہمکو غیرت آگئی اور کہا کیا اوس بڑھیا کا آپ ذکر کرتے ہیں خدا نے اوس سے بہتر آپکو دیا حضرت اس کلام سے اسقدر غضبناک ہوئے کہ مقدم سر کا بال کھڑا ہو گیا اور فرمایا ہرگز قسم بخدا ہمکو اوس سے بہتر نہیں دیا خدا نے کہ وہ اوسوقت ایمان لائیں جبکہ سب کافر تھے اور اوسوقت تصدیق کی جبکہ سب نے تکذیب کی اوسوقت ہمارے ساتھ اپنے مال سے مواسات کیا کہ سب نے محروم کیا خدا نے ہمکو اوس سے اولاد دی جبکہ اور عورتوں کی اولاد سے محروم کیا۔ دوسری روایت میں بھی یہی مضمون ہی۔ اصابہ ج ۸ صہ ۶۲ میں بھی یہی روایت ہے پھر فرمایئے کونسی روایت صحیح ہی۔ صحیح بخاری کی یا اصابہ و استیعاب کی کیونکہ اگر روایت صحیح بخاری صحیح مانی جاوے تو تمامی کتب اہلسنت کی تکذیب لازم آتی ہی جس میں یہ مذکور ہی کہ حضرت خدیجہ مطلقاً اول مسلمہ ہیں تو حضرت کا یہ فرمانا کہ سب نے کفر کیا وہ اسلام لائیں اور تصدیق کی اور مواسات کی سب درست ہوتا ہی

لہذا موضوعیت روایت بخاری میں کوئی عذر ہی نہیں ہو سکتا کہ کوئی صفت ان صفات سے اون میں نہیں پائی بجز اسکے کہ بخاری نے براہ بندہ نوازی یہ روایت تصنیف کی

اگر مواسات مالی کا حال آپکو دیکھنا ہو تو سورہ والضحی کی تفسیر ملاحظہ ہو تفسیر ابو سعود میں ہے صہ ۶۰ حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۸

ووجدک عائلا فاغنی + فاغناک بمال خدیجہ او بمال حصل لک من ربح التجارة اوبما افاء علیک من الغنائم۔

دیکھیے اس میں گو اختلاف کیا گیا ہی مگر مقدم ذکر مال حضرت خدیجہ ہی کہ خدا نے آپکو غنی کیا مال خدیجہ سے اوسکے بعد ہو کر نفع تجارت ہی کہ وہ بھی بذریعہ مال حضرت خدیجہ سے حاصل ہوا یا مال غنیمت سے۔

(۲) تفسیر معالم التنزیل میں ہی فاغناک بمال خدیجہ ثم بالغنائم صہ ۴۹۲

یعنی خدا نے آپکو مال خدیجہ سے غنی کیا پھر مال غنیمت سے۔

تفسیر کشاف میں ہی صہ ۲۷۸ فاغناک بمال خدیجہ او بما افاء علیک من الغنائم۔

تفسیر خازن صہ ۲۸۶ ج ۴ تفسیر مدارک صہ ۳۸۷ میں بھی یہی روایت ہے۔

اور تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے روی انہ علیہ السلام دخل علی خدیجہ وھو مغموم فقالت له مالک فقال الزمان زمان قحط فان انا بذلت المال ینفذ مالک فاستحی منک وان انا لم ابذل اخاف الله فدعت قریشا وفیھم الصدیق قال الصدیق فاخرجت دنانیر حتی بلغت مبلغا لم یقع بصری علی من کان جالسا قدامی لکثرۃ المال ثم قالت اشھدوا ان ھذا المال ماله ان شاء فرقه وان شاء امسکه صفحہ

اور یہی روایت تفسیر نیشاپوری صلاا ج ۳ حاشیہ طبری میں ہے۔

کہ ایک روز آنحضرت مغموم و مہموم داخل ہوئے حضرت خدیجہ پر تو حضرت خدیجہ نے وجہ غم پوچھا تو آپنے فرمایا یہ زمانہ قحط ہے اگر ہم تمھارا مال خرچ کردیں تو سب مال خرچ ہو جائیگا اور تمسے شرمندہ ہونگے اور اگر نہ خرچ کریں تو خدا سے خوف آتا ہے حضرت خدیجہ نے یہ سنکر تمام قریش کو بلایا جمیں ابوبکر بھی تھے (اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے) ابوبکر کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ نے اشرفیاں نکالیں اور اسقدر اوسکا انبار لگایا کہ کثرت مال سے وہ لوگ چھپ گئے جو ہمارے آگے بیٹھے تھے اوسکے بعد کہا اے قریش تم گواہ رہو کہ یہ کل مال حضرت کا ہے چاہے لوگونکو دیدیں یا چاہیں تو اپنے پاس رکھیں۔ پھر حیف ہے کہ جس مال کی صفت خداوند عالم یہ بیان کرے کہ اس مال کی بدولت ہمنے تمکو غنی کردیا اور جسکی قوت ایمانی ایسی ہو کہ حضرت کے قلب اقدس کی تسکین کرتی ہو اوسکی فضائل و مناقب کو بخاری اسطرح مٹا رہے ہیں کہ اون سب صفتونکو مال ابوبکر قرار دیرہے ہیں حالانکہ اسی روایت کے ابتدا میں یہ قصہ ہے کہ ابوبکر خرما کے ایک ڈالی کیلیے اسطرح عمر اور ربیعہ بن جعفر سے لڑ رہے ہیں انا لله وانا الیه راجعون۔

ہاں تفسیر کبیر میں یہ بھی ہے ان الله اغناہ بتربیۃ ابی طالب ولما اختلت احوال ابیطالب اغناہ بمال خدیجہ کہ خدا نے پہلے تو آپکو تربیت حضرت ابوطالب کے بدولت غنی کیا پھر مال حضرت خدیجہ سے غنی کیا)

اسکے بعد ابوبکر کا خیال پیدا ہوا تو کہا جب مال حضرت خدیجہ میں اختلال ہوا تو مال ابوبکر سے غنی کیا پھر بذریعہ ہجرت پھر بذریعہ اعانت انصار پھر بذریعہ جہاد جس سے آپکو غنیمت ملتی یہ سب باتیں

اگرچہ نزول سورہ کے بعد حاصل ہوئیں مگر چونکہ یہ امور مثل واقع کے تھے لہذا گویا واقع ہو گیا تھا دیکھیے جس ترتیب سے ابوبکر کی اولیت اسلام دکھائی گئی کہ گو پچاس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے مگر چونکہ آزاد مرد بھی تھے لہذا یہی اول مسلمین ہیں اوسی طرح یہاں بھی اون کی مالداری کو بہ ترتیب مذکور قرار دیا۔

چوتھی وجہ غنا یہ لکھی کہ بذریعہ اصحاب آپکو غنی کر دیا کیونکہ جب عمر مسلمان ہوئے تو کہا چھپکر عبادت نہ کیجیے حضرت نے کمی اصحاب کا عذر کیا تو عمر نے کہا خدا اور ہم کافی ہیں (حبیذا خوش) لہذا خدا نے مال ابوبکر اور ہیبت عمر سے غنی کیا۔ پانچویں یہ بوجہ قناعت حضرت کو غنی کر دیا چھپے کہ خداوند عالم فرماتا ہے تم دلائل و براہین سے گمراہ سے محتاج تھے لہذا خدا نے تمکو غنی کر دیا انتہی

دیکھیے ایک صحیح واقعہ کو جو نص قرآن مجید میں موجود ہے کسطرح مٹایا جا رہا ہے پھر آپکو اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ اس حدیث صحیح بخاری کی ذریعہ سے حضرت خدیجہ کی ساری خدمتیں مٹا دی جائیں۔

اٹھارہویں اس روایت میں ہے کہ ابوبکر نے اپنی جان اور مال سے مواسات کی مگر جان کی مواسات کا حال تو آپکو معلوم ہے کہ شعب ابو طالب میں حضرت تین برس محبوس رہے کوئی صاحب آئے بعد وفات حضرت ابو طالب جب آپ نے سفر طائف کیا ہے جہاں بہت سے شدائد اوٹھائے وہاں بھی ابوبکر نہ گئے حالانکہ وہانکے لوگوں سے انکے تعلقات بہت قدیم تھے۔

رہی مواسات مالی تو یہ اوسیوقت ممکن ہے جبکہ خود مالدار ہو حالانکہ علامہ ابو جعفر اسکافی انکی مالی حالت کی نسبت لکھتے ہیں کیونکہ جاحظ نے دعویٰ کیا تھا کہ ابوبکر نے چالیس ہزار درہم نوائب اسلام میں خرچ کیا اسکے جواب میں علامہ ابو جعفر اسکافی لکھتے ہیں

اخبرونا علیٰ ای نوائب الاسلام انفق	یعنی بتاؤ کہ اسلام پر کون سی مصیبت
هذا المال وفی ای وجه وضعتاه	پڑی تھی جس میں ابوبکر نے یہ مال کثیر
لیس بجائز ان یخفی ذلک ویدرس	خرچ کیا کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ ایسا امر
حتی یفوت حفظه وینسی ذکره وانتم	مخفی ہو جائے اور نہ معلوم ہو کہاں
فلم تقفوا علی شیی اکثر من عتقه بزعمکم	صرف کیا دیہ تو یاد رہ گیا کہ چالیس ہزار

ست رقاب لعلها لا یبلغ ثمنها فی ذلک
العصر مائة درهم وکیف یدعی الانفاق
الجلیل وقد باع من رسول الله صلی الله
علیه واله وسلم بعیرین عند خروجه
الی یثرب واخذ منه الثمن فی مثل تلک
الحال روی ذلک جمیع المحدثین وقد
رویتم ایضا انه کان حیث کان بالمدینة
غنیا موسلا ورویتم عن عائشة انها
قالت هاجر ابوبکر وعنده عشرة الاف
درهم وقلتم ان الله تعالی انزل فیه
ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعة
ان یوتوا اولی القربی قلتم هو فی ابی بکر
ومسطح بن اثاثه فاین الفقر الذی زعمتم
انه انفق حتی تخلل بالعباء ورویتم ان
لله تعالی فی سمائه ملئکة قد تخللوا
بالعباء وان النبی صلی الله علیه واله
وسلم راهم لیلة الاسراء فسال جبریل
عنهم فقال هولاء ملائکة تاسوا
بابی بکر بن ابی قحافة صدیقک فی الارض
فانه سینفق علیک ماله حتی تخلل
عباء فی عنقه وانتم ایضا رویتم ان
الله تعالی لما انزل اية النجوی فقال
یا ایها الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول

درہم تھا اور یہ بالکل بھول گئی کہ کس
کام میں صرف کیا) بڑا سے بڑا خرچ
تمنے یہ نکالا ہے کہ چھ غلام کو آزاد
کرایا جسکی مجموعی قیمت اوس زمانہ میں
سو درہم سے زیادہ نہوگی اور کیونکر
اسکا دعوی کیا جاسکتا ہے کہ اونھوں نے
مال کثیر خرچ کیا حالانکہ بوقت ہجرت دو
اونٹ اونھوں نے رسول کو ہاتھ بیچا اور قیمت
اوسکی وصول کی تم یہ بھی بیان کرتے ہو کہ
وہ مدینہ میں مالدار تھے اور عائشہ سے روایت
کرتے ہو کہ وقت ہجرت ابوبکر کے پاس دس ہزار
درہم تھا اور تم کہتے ہو کہ آیہ ولا یاتل اولوا
الفضل منکم ابوبکر و مسطح بن اثاثہ کی بابت میں
نازل ہوا پھر وہ فقر کیا ہوا جسکے تم مدعی ہو
ابوبکر اسقدر نادار ہوگئے کہ کمبلی عبا پہنتے اور
ملئکہ کو اوس ہیئت میں دیکھا اور خدا نے کہا یہ
تاسی ابوبکر کر رہے ہیں تم ہی اسکی روایت بھی
کرتے ہو کہ جب آیہ نجوی نازل ہوا
تو بجز جناب امیر کسیلئے اوسپر عمل نہ کیا۔
حالانکہ تم کہتے ہو کہ جناب امیر فقیر تھے
اور ابوبکر کے بسنبت کہتے ہو کہ وہ بڑے
مالدار تھے - مگر ایک درہم بھی صدقہ
میں نہ دیا جسپر خدا نے عتاب بھی کیا

فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ ذلکم خیر لکم الآیۃ لم یعمل بہا الا علی بن ابی طالب وحدہ مع اقرارکم لفقرہ وقلۃ ذات یدہ وابوبکر فی الحال التی ذکرنا من السعۃ امسک عن مناجاتہ فعاتب اللہ المؤمنین فی ذلک فقال أاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات فاذ لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فجعلہ سبحانہ ذنبا یتوب علیہم منہ وہو امساکہم عن تقدیم الصدقۃ فکیف سخت نفسہ بانفاق اربعین الفا وامسک عن مناجاۃ الرسول وانما کان یحتاج فیہا الی اخراج درہمین واما ما ذکروہ من کثرۃ عیالہ ونفقتہ علیہم فلیس فی ذلک دلیل علی تفضیلہ لان نفقتہ علی عیالہ واجبۃ مع ان ارباب السیرۃ ذکروا انہ لم یکن ینفق علی ابیہ شیئا وانہ کان اجیرا لابن جدعان علی مائدتہ یطرد عنہا الذبان عبقات الانوار ص۵۱۱

پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ چالیس ہزار درہم تو صرف کیا اور مناجات رسول میں دو درہم بھی نہ صرف کیا جس سے وہ مناجات رسول سے محروم رہے تم یہ بھی کہتے ہو کہ وہ اپنی اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اس میں کونسا فخر ہے کیونکہ نان ونفقہ عیال کا تو سب پر واجب ہے مگر اسکے ساتھ وہ اپنی باپ ابو قحافہ کو کچھ نہ دیتے تھے وہ ابن جدعان کے اجیر تھے کہ اوس کے دستر خوان پر مگس رانی کیا کرتے۔

غرض مالداری ابوبکر کی بہت سی روایتیں بنائی گئیں مگر خود محققین علماء اہلسنت نے سب کو رد کر دیا اور سب سے بڑھکر یہی دلیل ہے کہ عمر سے چند دانہ خرما یا ایک ڈالی پر اسطرح لڑائی ہو رہی ہے اور رسول اللہ کے سامنے قصہ پیش ہو رہا ہے کیا جو شخص مالدار ہوتا ہے اوس سے کبھی ایسی رذالت سرزد ہو سکتی ہے کہ چند دانہ خرما پر جنگ وجدل ہو

اونتیسویں فہل انتم تارکوالی صاحبی کہ حضرت عمر سے فرمایا کیا تم لوگ ہماری ساتھی کو چھوڑدوگے اس میں پہلی غلطی تو یہ ہے کہ یہاں حذف النون من خطاء الرواۃ کہ تارکون ہونا چاہیئے مگر راویوں کی غلطی سے نون گر گیا دوسرے یہ کہ معلوم ہوا صحابہ پر ظلم و ستم کی ابتدا بھی عمر سے ہوئی کہ حضرت نے اونسے کہا کیا تم لوگ ہمارے صحابی کو چھوڑ دوگے حالانکہ اصل ظالم خود خلیفہ اول ہیں کہ خود فرماتے ہیں ان انا کنت اظلم مرتین کہ ہمنے دومرتبہ ظلم کیا مگر حضرت ظالم عمر کو بتا رہے ہیں بیسویں یہ کہ فما اوذی بعدھا اسکے بعد پھر کبھی ابوبکر کو ایذا نہ دیگئی مگر ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ زیادتی صرف ہشام بن عمار کی روایت میں ہے مگر اسکے بعد بھی وہ روایت لکھتے ہیں کہ ربیعہ بن جعفر سے اور ابوبکر سے اسیطرح کی تکرار ہوئی۔

اگر حضرات اہلسنت صرف اسی روایت کو بغور دیکھیں تو معلوم ہو کیسی وضعی روایت ہے کہ ایک جزو بھی اسکا صحیح نہیں رہتا کیونکہ سرتاپا تمامتر غلط اور موضوع ہے نہ اول حصہ درست ہے نہ آخر حصہ۔

صحیح بخاری حدثنا معلی بن اسد ثنا عبد العزیز بن المختار ثنا خالد عن ابی عثمان ثنی عمرو بن العاص ان النبی بعثہ علی جیش ذات السلاسل فاتیتہ فقلت ای الناس احب الیک قال عائشہ فقلت من الرجال قال ابوھا قال فقلت ثم من قال عمر بن الخطاب فعد رجالا

یعنی ابو عثمان عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے انکو لشکر ذات السلاسل کیساتھ روانہ کیا تو بعد معاودت حضرت سے پوچھا کون شخص انکی نزدیک زیادہ محبوب ہے حضرت نے فرمایا عائشہ اسنے کہا مردوں سے فرمایا اسکا باپ پھر پوچھا اور کون تو فرمایا عمر پھر چند آدمیوں کا نام لیا۔

اگرچہ اس سلسلہ سند کیساتھ ضرورت جرح نہ تھی کیونکہ عمرو عاص راوی ہے جسکا کذب و افترا اور دشمن جناب امیر ہونا تمام عالم پر ظاہر ہے جسکے بعد اسکی روایت کا وہی وزن ہو سکتا ہے جو ابن ملجم کی روایت کا وزن ہو۔ مگر لیکن تاہم بھی ایسے قدرتی اسباب اسکے

موضوعیت کو جمع ہیں کہ ہر شخص کو یقین ہوگا یہ روایت بھی موضوع ہے کیونکہ اس حدیث کا شان نزول فتح الباری میں یہ لکھا ہے وقع عند ابن سعد سبب ہذا السوال وانہ وقع فی نفس عمر لما امرہ النبی صلعم علی الجیش وفیہم ابوبکر وعمر انہ مقدم عندہ فی المنزلۃ علیہم فسالہ بذلک یعنی ابن سعد کی روایت میں سبب اس سوال کا یہ ہوا کہ جب حضرت نے اسکو سردار لشکر مقرر کیا حالانکہ اوسمیں ابوبکر وعمر بھی تھے تو اسکے خیال میں گذرا کہ ہمارا درجہ رسول اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ ہے لہذا یہ سوال کیا۔

عمرو عاص کی نسبت اہلسنت میں مشہور ہے کہ سب سے زیادہ عقلمند ہوشیار تین ہی آدمی تھے عمر بن الخطاب۔ معویہ۔ عمرو عاص مگر اس حدیث سے اوسکی ساری عقلمندی ظاہر ہوا ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث بتاتی ہے صرف اس سرداری لشکر سے یہ خیال ہوا کہ ابوبکر وعمر سے ہم افضل ہیں تو کیا ایسا خیال کرنیوالا آدمی کسی عاقل کے نزدیک عقلمند ہوسکتا ہے کیونکہ عمرو عاص کی نسبی حالت یہ تھی کہ تمامی قریش بلکہ عرب اس کو ولد الزنا جانتے تھے پھر وہ کیونکر خیال کرسکتا تھا کہ ہم ابوبکر وعمر سے افضل ہیں۔

دوسرے یہ اور خالد بن ولید بعد فتح مکہ ۸ھ میں مسلمان ہوئے اسوجہ سے کہ اب قوت قریش کی زائل ہوچکی تھی اور چند خیانتیں بھی خود قریش کیساتھ کی تھیں صفحہ ۳۲۲ مدارج النبوۃ۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو شخص ان جرائم اور افعال قبیحہ کا مرتکب ہو وہ اسکا گمان کرے کہ ہم ابوبکر اور عمر سے افضل ہیں۔

تیسرے یہ کہ اسلام عمرو عاص یکم صفر ۸ھ کو ہے جس روز وہ مدینہ میں داخل ہوا اور ماہ جمادی الآخر میں یہ جنگ ذات السلاسل پیش آئی جسکا سردار عمرو عاص بنایا گیا اور اوسکے مدد میں ابو عبیدہ جراح دو سو سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے جس میں ابوبکر وعمر بھی تھے حضرت نے حکم دیا تھا کہ جاکر عمرو عاص سے ملجاؤ مگر دیکھو اختلاف نکرنا ابو عبیدہ نے چاہا اپنے لشکر کیساتھ نماز پڑھیں عمرو عاص نے کہا تم ہماری مدد کیلئے آئے ہو لہذا ہمارے ساتھ نماز پڑھنا چاہیے ابو عبیدہ نے مان لیا صفحہ ۸۳ تاریخ خمیس جلد ۲ کیونکہ حضرت نے فرمایا تھا اختلاف نکرنا اور یہ عام مسئلہ اہلسنت ہے صلوا خلف کل بر و فاجر تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ صرف اتنے سے فضیلت کے سبب سے عمرو عاص یہ خیال کریں کہ ہم ابوبکر وعمر سے افضل ہیں حالانکہ کل پانچ چھ مہینہ اوسکے اسلام کو ہوئے

اور کوئی بات اونسے تقوی یا فقہ کی نظاہر ہوئی تھی جس سے اسکی فضیلت کا خیال ہو سکے۔
غرض اگر دنیا میں کوئی عقلمند ایسا گذرا ہے جسنے پانچ مہینے کے اسلام قبول کرنیکے بعد یہ خیال کیا ہو کہ ہم سارے صحابہ سے افضل ہیں تو ہم مان سکتے ہیں کہ عمرو عاص نے ایسا خیال کیا ہو کہ ہم ان شیوخ صحابہ سے افضل ہیں ہاں اگر ابوبکر عمر کی حالت اس سے بھی بدتر رہی ہو تو یہ بات دوسری ہے مگر حضرت نے تو صاف صاف کہدیا تھا کہ میخواہم ترا بلشکرے فرستم تا غنیمت بدست تو آید صفہ ۳۴

کہ ہم اس وجہ سے تجھے سردار لشکر بناتے ہیں کہ کچھ مال غنیمت ہاتھ لگے پس عمر انتظار امارت سے می بود یعنی اس بشارت کے بعد وہ برابر متوقع رہا

و اور از طرف مادر با اہل بیت خویشی بود پس حضرت خواست کہ ایشان را بواسطہ عمرو عاص ترغیب باسلام حاصل شود صفہ ۳۴

کہ عمرو عاص کو دہا لگوں کو نسے قرابت مادری حاصل تھی لہذا حضرت نے چاہا کہ بواسطہ عمر اونسے اسلام کی الفت حاصل ہو پھر باوجود ان باتوں کے کیونکر عمرو عاص کے خیال میں یہ خطور گذرا ہوگا کہ ہم ابوبکر و عمر سے افضل ہیں۔

غرض جب یہ خیال ہر طرح باطل تھا تو بالکل تہمت ہے کہ اونسے حضرت سے ایسا سوال کیا ہو کہ کون افضل ہے اس امید پر کہ آپ اسکی فضیلت کا اعتراف کرینگے کیونکہ ایاز قدر خود بشناس مشہور ہے وہ کسیطرح کسی حیثیت سے بھی اسکا خیال نہ کرسکتا تھا کہ ہم میں کسی قسم کی فضیلت ہے یہ بخاری نے محض اس خیال سے وضع کیا کہ گو یہ دشمن جناب امیر ہے مگر صحابی ہے اس کی حدیث مقبول ہو جائیگی حالانکہ کسیطرح وہ ایسا سوال ہی نہ کرسکتا تھا مگر یہ کوئی اوس کی جنون کا قائل ہو ولا قائل بہ احد

اگر فرض محال کیطور پر مان بھی لیا جائے کہ عمرو عاص نے ایسا سوال کیا ہو تو حضرت کا یہ جملہ نہایت بلیغ تھا کہ حضرت نے فرمایا عائشہ کیونکہ عمرو عاص کو جو کچھ غرہ تھا اپنے شجاعت پر کہ غزوہ ذات السلاسل فتح کر آئے لہذا حضرت نے بتادیا کہ ایسے شجاعت سے تو عائشہ افضل ہیں کیونکہ وہ آٹھ سال سے خدمت رسول میں حاضر ہیں۔

طرہ تو یہ ہے کہ ابن حجر لکھتے ہیں جب حضرت نے فضیلت ابوبکر کا نام لیا تو بروایت مغازی
فسکت مخافۃ ان یجعلنی فی آخرھم عمرو عاص کہتے ہیں ہم چپ ہو رہے اس خوف سے کہ
کہیں سب کے آخر میں ہمارا نام نہ لیں چہ خوش بنیڈکی کو بھی زکام ہوا عمرو عاص کو اسکا خیال تھا
کہ اگر ابوبکر سے ہم افضل نہیں ہیں تو عمر بن الخطاب سے ضرور افضل ہیں لاحول
ولا قوۃ الا باللہ

ہاں ایک **مزہ دار روایت** یہاں ابن حجر لکھتے ہیں واخرج احمد وابوداؤد والنسائی بسند
صحیح عن النعمان بن بشیر قال استاذن ابوبکر علی النبی فسمع صوت عائشۃ
وھی تقول واللہ لقد علمت ان علیا احب الیک من ابی الحدیث صـ ۳۶۱

یعنی امام احمد وابوداؤد ونسائی نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ ایکروز ابوبکر نے اذن حضوری
طلب کیا تو عائشہ کو بلند آواز سے کہتے سنا کہ حضرت سے وہ کہہ رہی ہیں ہمکو معلوم ہوگیا کہ علی سے
آپکو زیادہ محبت ہے بہ نسبت ہمارے باپ کے۔

جس سے معلوم ہوا کہ عائشہ لڑ رہی ہیں کہ آپ جناب امیر کو ہمارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے ہیں
جسکو خود ابوبکر نے سنا تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ حضرت عمرو عاص سے یہ فرمائیں کہ مردوں میں سب سے
زیادہ محبوب ابوبکر ہیں مگر یہ کہا جائے حضرت نے تقیہ کیا ہو کیونکہ عمرو عاص مخصوصین عائشہ
وابوبکر سے ہیں۔

شاعر نے خوب کہا ہے درحرمی بر سر آبہ بیند تا کہ آواز خاتون گردد بلند کیونکہ آپنے دیکھا کس
طرح عائشہ حضرت سے لڑ رہی ہیں اور آواز بلند ہے کہ آپ علی کو ہمارے باپ سے زیادہ دوست
رکھتے ہیں۔

آپنے آج تک یہ نہ سنا ہوگا کہ کسی سوت نے اپنی خواہش کی ہو کہ ہمارے باپ کو اپنی داماد سے
زیادہ چاہو کیونکہ اگر کسی قسم کی تکرار ہوتی ہے تو اس میں کہ ہمارے لڑکے کو اپنی پہلی زوجہ کی
اولاد سے کم پیار کرتے ہو مگر یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ آپ اپنے اولاد کو ہمارے باپ دادا سے
کیوں زیادہ چاہتے ہیں؟

مگر رسول کو یہ مصیبت بھی پیش تھی کیونکہ تین زوجہ آپکی ایسی تھیں جنکے باپ زندہ تھے

عائشہ کے باپ ابوبکر حفصہ کے باپ عمر ام حبیبہ کے باپ ابوسفیان کو سرالی کا یہی تقاضا ہوگا
ہمارے باپ کو زیادہ چاہیے پھر بتایئے حضرت کس مصیبت میں مبتلا ہونگے اور اتنی حدیثیں
جو بنی ہیں اسی اصول پر مگر اسکا کسیکو خیال نہ آیا کہ محبت افعال قلب سے ہے کسکو اختیار ہے
کہ ایکطرف سے پھیر کر دوسرے طرف لیجائے اسپر ان جھگڑوں کا ماجرا ہے۔ ابن حجر کو تو
ہر جگہ یہی فکر رہتی ہے کہ بخاری کے تناقض بیان کو دفع کریں لہذا یہاں بھی بات بنادی
ویمکن الجمع باختلاف جهة المحبة فيكون في حق ابي بكر على عمومه بخلاف علي
ويصح حينئذ دخوله فيمن ابهمه عمرو۔

چونکہ روایت بخاری میں یہ تھا کہ عمرو عاص نے عمر کے بعد کہا کہ حضرت نے اور مردوں کا نام لیا مگر
بیان نہیں کیا اسپر روایت عائشہ لکھا تھا کہ جناب امیر کا نام بھی اونھیں لوگوں میں تھا مگر چونکہ
اس میں تناقض پیدا ہوتا ہے لہذا کہا کہ یوں جمع ہوسکتا ہے کہ ابوبکر کی احبیت بطور عام تھی
کہ سب سے زیادہ محبوب بھی سب تھے بخلاف جناب امیر کے احبیت کے کہ وہ بالعموم نہ تھی تو اب اموقت
میں صحیح ہوگا یہ کہنا کہ عمرو عاص نے جو ابہام کیا اوسمیں جناب امیر بھی داخل تھے۔
کیا خدا کی شان ہے کہ عائشہ تو چیخ چیخ کر لڑ رہی ہیں کہ آپ حضرت علی کو ہمارے باپ سے
زیادہ چاہتے ہیں جسپر وہ قسم بھی کھا رہی ہیں اور ابن حجر اوس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آنحضرت کو
ہی ابوبکر سے من جهة العموم سب سے زیادہ محبت تھی اور حضرت علی سے بالخصوص تو اب
فرمایئے ابن حجر زیادہ سچے ہیں یا بی بی عائشہ جو اسطرح سے چیخ رہی ہیں کہ آنحضرت اسے اوسکو
سنتے ہیں اور کسیکو اسپر تعجب نہیں ہوتا کہ صحبت رسول کا اثر کیا اثر ہوا جو اسطرح چیخ رہی ہیں
ہاں چونکہ عمرو عاص کی دشمنی جناب امیر سے تمام اہل اسلام کو معلوم ہے لہذا ابن حجر نے
اوسکا بھی دفعیہ کردیا ومعاذ الله ان نقول كما تقول الرافضة من ابهام عمرو
فيما روى لما كان بينه وبين علي رض فقد كان النعمان مع معاوية على علي
ولم يمنعه ذلك من التحديث بمنقبته على ولا ارتياب في ان عمرا افضل
من النعمان والله اعلم
معاذ اللہ کہ جسطرح روافض کہتے ہیں عمرو عاص نے اسوجہ سے ابہام کیا ہو کہ جناب امیر سے

اوسکو دشمنی تھی کیونکہ نعمان جو راوی حدیث عائشہ ہے وہ بھی تو دشمن جناب امیر تھا مگر اوسنے فضائل جناب امیر کی روایت کی تو عمرو عاص تو افضل تھا نعمان سے۔ مطلب یہ ہے کہ عمرو عاص کے عداوت سے یہ نہیں لازم آتا کہ اسوجہ سے جناب امیر کا نام نہ لی کیونکہ نعمان بھی تو دشمن تھا مگر عائشہ والی حدیث کو بیان ہی کر دیا لہذا معلوم ہوا کہ حدیث عمرو عاص بوجہ عداوت ناقابل قبول نہیں ہے۔

مگر یہاں گفتگو ابہام میں نہیں ہے کہ کیوں عمرو عاص نے جناب امیر کا نام بعد عمر نہ لیا بلکہ اصل حدیث کے موضوعیت میں بحث ہے جسکو ہمنے بدلائل ثابت کر دیا رہا روایت فضائل جناب امیر تو یہ قدرت خداوند عالم اور تاثیر حق ہے کہ دشمنوں سے بھی حق کا اقرار کرا دیتا ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء چنانچہ تحریر سابق میں دیکھ لیا کہ ایک حدیث بھی فضیلت ابوبکر میں آجتک نہ ثابت ہو سکی ہر چند بخاری نے بہت زور لگایا مگر خود اونہیں کی بیان سے ہر روایت کی موضوعیت بھی نمایاں ہو گی والحمد للہ۔

ہاں ابن حجر ایک روایت یہ بھی لاتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا احب الناس عائشہ ہیں اور مردوں میں ابوبکر۔ عمر ابو عبیدہ غرض باستثنار جناب امیر سب ہی حضرت کے نزدیک احب الناس ہیں کیونکہ عمرو عاص تو یہی کہہ رہے ہیں فسکت مخافۃ ان یجعلنی فی اٰخرھم یعنی ہمنے بخطر اسوجہ سے سکوت کیا کہ کہیں ایسا نہو ہمارا نام سب کی آخر میں لیں۔ جس سے اور بھی اسکی تائید ہوتی ہے کہ عمرو عاص اپنے کو سب سے افضل جانتا تھا اسوجہ سے سکوت کیا تو کیا اہلسنت اس پر راضی ہو سکتے ہیں کہ عمرو عاص نے ایسا خیال کیا ہو اور حضرت نے ایسا سوال و جواب کیا ہو۔ بہر حال اسکی بحث چونکہ سابقًا مرقوم ہو چکی ہے اسلیئے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب ابن عمر نے اس قسم کی حدیث بنائی تو عمرو عاص کی جرات ــــــ اور عداوت کیسی بڑھی ہوئی ہے پھر جو کچھ نہ وہ کرے کم ہے مگر خدا کے فضل و کرم سے علامات وضع اس حدیث میں ایسے ہیں کہ کسیطرح وہ حدیث قابل قبول نہیں رہ سکتی۔

صحیح بخاری حدثنا ابو الیمان انا شعیب عن الزھری ثنی ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف ان ابا ھریرہ قال سمعت رسول اللہ یقول بینما

(۱) حدیث [illegible]

راع فی غنمہ عدا علیہ الذئب فاخذ منہا شاۃ فطلبہ الراعی فالتفت الیہ الذئب فقال من لہا یوم السبع یوم لیس لہا غیری) وبینما رجل یسوق بقرۃ قد حمل علیہا فالتفتت الیہ فکلمتہ فقالت انی لم اخلق لہذا ولکنی خلقت للحرث فقال الناس سبحان اللہ قال النبی صلعم فانی اومن بذلک وابوبکر وعمر

کہ حضرت نے فرمایا ایکروز ایک چرواہا اپنی بکریوں کو چرا رہا تھا کہ بھیڑیا دوڑا اور ایک بکری لیگیا اسنے چھوڑا لیا بھیڑیے نے پھر کر دیکھا اور کہا کہ کون ہے اوسروز کیلیے جس دن ہمارے سوا کوئی چرانیوالا نہوگا اور اس درمیان میں کہ ایک مرد ایک مرد بیل لئے جاتا تھا جسپر بوجھ رکھے ہوا تھا بیل نے مڑ کر دیکھا اور کہا میں اسواسطے نہیں پیدا ہوا ہوں کہ بوجھ ڈالا جاے ہم تو کھیتی کیواسطے پیدا ہوئے ہیں لوگوں نے کہا سبحان اللہ بیل بولتا ہے) حضرت نے فرمایا اسپر ہم ایمان لاتے ہیں اور ابوبکر و عمر۔

مطلب اس روایت کا صرف اسقدر ہے کہ حضرت نے ابوبکر و عمر کا ایمان لانا بھی اس مضمون پر بیان کیا ہے اس سے بحث نہیں کہ یہ واقعہ کسکا ہے

بخاری نے اس حدیث کو تین باب میں لکھا ہے سب سے پہلے تو کتاب الوکالۃ میں جو بخاری کے آٹھویں پارہ میں ہے اوسکی باب المزارعہ میں ہے ملاحظہ ہو فتح الباری صـ۲۳۲ جزو ہشتم پھر چودہویں پارہ میں جہاں ذکر بنی اسرائیل ہے صـ۲۹۳

ابن حجر لکھتے ہیں لم اقف علی اسم ھذا الراعی وقد اوردہ المصنف الحدیث فی ذکر بنی اسرائیل صـ۳۶۲

یعنی اس حدیث میں جو راعی کا ذکر ہے تو ہمکو آجتک نام اوسکا نہیں معلوم ہوا اور اس حدیث کو بخاری نے ذکر بنی اسرائیل میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ قصہ بنی اسرائیل کا ہے اب اٹھائیے تو دوسرا تماشا دیکھیے کہ بخاری لکھتے ہیں قد کہا کہ بیل ہانکنے والا اوسپر سوار ہے کہ بیل نے اوسنے کہا ہم اسلیے نہیں پیدا ہوئے جسپر عجیب اضطراب پیدا ہوا کہ وہ بیل کہتا ہے ہم صرف کھیتی کیلیے پیدا ہوئے ہیں نہ سواری کیلیے جسپر ابن حجر لکھتے ہیں اس سے حصر نہیں لازم آتا کیونکہ کھایا بھی جاتا ہے حالانکہ حدیث میں کلمہ حصر موجود ہے انما خلقنا للحرث کہ ہم

صرف کھیتی کیلیئے پیدا کیئے گئے ہیں جس سے حصر ظاہر ہے۔

بہرحال اس حدیث میں ہے کہ ہم اور ابوبکر و عمر اسپر ایمان لاتے ہیں حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے اور جو حدیث باب المزارعہ میں ہے وما ہما یومئذ فی القوم صفحہ ۳۷ ہ فتح الباری اوس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں وہاں نہ تھے پھر بیان اسطرح نہ معلوم کسو جہ سے ہے افسوس کہ شوق مناقب ابوبکر نے بخاری سے اسطرح کی حدیث لکھوایا ورنہ یہ حدیث تو اس قابل نہ تھی کہ کوئی قصہ گو بھی بیان کرے کیونکہ اسکا نہ سر معلوم ہے نہ پیر کہ کس موقع پر حضرت نے اسکو بیان کیا اور کیا داعی ہوا کیونکہ یہ واقعہ حضرت کے زمانہ کا تو ہے نہیں پھر کوئی منشا ہونا چاہیئے جو پہلے زمانہ کا قصہ بیان کیا جاوے وہ بھی اسطرح کہ دو واقعہ کو ایک کردیں کہاں تو بھیڑیا بکری کو لیجاتا ہے کہاں گائے پر سواری ہوتی ہے اگر ہم مان لیں کہ حضرت نے بلاوجہ اسکو بیان کیا تو پھر اس فقرہ کو اس سے کیا ربط کہ ہم اور ابوبکر و عمر اسپر ایمان لاتے ہیں حالانکہ وہ دونوں موجود نہیں جنھوں نے اقرار کیا ہے اور دل کا حال تو بجز خدا کوئی جانتا نہیں جو حضرت اسکی خبر دیں کہ ابوبکر و عمر بھی اسپر ایمان لائے اگر یہ کہیئے کہ لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو اس سے تعجب اونکا البتہ ظاہر ہوتا ہے نہ انکار جسپر حضرت کو یہ کہنا پڑے ہزاروں موقع پر سبحان اللہ کہا جاتا ہے مگر انکار نہیں سمجھا جاتا بلکہ اگر کوئی شخص کلام رسول کی تکذیب کرتا ہے تو وہ کافر ہوجاتا ہے تو کیا کوئی شخص کہ سکتا ہے کہ وہ کافر ہوگیا۔

تعجب تو یہ ہے کہ خود حضرت کے زمانہ میں کسی صحابہ کے نسبت یہ واقعہ پیش آیا ہوتا اگر اون کو بخاری نے نہ لکھا نہ خود حضرت نے اونکی نسبت فرمایا کہ ہم اور ابوبکر و عمر اوسپر ایمان لاتے ہیں پھر موجودہ زمانہ کے واقعہ کو چھوڑ کر زمانہ بنی اسرائیل پر جانا اور اوسپر ابوبکر و عمر کے ایمان لانیکو بیان کرنا کیا بیہودہ ہے۔

دیکھیئے خود ابن حجر فرماتے ہیں وقد اورد المصنف الحدیث فی ذکر بنی اسرائیل وھو مشعر بانہ عندہ ممن کان قبل الاسلام وقد وقع کلام الذئب لبعض الصحابۃ فی نحو ھذہ القصۃ فروی ابونعیم فی الدلائل من طریق ربعیہ

بن اویس عن قیس بن عمی وعن اهبان بن اویس قال کنت فی غنم لی فشد الذئب علی شاۃ منها فصحت علیہ فاقعی الذئب علی ذنبہ فخاطبنی وقال من لہا یوم تشتغل عنہا تمنعنی رزقا رزقنیہ اللہ تعالی فصفقت بیدی فقلت واللہ ما رایت شیئا اعجب من ہذا فقال اعجب من ہذا ہذا رسول اللہ بین ہذہ النخلات یدعوا الی اللہ قال فاتی اهبان الی النبی فاخبرہ واسلم فیحتمل ان یکون اهبان اخبر النبی بذلک وکان ابوبکر وعمر حاضرین ثم اخبر النبی بذلک وابوبکر وعمر غائبین فلذلک قال النبی فانی اومن بذلک وابوبکر وعمر ص ۳۶۲ ج ۳

یعنی بخاری نے اس حدیث کو قصہ بنی اسرائیل میں بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ قبل اسلام کا ہے حالانکہ خود بعض صحابہ کو یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ بھیڑیے نے کلام کیا ہے چنانچہ اہبان کا بیان ہے کہ ہماری ایک بکری بھیڑیے نے اوٹھالی ہمنے ڈانٹا تو اوسے چھوڑ دیا اور کہا تو نے ہمارے رزق کو روکا جو خدا نے مقرر کیا ہے تو حسب وز تو دست حساب کتاب میں ہوگا کون ہمکو روکیگا اسپر اہبان نے کہا سبحان اللہ بھیڑیا کلام کرتا ہے اسپر بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ رسول خدا ان درختوں کے درمیان میں ہے جو خدا کیطرف دعوت کرتا ہے تو اہبان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا اسپر ابن حجر کہتے ہیں تو ممکن ہے اوسوقت ابوبکر وعمر بھی موجود ہوں اس کے بعد حضرت نے اسکی اوسوقت خبر دی جب وہ دونوں نہ تھے لہذا حضرت نے فرمایا کہ اسپر ہم ایمان لاتے ہیں اور ابوبکر وعمر۔
یہ ایک توجیہ معقول ہے کہ ابوبکر وعمر کے ایمان لانے کو اس سے تعلق ہو سکتا ہے مگر افسوس اس روایت میں اسکا ذکر نہیں ہے بلکہ ذکر انکا ہے اوس واقعہ میں تو قصہ بنی اسرائیل میں ہے پھر اوس سے اسکو کیا مناسبت۔

اگر بخاری اس روایت کو لکھتے تو حضرت کے دلائل نبوت میں شمار ہوتا اور وہاں ابوبکر وعمر کا نام لینا ایک مناسبت بھی رکھتا تھا مگر اونکو تو نہ حضرت کی نبوت سے بحث ہے نہ اور کسی امر سے صرف فضائل خلفا بیان کرنا ہے۔

طرہ تو یہ ہے کہ اس روایت میں فقال الناس سبحان اللہ ہے جس سے انکا تعجب ظاہر ہے

اور جب حضرت نے فرمایا فانی اومن بذلک انا وابوبکر وعمر مگر خود ابن حجر ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت نے آکر قصہ کو بیان کیا فقال الناس امنا بما امن به رسول اللہ یعنی ہملوگ بھی ایمان لائے جو دعوی تعجب کے خلاف ہے اور پھر اس میں ذکر ابوبکر و عمر بھی زائد ہے

بہر حال اگر یہ حدیث صحیح مانی جاتی تو پہلے حرمت بقر ثابت ہوگی کہ بجز کھیتی کے اور کوئی کام نہ لیا جاوے نہ ذبح ہو نہ کھایا جاوے نہ اوسپر سواری ہو سکے نہ باربرداری تو کیا اہلسنت اس حدیث کو مان سکتے ہیں جس سے آریہ بھی خوش ہونگے کیونکہ سواری و باربرداری کا کام تو وہ بھی لیتے ہیں اور جائز جانتے ہیں

دوسرے دوسرا فقرہ من لہا یوم السبع ہے تو اسقدر اہلسنت کو بہکاتا ہے کہ آج تک اوسکے معنی ہی نہ معلوم ہو سکے کیونکہ اصل معنی یہ ہیں کہ کون بھیڑ بکری کو درندہ کے دن بچاوے گا جسدن بجز ہمارے اوسکا چرانیوالا کوئی نہ ہوگا صفحہ ۵ تلخیص الصحاح جلد ۸

فتح الباری میں ہے یوم السبع میں ضمہ اور سکون دونوں جائز ہے مگر روایت میں ضمہ ہے حربی ضم و سکون کے قائل ہیں سبع مراد اس سے حیوان معروف ہے ابن العربی کہتے ہیں سبع سکون ہے اور ضمہ تحریف ہے ابن الجوزی کہتے ہیں بسکون ہے مگر محدثین بضمہ روایت کرتے ہیں معنی اسکے یہ ہیں کہ جب درندہ اوسکو پکڑیگا تو کوئی اوس سے چھڑا نہ سکیگا تو ہمارے سوا کوئی چرانے والا نہوگا یعنی تو بھاگ جائیگا اور ہم اوس سے قریب ہونگے تو جو کچھ ہم سے بچ رہیگا اوسکو ہم چرائینگے۔

داؤدی کہتے ہیں معنی اسکے یہ ہیں کہ جب اسد اوسکو پکڑیگا تو تو بھاگ جائیگا اور شیر اپنا مطلب پورا کرکے چھوڑ دیگا تو ہمارے سوا کوئی اوسکا چرواہا نہ رہیگا۔

ایک معنی یہ کہا گیا ہے کہ جب فتنہ قائم ہوگا تو بھیڑ بکری سب چھوٹ جائینگی تو اوسکو درندے کھا جائینگے تو گویا یہی بھیڑیے اوسکی چرواہے ہونگے اور اگر سبع بسکون پڑھا جاوے تو ایک معنی یہ ہیں کہ نام ہے اوس موضع کا جہاں بروز قیامت حشر ہوگا اسکو ازہری نے نقل کیا ہے اور اسکی تائید روایت ابوہریرہ سے ہوتی ہے کہ اوسمیں یوم القیامۃ وارد ہے مگر ابن حجر لکھتے ہیں کہ اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بھیڑیا تو اوس روز راعی غنم نہوگا نہ اوسکو

اس سے کسی قسم کا تعلق ہونا - ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ جاہلیت کی ایک عید تھی اوسکا نام سبع تھا جس روز کھیل کود میں سب مشغول ہوتے تو چرواہا بھیڑ بکری سے غافل ہوجاتا اور بھیڑیا اوسپر تسلط ہوجاتا یعنی کہا داعی غیری ہمارے سوا کوئی اوسکا چرواہا نہ ہوگا اسوجہ سے کہا کہ پورا تمکن حاصل ہوگا۔

بعض نے یہ کہا کہ مراد اس سے اوسکا خوف زدہ ہونا ہی کہا جاتا ہی .... الرجل اذا ذعرتہ مطلب یہ ہی کہ بروز خوف کون اوسکا چرواہا ہوگا۔

بعض نے کہا ہے کہ اسبعہ اذا اہملتہ یعنی جب بھیڑ بکری چھوڑ دیے جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے اسبعنا، بعض نے کہا ہی اسبعتہ سے مراد یوم الاکل ہی کہ جب کھاجائیں صاحب مطالع نے بسکون تحتانیہ آخر حروف پڑھا ہی اور تفسیر اوسکی کی ہی یوم الضیاع ہے بعض نے کہا ہے کہ یوم السبع سے مراد یوم الشدۃ ہی چنانچہ ابن عباس سے کسینے کچھ مسائل دریافت کیے تو کہا اجرج من السبع یعنی یہ اون مسائل سے ہیں جس میں مفتی کو بہت سختیاں پیش آتی ہیں ہمنے ان اختلافات کو صرف اس غرض سے دکھلایا ہے کہ اور بھی اس حدیث کی موضوعیت ثابت ہو کیونکہ یہ ناممکن ہے کلام رسول ایسا مہمل ہو کہ آجتک اوسکے معنے و مطلب کسی کو نہ معلوم ہوسکے اور اس پر اہلسنت نازاں ہیں کہ یہ صحیح بخاری ہے۔

یہ آٹھ حدیثیں بخاری کی باب مناقب ابی بکر کی ہوچکیں جنکو آپنے دیکھ لیا کہ ایک حدیث بھی ایسی نہ ملی جو صدہا اعتراضات سے خالی ہو جسکو خود اہلسنت نے بلکہ ابن حجر نے لکھا ہے اب نویں حدیث ملاحظہ ہو۔

صحیح بخاری حدثنا عبدان انا عبد اللہ عن یونس عن الزہری اخبرنی ابن المسیب سمع ابا ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول بینا انا نائم رایتنی علی قلیب علیہا دلو فنزعت منہا ما شاء اللہ ثم اخذہا ابن ابی قحافۃ فنزع منہا ذنوبا او ذنوبین وفی نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ ضعفہ ثم استحالت غربا فاخذہا ابن الخطاب فلم ار عبقریا من الناس ینزع نزع عمر حتی ضرب الناس بعطن

ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت نے فرمایا جسوقت ہم سوئے ہوے تھے دیکھا کہ ہم ایک کنوئیں پر ہیں جسپر ایک ڈول رکھا ہوا ہی ہمنے جسقدر چاہا خدا نے کھینچا اوسکے بعد بسر ابو قحافہ نے لیا اور دو یا تین ڈول کھینچا مگر اوسکے کھینچنے میں ضعف تھا خدا اوسکے ضعف کو معاف کریگا پھر وہ بڑا ڈول ہوگیا اور پسر خطاب نے اوٹھا لیا تو ہمنے اس سے بہتر کسیکو ڈول کھینچنے والا نہ پایا۔

یہ حدیث ایسی ہی جسکی شرح کیلیئے کئی جلدونکی ضرورت ہی مگر بنظر اختصار بعض امور کیطرف اشارہ کیا جاتا ہے ابن حجر کہتے ہیں کہ اسکی شرح ہم کتاب التعبیر میں لکھینگے جو بخاری کے آخر میں ہی مگر تعجب ہی کہ اسکے پہلے باب علامات النبوۃ میں بھی اسکو لکھا ہے ص۳۴۹

پھر باب مناقب ابوبکر میں بھی لکھا ص۳۷ مگر اوسکا بھی حوالہ نہ دیا بلکہ باب التعبیر پر محول کیا۔

مگر سب سے پہلے جو بات قابل غور ہے وہ خود بخاری کے اختلافات ہیں کیونکہ (۱) روایت اول میں ہے قال رایت الناس مجتمعین فی صعید واحد ص۳۴۹

یعنی ہمنے لوگونکو ایک میدان میں دیکھا اور یہاں جو فضائل ابوبکر میں ہی رایتنی علی قلیب ہی ص۳۶۲ کہ ہم ایک گڑھے پر سوئے ہوئے ہیں اور روایت فضائل عمر میں ہی بینما انا علی بئر ہم ایک چاہ پر ہیں ص۳۶۹

اور روایت کتاب التعبیر میں بھی اسیطرح ہی ص۵۰ جلد ۶

تو کیا میدان اور قلیب ایک ہی معنی کے الفاظ ہیں۔ ؟

(۲) پہلی روایت میں ہے فقام ابوبکر فنزع ذنوبا یعنی اوٹھکر ابوبکر نے چند ڈول کھینچ آئیں حضرت کا ڈول کھینچنا نہیں ہی کہ ہمارے بعد ابوبکر نے ڈول کھینچا ہو مگر دوسرے روایت میں ہی فنزعت منہا ماشاء اللہ ثم اخذ ہا ابن ابی قحافہ کہ جسقدر خدا نے چاہا ہمنے کھینچا ہمارے بعد ابوبکر نے تیسرے روایت میں ہی انزع بدلو فجاء ابوبکر ہم کھینچ رہے تھے کہ ابوبکر عمر آگئے اور ابوبکر نے ڈول تھام لیا اور چوتھی روایت میں بھی یہی ہی۔

(۳) چوتھی روایت میں ہی بینما انا علی بئر انزع منہا اذ استقیم منہا الفیر بالدلو کا لفاظ یعنی اسمیں اسکی تصریح نہیں ہے کہ ہم ڈول کھینچ رہے تھے بلکہ یہ ہی کہ کسی آلہ سے پانی نکال رہے تھے اور دوسرے روایت میں ڈول کی تصریح ہے۔

(۴) چوتھے روایت میں ہے فاخذ ابوبکر الدلو کہ ابوبکر نے ڈول لیلیا بھرا ہوا وہ ڈول کھینچا یا زیادہ اور روایت ہمام میں ہے کہ ابوبکر نے دو ڈول کھینچا یہ بیان بلاشک ہے اسکا نتیجہ یہ نکالا گیا ہے واتفق من شرح ھذا الحدیث علی ان ذکر الذنوب اشارۃ الی مدۃ خلافتہ وفیہ نظر لانہ ولی سنتین وبعض سنۃ فلو کان ذلک المراد فقال ذنوبین وثلاثۃ صـ۳۶۹ جلد ۳

یعنی شارحین کا اسپر اتفاق ہے کہ ذنوب (بھرے ہوئے ڈول) کا ذکر اس غرض سے ہے کہ مدۃ خلافت کیطرف اشارہ ہے جسپر ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کلام میں نظر ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یوں کہتے وہ ڈول یا تین ڈول کیونکہ ابوبکر دو برس کچھ اوپر خلیفہ رہے۔

حدیث ابن مسعود میں ہے کہ خود حضرت نے ابوبکر سے کہا اسکی تعبیر کرو کہا الی الامر من بعدک ثم یلیہ عمر کہ آپکے بعد ہم خلیفہ ہونگے اوسکے بعد عمر خلیفہ ہونگے حضرت نے فرمایا فرشتہ نے بھی یہی تعبیر دی ہے مگر افسوس سقیفہ میں نہ ابوبکر نے اس خواب کو بیان کیا نہ عمر نے نہ اور کسی نے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے وفی نزعہ ضعف یعنی ابوبکر کے ڈول کھینچنے میں کمزوری معلوم ہوتی تھی واللہ یغفر لہ خدا بخشے۔ اس جملہ نے اور بھی پریشان کیا کیونکہ امام نودی کہتے ہیں یہ دعا ہے متکلم کیطرف سے دوسرے کا یہ بیان ہے کہ اس میں اشارہ ہے طرف قرب وفات ابوبکر کے مگر ابن حجر کہتے ہیں کہ اسمیں اشارہ ہے کمی فتوحات ابوبکر کیطرف جسمیں ابوبکر کو کوئی دخل نہ تھا مگر نہ معلوم پھر دعا کا کونسا محل تھا۔

بہر حال یہ روایتیں بندار بلند کہہ رہی ہیں کہ مطابق ترتیب خلافت اسکی وضع ہوئی کیونکہ ابوبکر دو ڈھائی برس خلیفہ رہے پھر عمر ہوئے اسی توجہ سے یہ روایت ڈھالی گئی مگر تعجب ہے کہ عثمان کا نام کسی روایت میں نہیں ہے جس سے اور بھی معلوم ہوا کہ بخاری کا مذہب خارجی تھا جو نہ عثمان سے تھے نہ جناب امیر سے حالانکہ روایت سنن ابوداؤد میں ہے عن سمرۃ بن جندب ان رجلا قال یا رسول اللہ انی رایت الملیلۃ کان دلوا دلی من السماء فجاء ابوبکر فاخذ بعراقیہا فشرب شربا ضعیفا ثم جاء عمر فاخذ بعراقیہا فشرب حتی تضلع ثم جاء عثمان فاخذ بعراقیہا فشرب حتی تضلع ثم جاء علی فاخذ بعراقیہا

فانتشطت واصبح علیہ منہا شئی) قرۃ العینین شاہ ولی اللہ صاحب
یعنی ایک صحابی نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک ڈول لٹکایا گیا ہے جسکو ابوبکر نے پکڑ کر پی لیا پھر عمر نے پیا تنک کہ اونکا پیٹ بھر گیا پھر عثمان نے آکر پکڑا اور اسقدر پیا کہ پیٹ اونکا بھی بھر گیا اسکے بعد جناب امیر نے اوس ڈول کو پکڑا بس پھٹ گیا اور حضرت پر بھی کچھ گرا۔
اب کیا اس میں شک رہ سکتا ہے کہ واقعات خلافت جسطرح پیش آئے اوسیطرح روایتیں ڈھالی گئیں جو رواۃ سنی بالمذہب تھے اونھوں نے چاروں خلیفہ کا نام لیا اور جو خارجی المذہب تھے اونھوں نے صرف شیخین کا چنانچہ بخاری کی کل روایتیں اسی مضمون کی ہیں جسمیں ابوبکر و عمر کا نام لیا گیا ہے پھر کیف اگر یہ روایتیں صحیح تسلیم کیجائیں تو ایک طرف ابوبکر کی خلافت اور سارے سقیفہ کی کارروائی خاک میں ملتے ہیں اور دوسرے طرف مذہب اہلسنت قرار پاتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے بعد ابوبکر و عمر خلیفہ ہونگے جیساکہ ہوئے بھی تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت نے اونکی خلافت پر نص نہ کیا کہ یہی ہمارے بعد خلیفہ ہیں جس سے تمام امت کو آرام ملتا اور کسیطرح کا فتنہ و فساد نہوتا خود آنحضرت کمال عزت و احترام دفن ہوتے کہ سب صحابہ ساتھ رہتے نہ سقیفہ آرائی کی ضرورت ہوتی نہ منا امیر و منکم امیر کا نعرہ بلند ہوتا کیونکہ یہ سب معرکہ آرائی اسوجہ سے ہوئی کہ بقول اہلسنت حضرت نے کسیکو خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا۔
جو لوگ عقل سلیم رکھتے ہیں وہ تو یہی کہینگے کہ اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں جیسا بخاری یا اہلسنت کا دعویٰ ہے تو حضرت کا یہ خواب ویسا ہی تھا جیساکہ بنی امیہ کے بارے میں خواب دیکھا تھا کہ ہمارے منبر پر چڑھا اوتررہے ہیں مگر نہ اس خواب سے اونھوں نے حقیت کا دعویٰ کیا نہ اور کسی نے لہذا اگر یہ خواب رسول نے دیکھا تو اس سے اونکی حقیت خلافت کیونکر ثابت ہوگی جو اصل مطلوب ہے اس قسم کے ہزاروں خواب اور الہام حضرت کو ہوئے اور مطابق اوسکی واقع بھی ہوا مگر کوئی شخص بھی اوس حقیت کا قائل نہیں بلکہ ان خوابوں کو دیکھکر جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے کہ واقع یونہی ہوگا حضرت کا نص نکرنا انکے خلافت پر یقین دلارہا ہے کہ حضرت کسیطرح انکی خلافت سے نہ راضی تھے نہ جائز سمجھتے تھے ورنہ کوئی مانع نہ تھا اس سے کہ حضرت بہ تصریح نص فرماتے کہ ابوبکر ہمارے بعد خلیفہ ہیں۔

مذہب اہلسنت کا بطلان اسوجہ سے لازم آتا ہے کہ باوصف مشاہدہ ایسی روایات موضوعہ کے
جنکی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور سب کا مطلب یہی ہے کہ خلافت خلفاء ثلثہ بالنص
ہے وہ اسی کے قائل ہیں کہ خلافت بالنص نہیں ہوئی پس اب دو ہی صورت ہو سکتی ہے
یا یہ کہ مذہب اہلسنت خلاف حدیث قائم ہوا اجماع کے قائل ہیں یا یہ کہ یہ کل حدیثیں
موضوع ہیں اور رواہی ہیں اسلیئے مذہب اہلسنت کی بنا نص پر نہیں ہے بلکہ اجماع پر ہے
شاہ ولی اللہ صاحب جو سب سے زیادہ اسکے عاشق ہیں کہ خلافت کو بالنص ثابت کریں
وہ قرۃ العینین میں لکھتے ہیں ص ۲۳

واز انجملہ آنست کہ بعض محدثین ذکر کردہ اند کہ در استخلاف نصی موجود نبود والا صحابہ در وقت
بیعت صدیق بر اجتہاد اقدام نمیکردند بلکہ ہماں نص ذکر می نمودند قال النووی فی شرح
مسلم فی حدیث عائشۃ لو کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستخلفا لاستخلف ابو بکر
الحدیث فیہ دلالۃ لاہل السنۃ ان خلافۃ ابی بکر لیست بنص من النبی صلی اللہ
علیہ وسلم علی خلافتہ صریحا بل اجمعت الصحابۃ علی عقد الخلافۃ لہ وتقدیمہ
لفضیلتہ ولو کان ہناک نص علیہ او علی غیرہ لم تقع المنازعۃ من الانصار
وغیرہم اولا ولذکر حافظ النص ما معہ ولرجعوا الیہ ولکن تنازعوا اولا ولم یکن
ہناک نص ثم اتفقوا علی ابی بکر واستقر الامر واما ما یدعیہ الشیعۃ من
النص علی علیؓ والوصیۃ الیہ فباطل لا اصل لہ باتفاق المسلمین والاتفاق علی
بطلان دعواہم من زمن علی واول من کذبہم علی رضی اللہ عنہ بقولہ ما عندنا الا ما فی
ہذہ الصحیفۃ الحدیث ولو کان عندہ نص لذکرہ ولم ینقل انہ ذکرہ فی یوم
من الایام ولا ان احدا ذکرہ لہ واللہ اعلم واما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث
الذی بعد ہذا للمرأۃ حین قالت یا رسول اللہ ارأیت ان جئت فلم اجدک قال
فان لم تجدینی فأتی ابا بکر فلیس فیہ نص علی خلافتہ وامر بہا بل ہو اخبار
بالغیب الذی اعلمہ اللہ تعالی بہ واللہ اعلم۔
یعنی بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ استخلاف کی بابت کوئی نص نہیں ہے ورنہ وقت بیعت

اوسی نص کو ذکر کرتے اور اجتہاد کی ضرورت نہ پڑتی امام نووی شرح مسلم میں اس حدیث کی
شرح میں کہ حضرت نے فرمایا اگر ہم کسیکو خلیفہ کرتے تو ابوبکر کو خلیفہ کرتے لکھتے ہیں اس حدیث میں
دلالت ہے مذہب اہلسنت کی جو اسکے قائل ہیں کہ ابوبکر کی خلافت بالنص نہیں ہوئی کہ
حضرت نے انکے خلافت کی تصریح کی ہو بلکہ صحابہ کا اجتماع ہوا عقد خلافت ابوبکر پر اور اسپر کہ
بوجہ فضائل اونکو مقدم کریں بلکہ اگر کسی قسم کا نص ہوتا ابوبکر پر یا غیر پر تو پھر کسی قسم کا
نزاع ہی نہیں ہوتا نہ انصار نزاع کرتے بلکہ جسپر نص ہوا تھا وہ اپنی نص کو پیش کرتا اور سب
اوسکیطرف رجوع لاتے مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ پہلے سب نے تنازع کیا اسکے بعد سب متفق ہوے
ابوبکر پر اور امر خلافت اونپر قائم ہوا باقی رہے شیعہ جو اسکے مدعی ہیں کہ جناب امیر پر نص ہوا
اور حضرت نے وصیت کی تو یہ باطل ہے جسکی کوئی اصل باتفاق مسلمین نہیں ہے اور یہ اتفاق
اونکو بطلان پر خود عہد جناب امیر سے ہے اور سب سے پہلے اسکی تکذیب خود جناب امیر نے کی کہ
حضرت نے فرمایا جو کچھ قرآن میں ہے اسکے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور کسی نے یہ بھی نقل نہیں کیا ہے
کہ حضرت نے کبھی اس نص کا تذکرہ کیا ہو رہا حضرت کا یہ قول جو عورت سے فرمایا اگر مجکو
نہ پاے تو ابوبکر کے پاس آنا اسمیں نص نہیں ہے خلافت ابوبکر پر بلکہ یہ خبر غیب دینا ہے جو خدا
نے آپ کو عطا کیا تھا"

اب تو کوئی حاجت تصریح نہیں ہے کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ خلافت بلا نص ہوئی تو اب
اسکے کیا چارہ ہے کہ جن جن روایتوں میں اسکا اشعار ہے کہ حضرت نے خلافت شیخین پر نص کیا وہ سب
باطل ہیں جن میں سب سے زیادہ یہی حدیث دلو ہے کہ اس قسم کی تصریح ہے کہ پھر شبہہ ہی
نہیں رہ سکتا کہ حضرت نے اسکی تصریح کی۔

پس جنلوگوں کو اسکی فکر ہے کہ وہ صحیح بخاری کی صحت کو قائم رکھیں اونھیں ضرور ہے کہ
ان خوابوں سے یہ نتیجہ نکالیں کہ جسطرح حضرت نے تسلط بنی امیہ اور دیگر اخبار غیب کی
خبر دی اوسیطرح یہ خبر بھی تھی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ روایات تسلط بنی امیہ میں صاف حضرت کی ناراضی ظاہر ہے بخلاف
ان احادیث کی تو اونکو سمجھ لینا چاہیے اس روایت میں ابن ابی قحافہ یا ابن الخطاب کا ذکر کرنا

بغیر اوسکے کہ اونکا نام لیا ہو اسکی دلیل ہے کہ حضرت اس خلافت سے اور انکو کونسے ناراض تھے کیونکہ اسکے پہلے جو حدیث گذری جسمیں ابوبکر و عمر سے کچھ قصہ ہوا اور حضرت نے فرمایا ھل انتم تارکوا لی صاحبی تو اسکی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں وفیہ ان من غضب علی صاحبہ نسبہ الی ابیہ او جدہ ولم یسمہ باسمہ وذلک من قول ابی بکر لما جاء وھو غضبان من عمر کان بینی وبین ابن الخطاب فلم یذکرہ باسمہ ونظیرہ قولہ صلعم الا ان کان ابن ابی طالب یرید ان ینکح ابنتہم ط ۳۶۱

یعنی جو شخص اپنے ساتھی پر غضبناک ہوتا ہے تو وہ اوسکا نام نہیں لیتا بلکہ باپ یا دادا کیطرف نسبت کرتا ہے جیسا کہ قول ابوبکر میں ہے کہ کہا ابن الخطاب نے کہ یہاں اونکا نام نہیں لیا اسکی نظیر وہ ہے کہ رسول اللہ نے قصہ موضوعہ خطبہ بنت ابوجہل میں فرمایا اگر پسر ابی طالب چاہتا ہے کہ اونکی لڑکی سے نکاح کرے تو ہمارے لڑکی کو طلاق دے۔

جس سے معلوم ہوا کہ حالت غیظ و غضب میں یوں کہا جاتا ہے کہ نام نہیں لیا جاتا بلکہ باپ دادا کی طرف نسبت دیجاتی ہے تو اب ان روایات ولو کو دیکھ لیجیے کہ حضرت فرماتے ہیں ثم اخذھا ابن ابی قحافہ ۔ فاخذھا ابن الخطاب جس میں حضرت اونکے باپ کیطرف نسبت کرتے ہیں جو دلیل غضبناکی ہے۔

رہا ابن حجر نے جو جناب امیر کو بھی اسکی نظیر میں پیش کیا تو الحمد للہ کہ یہ روایت قصہ خطبہ بنت ابوجہل موضوع ہے جیسا کہ آئندہ اوسکی تصریح کیجائیگی پس اگر بفرض محال یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اوسی قسم کی حدیثیں ہیں جو تسلط بنی امیہ کے بارے میں حضرت نے دیکھا کہ وہ ہمارے منبر پر چڑھ رہے ہیں جس سے کوئی اونکی حقیت کا قائل نہیں ہوسکتا۔

رہی دوسری صورت کہ یہ حدیثیں کل موضوع ہیں تو اوسکے دلائل بے شمار ہیں ہم یہاں صرف قول شاہ ولی اللہ صاحب کو پیش کرتے ہیں جو ازالۃ الخفا میں ہے۔ وبعض مردم دریں حدیث اشکالے دارند کہ اگر این معنی معلوم حضرت مرتضی باشد توقف وے در بیعت ابی بکر الصدیق تا مدتے و توقف وے در امر عثمان تا تحکیم عبدالرحمن بن عوف وجہی ندارد و احتمال نسیان بغایت بعید است و آنچہ پیش این فقیر مقرر شدہ است صحت این معنی است لیکن آن عہد نبوی از

غرض وہ وقت بود کہ در اول امر مفہوم شد و بعد وقوع مثل فلق الصبح واضح گشت و سخت بعید است کہ ان احادیث مستفیضہ رو ما یکے ہم بحضرت مرتضیٰ نرسیدہ باشد ص ۳۰

کیونکہ اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ جناب امیر نے ایک مدت تک ابوبکر کی بیعت نہ کی اور عثمان کی بیعت میں بھی جب تک عبدالرحمن بن عوف نے بیعت نہ کی توقف کیا تو اب دو ہی صورت ہوسکتی ہیں یا جناب امیر کو اسکا علم مطلق نہ تھا کیونکہ بالکل مخفی ہے دوسرے یہ کہ علم تھا مگر عمداً اسکو قبول نہیں کیا بخیال نفسانیت۔ رہی تیسری صورت نسیان کی تھی اوسکو خود ہی باطل کر دیا کہ نہایت بعید ہے۔

رہی چوتھی شق جو نکالی کہ وہ ایسا غامض تھا کہ بر وقت معلوم نہو سکا اور بعد کو جب خلافت مل گئی تو وہ راز کھل گیا۔ یہ ایسا مقولہ ہے کہ بجز شاہ صاحب کوئی نہیں کہہ سکتا کیونکہ جب ایسی بدیہی بات بھی جناب امیر کو نہ معلوم ہو کہ حضرت خواب دیکھ رہے ہیں کہ ہم ڈول کھینچ رہے ہیں ہمارے بعد ابوبکر آتے ہیں پھر عمر آتے ہیں اور اسکے بھی نہ معلوم ہو کہ یہ اشارہ خلافت کیطرف ہے تو اسکے یہ معنی سمجھنا چاہیے کہ معاذ اللہ جناب امیر میں کسیطرح فہم کا مادہ ہی نہیں تھا کیونکہ جس مطلب خفی خلافت کو ان طلما نے سمجھا وہ بھی حضرت کی سمجھ میں نہ آیا حالانکہ خود وہ شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین میں فرماتے ہیں۔ و نیز سنت رسل اللہ آنست کہ مخاطبات غامضہ با ایشاں القا نمایند تا دل ایشاں متحیر نگردد و بلا ایشاں بعد قتل ایشاں باشد تا اخذ فیض توانند کرد و لہذا خدا تعالے آدمیان را پیغمبر ساخت نہ ملک را چنانکہ در قرآن عظیم مکرر بیان فرمودہ ص ۱۶۷

پھر خلافت میں کیوں وہ سنت رسل اللہ ایسا بدل گئی کہ وہ عہد ایسا غامض اور دقیق تھا کہ پہلے سمجھا نہ گیا اور بعد وقوع وہ مثل سفیدۂ صبح ظاہر ہو گیا کیونکہ پیش گوئی کی غرض تو اعلام قبل از وقت ہوتی ہے تاکہ مطلع ہیں کیا ہونیوالا ہے ورنہ واقعہ کے بعد تو سب جانتے ہیں کیا ہوا۔

شاہ صاحب نے یہ دعویٰ بآیۂ خلاف کے متعلق بھی کیا تھا چنانچہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں جلد ۲ ص ۲۴ مقصد اول خلافت حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم امری نیست کہ بآں علمہ المکلفین ساختہ باشند فقط پس اگر حسب امر عمل کردند مطیع شدند و اگر عصیان ورزیدند مستوجب عقوبت گشتند

بلکہ وعدہ بود از فوق عرش نازل شدہ کہ امکان تخلف نداشت و دریں وعدہ تعلق بجبر و اختیار احدے نبود آرے تا وقتیکہ اشخاص معینہ بر صدر مسند خلافت نہ نشستہ بودند اذہان مسلمین ہر طرف میرفت چنانکہ در قصہ خیبر چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ مسلمین را علم بالقطع حاصل شد کہ عقد رایت برای ہر کہ خواہد بود محب و محبوب است لیکن نمیدانستند کہ کدام شخص معین باین دولت سرافراز گردد روز دیگر چوں عقد رایت برای حضرت مرتضی از جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کرامت شد تحقیق پیوست کہ آں موصوف حضرت مرتضی است ہمچناں بمقتضائے ایں آیات معلوم بالقطع شد کہ جمعی را مستخلف و ممکن خواہند ساخت ہنوز غموض و اشکال باقیماندہ بود کہ آں افراد معینہ کدام کدام کس خواہند بود چوں پردہ برانداختہ شدہ و باہتمام جماعت خلافت اشخاص معینہ بوجود آمد و بر دست آں خلفا فتوح بلاد و تمکین دین مرتضے و اعلاء کلمۃ اللہ تحقق یافت بیقین دانستیم کہ وعدہ برائے ایشاں بود و قرعہ استخلاف و تمکین فی الارض بنام ایشاں برآمد۔ انتہے۔

اس کلام سے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ایسا غامض اور دقیق تھا کہ جب تک ظہور میں نہ آیا کسیکو نہ معلوم ہو سکا تو کیا کلام خدا و رسول ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ خود لکھ چکے ہیں کلام انبیا کو ایسا واضح ہونا چاہیئے کہ سب کے سمجھ میں آجائے اور ہر شخص اوس سے فیض حاصل کر سکے اسیلیئے خدا نے آدمی کو رسول بنایا نہ فرشتونکو سو اب دونوں کلامونکو ملائیے تو معلوم ہو حقیقت کیا ہے اور بالفرض اگر آیہ استخلاف ایسا ہی تھا کہ وہ کسیکے سمجھ میں نہ آیا تو ڈول والا قصہ تو کسیطرح ایسا نہیں ہے جسکے سمجھنے میں کسی [illegible] ن و نادان کو تامل ہو کیونکہ اس میں تو آپ صاف طور پر فرماتی ہیں ہمنے ڈول کھینچا ہمارے بعد ابو بکر نے دو تین ڈول کھینچا پھر عمر نے ایسا کھینچا کہ سب سیراب ہوگئے اسکے سمجھنے میں کس شخص کو تامل ہو سکتا ہے کہ حضرت اپنے مابعد کے واقعات خلافت کو بتا رہے ہیں۔

شاہ صاحب کا یہ جملہ کہ خلافت ایسا امر ہے جسکی تکلیف عامہ کو نہیں ہے ایسا جملہ ہے کہ خود ہی وہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ

ایسی واضح اور ظاہر حدیث ہی کہ ہر شخص پر عرفان امام لازم ہی پھر اسکی تکلیف عامہ کو نہیں ہے تو کسکو ہے۔

اگر کہیئے کہ مثل روزہ نماز کے ہر شخص پر واجب نہیں ہی تو یہ بھی غلط ہی کیونکہ نماز روزہ کے ترک سے آدمی گناہگار ہوتا ہے بخلاف انکار امام یا عدم معرفت امام ہی انسان کافر ہی ہو جاتا ہے اور روزہ نماز کی تکلیف تو منجانب اللہ ہے اور نصب امام کی تکلیف حسب تحقیق اہلسنۃ ذمہ عامہ ناس ہی کہ وہ خلیفہ مقرر کریں اور اوسکی معرفت حاصل کریں پھر یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اوسکی تکلیف عامہ کو نہیں ہے۔ جسکے اطاعت سے وہ مطیع اور عصیان سے مستحق عقوبت ہوں کیونکہ جمہور اسلام کا عقیدہ یہی ہے کہ اطاعت امام فرض ہی آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کافی ہے۔

ہاں یہ جملہ بہت ہی لطیف ہی کہ یہ وعدہ خدا ہی جو عرش سے نازل ہوا اور اوسمیں تخلف ناجائز جسمیں کسیکے جبر و تعدی کو دخل نہیں تو بہت اچھا ہر خلیفہ کو مانئے کیونکہ جو خلیفہ ہوا وہ وعدہ خدا کے مطابق خواہ ابوبکر ہوں یا یزید و عبدالملک پھر اسکی کیا وجہ ہی کہ آپ شیخین کے خلافت کو تو حق مانئیے اور ان لوگونکو ظالم و غاصب حالانکہ سب کی خلافت یکساں ہی بقول آپ کی جبر و تعدی کو کسی میں دخل نہیں۔

غرض حسب التحریر آپ کی معلوم ہوا کہ جو مسند خلافت پر متمکن ہوا وہ خلیفہ بحق ہوا پھر ایکسکو ماننا دوسرے کو نہ ماننا تو کسیطرح مناسب نہیں۔

قصہ خیبر کے نسبت جو ارشاد ہوا کہ جب حضرت نے فرمایا ساعطی الرایۃ کہ ایک ایسے شخص کو علم دینگے جو محبوب خدا و محب خدا ہو مسلمانونکو قطعی معلوم ہوا کہ جسکو ملیگا وہ ایسا ہی ہوگا تو بیشک ایسا ہی ہے مگر یہ مسئلہ غامض نہ تھا بلکہ سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ کون مقصود ہی حتی کہ منافقین بھی جو یہ کہنے لگے کہ جناب امیر کو تو نہ ملیگا کیونکہ آنکھیں دکھنے آگی ہیں جس سے معلوم ہوا کہ انکو بھی اسکا یقین تھا کہ اس صفت کا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے مگر بوجہ رمد وہ سمجھتے تھے کہ حضرت نہیں پا سکتے اب دیکھئے کسکو ملتا ہی تو اوسیطرح آیہ استخلاف میں اگر خلافت کا اشارہ ہوتا تو چاہیئے تھا لوگونکے ذہن اون کیطرف منتقل ہوتے نہ یہ کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی

نہ آئے کہ اس سے خلافت مقصود ہے۔

غرض جب آپ اسکے غموض کے قائل ہیں کہ جب تک افراد معینہ منصب خلافت پر فائز نہ ہوئے اوسوقت تک یہ غموض و اشکال باقی رہا تو اب ضرور ہوا کہ آپ ہر خلیفہ کے نسبت یہ مانیں کہ وہ مطابق وعدہ الہی خلیفہ ہوا اور اسکے خلافت سے وہ پردہ غموض و اشکال رفع ہوا جو اس آیہ پر پیدا ہوا تھا پھر ابو بکر کو ماننا اور یزید کو نہ ماننا تو ادحماقت دنیا ہی مگر ہم اصل حدیث دلو کو دیکھتے ہیں کہ اگر آیہ استخلاف میں اشکال و غموض تھا کہ کسیکا نام نہیں لیا گیا اور اسکی تطبیق اور پر کیجاتی ہے جو کسیطرح مومن نہ تھے تو اس حدیث دلوں کونسا اشکال و غموض ہے جسکو آپ بھی سمجھ رہے ہیں کہ اس میں اشارہ خلافت ہی بلکہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اشارہ نہیں بلکہ تصریح ہے اسکی کہ ہمارے بعد فلاں خلیفہ ہوگا پس اگر یہ حدیث اوسی زمانہ کی ہوتی تو کسیکو اسمیں شک نہیں رہتا کہ حضرت نے انہیں خلافت کی خبر دی ہے خواہ بطور جائز ہو یا ناجائز کیونکہ تسلط بنی امیہ کی خبر بھی اسیطرح کی حضرت دیچکے ہیں کہ ہمنے خواب میں اونکو منبر پر چڑھتے دیکھا ہے تاریخ الخلفا میں ہی فان النبی رای بنی امیہ علی منبرہ فساءہ ذلک فنزلت انا اعطیناک الکوثر و نزلت انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادریک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر یملکہا بعدک بنو امیہ یا محمد قال القاسم فعددنا ذلک فاذا ھی الف شہر لا یزید ولا ینقص تاریخ الخلفا ص ۹

اس مضمون کی ہزار ہا روایتیں کتب اہلسنت میں موجود ہیں جیسے تفسیر در منثور و معالم التنزیل و تفسیر طبری وغیرہ مملو ہیں کہ حضرت نے بنی امیہ کو اپنے ممبر پر دیکھا جس سے آپ کو بہت رنج ہوا خدا نے سورہ انا اعطینا و انا انزلناہ نازل کیا جس میں حضرت کو خبر دی کہ بنی امیہ ہزار مہینہ تک حکومت کرینگے۔

پس اگر بالفرض جناب رسالتمآب نے یہ خواب دیکھا بھی کہ ہمارے بعد ابو بکر و عمر ڈول کھینچ رہے ہیں تو اس سے نہ اونکی فضیلت نکلی نہ حقیت بلکہ مثل تسلط بنی امیہ اسکی خبر ثابت ہوئی۔

اگر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل بے اصل ہے کیونکہ بقول شاہ ولی اللہ صاحب اخبار مستفیضہ یعنی متواترہ سے ہی پھر تعجب ہے کہ وہ کیونکر ایسی مخفی رہی کہ کسیکو نہ معلوم ہوئی شاہ صاحب تو صرف جناب امیر کی نہ جاننے کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں زمانہ معویہ تک کسیکو اسکی خبر نہ تھی البتہ جب معاویہ نے اسکا حکم دیا ہے کہ فضائل صحابہ میں حدیثیں وضع کیجائیں اوسوقت سے اسکی ایجاد ہوئی جسکی دلیل واضح یہ ہے کہ یہ روایتیں اونھیں لوگونسے منقول ہیں جو دشمن جناب امیر تھے اور عہد معاویہ تک زندہ رہے دیکھو پہلے روایت بخاری کے راوی عبداللہ بن عمر ہیں جنکی دشمنی جناب امیر سے اور اونکا زمانہ عبدالملک تک زندہ رہنا اور صلہ و انعام لینا معویہ وغیرہ سے معلوم ہے دوسری روایت کے راوی ابوہریرہ ہیں جنکی حالت رسالہ وضو میں قابل دید ہے یہ بھی عہد معویہ تک زندہ رہے تیسرے روایت کے راوی بھی یہی ابن عمر ہیں چوتھی روایت کے بھی وہی راوی ہیں اگر خیال اختصار نہوتا تو ہر راوی کی حقیقت بھی دکھائی جاتی۔

زیادہ تر افسوس تو یہ ہے کہ اس طریقہ سے یہ حدیثیں بنائی گئی ہیں کہ اونکو دیکھنے سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس دماغ کے تھے کیونکہ ابھی تو آپنے ملاحظہ فرمایا خود رسول اللہ نے یہ خواب دیکھا تھا اب دوسری روایت ملاحظہ ہو کہ قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا ہمنے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک ڈول آسمان سے نازل ہوا اور ابوبکر و عمر و عثمان و جناب امیر نے پیا اور جناب امیر کی پینے میں پھٹ گیا ۱۲ھ

تیسری روایت یہ ہے کہ ایک ترازو اوتری جس میں ابوبکر عمر تولے گئے پھر عثمان تولے گئے اوسکے بعد وہ ترازو اوٹھ گئی اور جناب رسول اللہ کا منہ متغیر ہوا اور فرمایا خلافت نبوت تیس برس ہوگی پھر ملک ہوگا ۱۲ھ

اب کون پوچھے کہ تیس برس کی تعداد تو جناب امیر کے وفات کے بعد پوری ہوتی ہے اور یہاں عثمان ہی کی بعد تیس برس کردیئے گئے اس سے تو حضرت کی چہرہ پر تغیر ہوا مگر جناب امیر کے ڈول پکڑنے اور پھٹ جانیسے کسیطرحکا اثر بھی چہرہ رسول پر نہ ظاہر ہوا کیا حضرت جناب امیر کو عثمان کی برابر بھی دوست نہ رکھتے تھے۔

اور سنیئے کہ پھر اوسی قرۃ العینین میں ہے کہ حضرت نے ایک خواب دیکھا اور ابوبکر سے بیان کیا
کہ ہم اور ابوبکر دوڑ رہے ہیں تو دو زینہ اور نصف ہم سے بڑھ گئے ابوبکر نے کہا ڈھائی برس قبل
آپکا انتقال ہوگا اور ہم آپکے بعد ڈھائی برس زندہ رہینگے صفحہ ۹۶

یہاں ذرہ اوس حدیث کو خیال کیجیے جو پہلے بخاری سے نقل ہو چکی کہ جب حضرت نے اپنی
خبر دی ہے کہ خدا نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے اور اوسنے لقاء خدا کو اختیار کیا تو ابوبکر رونے لگے
اور یہاں اس طرح تعبیر دے رہے ہیں اور زبان میں لکنت بھی نہیں ہوتی جب حضرت نے
شہداء احد کی زیارت کی اور ابوبکر نے کہا ہم بھی اوسطرح ایمان لائے تو حضرت نے فرمایا لیکن
نہ معلوم ہمارے بعد کیا احداث کروگے تو ابوبکر نے کہا کیا ہم آپکے بعد زندہ رہینگے اور بہت روئے
مگر یہاں شوق خلافت نے اون سب گریہ و بکا کو بھلا دیا اور بے تکلف کہدیا کہ ہم آپکے بعد
ڈھائی برس تک عیش کرینگے۔ اب ہم نویں حدیث پر آتے ہیں۔

حدیث نہم

صحیح بخاری حدثنا محمد بن مقاتل انا عبد اللہ انا موسیٰ بن عقبۃ عن
سالم بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ من جر ثوبہ خیلاء
لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ فقال ابوبکر ان احد شقی ثوبی یسترخی الا ان
اتعاہد ذلک منہ فقال رسول اللہ انک لست تصنع ذلک خیلاء قال موسیٰ قلت
لسالم اذکر عبد اللہ من جر ازارہ قال لم اسمعہ ذکر الا ثوبہ

یعنی حضرت نے فرمایا جو شخص کپڑہ لٹکا از راہ تکبر چلے تو خدا اوسکی طرف توجہ نکریگا بروز قیامت
کہا ابوبکر نے کبھی ہمارا کپڑہ لٹک جاتا ہے تو حضرت نے فرمایا تم یہ کام از راہ تکبر نہیں کرتے
موسیٰ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہمنے سالم سے کہا کیا عبد اللہ نے جر ازارہ کہا تھا اس نے
کہا ہمنے یہ نہیں سنا۔

ابن حجر اسکے شرح میں لکھتے ہیں کہ اسکی شرح کتاب اللباس میں ہوگی مگر وہاں جاکر
باب من جر ازارہ من غیر خیلاء لکھتے ہیں جس سے خود اختلاف بخاری ظاہر ہے
مگر اسکو باب المناقب میں لکھنا یہ عقلمندی بخاری کی ہے بلکہ خود ابوبکر کا سوال نہایت عاقلانہ
ہے کیونکہ خود فتح الباری میں ہے جلد ۵ صفحہ ۲۴۹

کانت سبب استرخائہ نحافۃ جسم الحاکو عند احد ان ازاری یسترخی احیانا

مکان شد ہ کان یجب اذا تحرک بمشی اوغیرہ بغیر اختیار عائشہ قالت کان

ابو بکر احنی لایستمسک ازارہ یسترخی عن حقوبہ

کہ چونکہ ابوبکر کے کمر نہ تھی اسلیئے اونکا ازار ٹکتا ہی نہ تھا وہ احنی ہو جسکے کمر نہو جب چلتے تھے

تو ازار بند نہ تھا اگر اوس کی حفاظت نکرتے تو اب اونکا سوال خود دلیل عقلمندی ہے

کیونکہ حضرت تو تہبند ڈھیلا کی لگاتے ہیں جو اسطرح چلے اونکا یہ حال ہو تو ابوبکر کا یہ سوال خود

بیکار تھا مگر یہ کہ اسلیئے کہ حضرت بر ظاہر سو بڑے ایسے پابند شریعت ہیں کہ اتنی مخالفت بھی مجبوری

ہوتی ہے نہ ہو سوئے بابی سوال کیا چنانچہ خود ابن حجر لکھتے ہیں فیہ فضیلۃ ظاہرۃ

لابی بکر تسبیحہ علی دینہ و شہادۃ النبی بما ینافی ما یکرہ ص ۳۶۲ ج ۳ –

اسمیں فضیلت ابوبکر ظاہر ہے کہ اونکو ایسی پابندی دین کی تھی مگر ہمکو تو یہاں وہی حدیث

یاد پڑتی ہے جو اسی صحیح بخاری میں ہے ص ۴۸۰ ج ۲

سمعت عبد اللہ بن عمر قال شعبہ احسبہ یقتل الذباب فقال اھل العراق

یسالون عن الذباب وقد قتلوا ابن ابنت رسول اللہ وقال النبی ھما ریحانتای

من الدنیا یعنی کسی نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا محرم اگر مکھی مارے تو اوسکا کیا حکم ہے ابن عمر

نے کہا اہل عراق فرزند رسول کو تو قتل کرتے ہیں اور مکھی کا خون بہا پوچھتے ہیں حالانکہ

رسول اللہ نے فرمایا وہ ہمارے دو پھول ہیں دنیا سے –

دیکھیئے وہی مثل یہاں صادق آتی ہے یا نہیں کہ ابوبکر نے بضعہ رسول کو تو وہ

ایذا دی کہ پھر حضرت نے کبھی کلام نہ کیا اور یہاں رسول اللہ سے پوچھتے ہیں کہ ہمارا ازار

بھی کبھی گر جاتا ہے کہیں اوسی حکم میں تو نہیں داخل ہونگے حالانکہ اونکو معلوم تھا یہ فعل

اونکا مجبوری تھا کہ کمر ہی ندارد تھی –

صحیح بخاری حدیث حادی عشر حدثنا ابو الیمان انا شعیب عن

الزھری اخبرنی حمید بن عبد الرحمن بن عوف ان ابا ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ

یقول من انفق زوجین من شیئ فی الاشیاء فی سبیل اللہ دعی من ابواب الجنۃ

یا عبد اللہ ھذا خیر فمن کان من اھل الصلوۃ دعی من ابواب الصلوۃ ومن
کان من اھل الجھاد دعی من باب الجھاد ومن کان من اھل الصدقۃ دعی من
باب الصدقۃ ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الصیام باب الریان فقال
ابوبکر ما علی ھذا الذی یدعی من تلک الابواب من ضرورۃ وقال ھل یدعی
منھا کلھا احد یا رسول اللہ فقال نعم وارجوان تکون منھم یا ابا بکر

یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جو دو قسم کا انفاق کرے خدا کے راہ میں
وہ ہر باب جنت سے پکارا جائیگا تو جو شخص اہل صلوۃ سے ہوگا وہ باب صلوۃ سے پکارا جائیگا
اور اہل جہاد اوس باب سے اہل صدقہ اوسی باب سے اہل صیام باب الریان سے ابوبکر نے
کہا اسکی کیا ضرورت ہے کہ ہر باب سے پکارا جائے اور کہا کوئی شخص ایسا بھی ہر باب
سے پکارا جائیگا حضرت نے فرمایا ہاں اور ہمکو امید ہے کہ تو اونھیں لوگوں سے ہو۔
نہ معلوم اسمیں کونسی فضیلت ہے کیونکہ امید تو حضرت کو ہر مسلمان سے ہے مگر پورا ہونا تو
مشروط ہے ایمان وعمل صالح سے چنانچہ خود خداوند عالم فرماتا ہے فمن کان یرجوا
لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا جو شخص اپنے خدا سے
ملنے کی امید رکھے اوسکو چاہیے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار کے ساتھ کیسکو
شریک نہ کرے اور اسی سورہ میں ہے اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ
فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے
کفر کیا خدا کی آیتوں اور اوسکی سامنے جانیسے تو اونکی اعمال حبط کر دیئے گئے اور ہم قیامت
کیلیے کوئی وزن اونکا نہ قائم کرینگے پس جب تک حبط عمل سے انکی برارت نہ ثابت ہو
کیا ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت کی تعلیم اس غرض سے تھی کہ سب اعمال کریں اور حضرت
سب کیلیے متوقع نجات تھے پھر اسمیں فضیلت کونسی نکلی۔

اس حدیث کو بخاری نے کتاب الصیام میں بھی لکھا ہے مگر افسوس صرف ہوس اثبات
فضیلت ابوبکر نے اس حدیث کو درج کرا دیا حالانکہ صحیح مسلم میں ہے عن عمر من تو
ثم قال اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ الا فتحت لہ ابواب الجنۃ

الثمانیۃ ید خل من ایہا شاء صـ۲۲ج ۱

یعنی عمر سے روایت ہی کہ جو شخص وضو کرے اور بعد وضو لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہے اوس سے کہا جائیگا کہ جنت کو آٹھوں باب سے جس سے چاہے داخل ہو جسپر خود ابن حجر لکھتے ہیں

وان کان ظاہرہ انہ یعارضہ صـ۲۶۳ یعنی اس حدیث کا ظاہر کہہ رہا ہی کہ یہ معارض ہے اس حدیث کو اسکے بعد تاویل شروع کی ہے کہ اس معارضہ کو دفع کریں مگر خود اس کے بعد لکھتے ہیں الانفاق فی الصلوۃ والجہاد والعلم ظاہر واما الانفاق فی غیرہا مشکل ج

یعنی اس حدیث میں جو لفظ انفاق آیا ہے وہ نماز و جہاد و علم و حج میں تو ظاہر ہے مگر غیر میں ان سب کے مشکل ہے پھر آپ ہی غور کیجئے کہ ایسی حدیث کس مصرف کی ہی جسمیں یہ سب اشکال ہی جس سے نہ فضیلت ابوبکر ہی ثابت ہوئی نہ اور کوئی مطلب نکلا بلکہ بہت سے مشکلات پیدا ہوئے۔

طرہ تو یہ ہے کہ بخاری نے اس حدیث کو کتاب الصیام میں بھی انھیں الفاظ سے لکھا ہے کچھ الفاظ کے ہیر پھیر سے ملاحظہ ہو صـ۲۰

باب الریان للصائمین مگر مسلم میں ابوبکر کی فضیلت کا بیان ہے نہ اور کچھ ملاحظہ ہو صـ۲۶۴

قال قال رسول اللہ صلعم ان فی الجنۃ بابا یقال لہ الریان ید خل منہ الصائمون یوم القیمۃ لا ید خل معہم احد غیرہم یقال این الصائمون فید خلون منہ فاذا دخل اخرہم اولہم اغلق فلم ید خل منہ احد ج

یعنی حضرت نے فرمایا جنت میں ایک باب ہی جسکا نام ریّان ہے جس سے روزہ دار داخل ہونگے بروز قیامت اور کوئی اونکے ساتھ نہ جائیگا جب اول و آخر داخل ہو جائینگے تو وہ دروازہ بند کیا جائیگا پھر کوئی اوسمیں نہ داخل ہوگا بخاری نے بھی اس روایت کو بھی ڈھونڈکر اس باب میں داخل کیا ہے جسپر اس قدر اعتراضات ہیں کہ ابن حجر نے بھی اوسکے اشکال کا اقرار کیا۔

بخاری نے کتاب بدء الخلق میں بھی اس حدیث کو ان الفاظ سے لکھا ہی باب صفۃ ابواب الجنۃ وقال النبی من انفق زوجین دعی من باب الجنۃ فیہ عبادۃ النبی عن سہل بن

سعد قال فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب باب یسمی الریان لا یدخلہ الا الصائمون صفحہ ۱۳۵ جلد ۲ - جس سے معلوم ہوا کہ ذکر فضیلت ابوبکر اسمیں نہیں ہے مگر زبردستی یہاں اوسکو داخل کر دیا۔

حدیث ثانی عشر صحیح بخاری حدثنا اسمعیل بن عبد اللہ ثنی سلیمان بن بلال عن ہشام بن عروۃ قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات وابوبکر بالسنح قال اسمعیل یعنی بالعالیۃ فقام عمر یقول واللہ ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت وقال عمر واللہ ما کان یقع فی نفسی الا ذاک و لیبعثنہ اللہ فلیقطعن ایدی رجال وارجلہم فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبلہ فقال بابی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا ثم خرج فقال ایہا الحالف علی رسلک فلما تکلم ابوبکر جلس عمر فحمد اللہ ابوبکر واثنی علیہ وقال الا من کان یعبد محمدا فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وقال انک میت وانہم میتون وقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین قال فنشج الناس یبکون قال واجتمعت الانصار الی سعد بن عبادہ فی سقیفۃ بنی ساعدۃ فقالوا منا امیر ومنکم امیر فذہب الیہم ابوبکر وعمر بن الخطاب وابو عبیدۃ بن الجراح فذہب عمر یتکلم فاسکتہ ابوبکر وکان عمر یقول واللہ ما اردت بذلک الا انی قد ہیات کلاما قد اعجبنی خشیت الا یبلغہ ابوبکر ثم تکلم ابوبکر فتکلم ابلغ الناس فقال فی کلامہ نحن الامراء وانتم الوزراء فقال حباب بن المنذر واللہ لا نفعل منا امیر ومنکم امیر فقال ابوبکر لا ولکنا الامراء وانتم الوزراء ہم اوسط العرب دارا واعربہم احسابا فبایعوا عمر او ابا عبیدۃ بن الجراح فقال عمر بل نبایعک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ عمر بیدہ فبایعہ وبایعہ الناس فقال قائل قتلتم سعد بن عبادۃ قال عمر قتلہ اللہ وقال عبد اللہ بن سالم عن الزبیدی قال عبد الرحمن بن القاسم اخبرنی القاسم ان عائشۃ قالت شخص بصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال فی الرفیق الاعلی ثلثا وقص الحدیث قالت فما کانت من خطبتہما من خطبۃ الا نفع اللہ بہا لقد خوف عمر الناس و ان فیہم لنفاقا فردہم اللہ بذلک ثم لقد بصر ابوبکر الناس الہدی وعرفہم الحق الذی علیہم وخرجوا بہ یتلون وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الی الشاکرین۔

یعنی عائشہ سے روایت ہی کہ جب حضرت نے وفات پائی تو ابوبکر مقام سنح میں تھے اسمعیل کہتے ہیں کہ مراد اس سے عالیہ ہے (حضرت کی مسجد سے اور وہاں سے ایک میل کا فاصلہ تھا) عمر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے قسم خدا کی نہ مرے ہیں رسول ؐ عائشہ کہتی ہیں ہمارے دل میں بھی یہی بات آتی تھی اور خدا آپکو مبعوث کریگا اور کہ لوگونکے ہاتھ اور پیر کاٹینگے پس ابوبکر آئے اور رسول کا چہرہ کھولا اور بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں قسم خدا کی آپکو وہ دو موت ہرگز نہ چکھائیگا پھر باہر نکلے اور کہا اے حلف کرنیوالے (عمر) چپ ہو جا جب ابوبکر نے کلام کیا تو عمر بیٹھ گئے پس ابوبکر نے حمد و ثنا خدا کے بعد کہا جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا اوسکو معلوم ہو کہ محمد تو مر گئے اور جو عبادت خدا کرتا تھا اوسکو معلوم ہو کہ وہ ہی لا یموت ہے اور خدا کہتا ہے انک میلت وانہم میتون اے رسول تم بھی مرنیوالے ہو اور یہ سب بھی اور پھر فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین (محمد تو نہیں ہیں مگر رسول جنکے پہلے بہت سے رسول گذر چکے تو اگر وہ مریں یا قتل ہوں تو کیا تم سب مرتد ہو جاوگے اور جو مرتد ہوگا وہ خدا کو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا اور قریب ہی کہ خدا جزا دے شاکرین کو) جب یہ سنا تو سب رونے لگے راوی کہتا ہی کہ انصار مجتمع ہوئے سعد بن عبادہ کے طرف سقیفہ بنی ساعدہ میں اور کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے تب انکے

طرف ابوبکر عمر ابو عبیدہ روانہ ہوگئے عمر نے کچھ کلام کرنا چاہا تو ابوبکر نے اونکو ساکت کر دیا
عمر کہتے ہیں کہ ہمنے جو کلام کرنا چاہا تھا تو اسلیئے کہ ایک کلام اپنے دل میں گڑھ رکھا تھا جو بہت اچھا
معلوم ہوتا تھا اور ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہو ابوبکر اس حد تک نہ پہونچیں پھر ابوبکر نے کلام کیا اور
نہایت بلیغ کلام کیا اور اپنی کلام میں کہا ہملوگ امیر ہوں اور تملوگ وزیر تب حباب بن منذر
نے کہا قسم بخدا ایسا نہوگا ایک امیر ہمسے ہو اور ایک امیر تمسے ابوبکر نے کہا نہیں ہملوگ امیر ہوں
اور تم وزیر (قریش) اوسط عرب ہیں ازراہ دار اور اعرب ازراہ حسب پس عمر یا ابو عبیدہ
کی بیعت کر لو عمر نے کہا بلکہ ہم تمہاری بیعت کرینگے کہ تم ہمارے سید ہو اور بہتر اور احب الناس
رسول اللہ کیطرف پس عمر نے اونکی بیعت کی اور سب نے بیعت کی ایک شخص نے کہا تملوگوں
نے تو سعد کو قتل کر ڈالا عمر نے کہا خدا اوسکو قتل کرے عبد اللہ بن سالم کہتے ہیں کہ
عائشہ نے کہا حضرت نے آسمان کیطرف دیکھا اور تین مرتبہ کہا فی الرفیق الاعلیٰ
اور اس حدیث کو بیان کیا عائشہ کہتی ہیں کہ ان دونوں کی خطبہ سے خدا نے بہت نفع دیا
لوگونکو اور انمیں نفاق تھا خدا نے اس وجہ سے اونکے نفاق کو رد کر دیا پھر ابوبکر نے لوگونکو
بصارت دی ہدایت کی اور ان لوگونکو حق پہچنوایا اور وہ لوگ نکلے اسطرح کہ آیہ
وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تلاوت کرتے تھے۔
ہم نہیں سمجھتے کہ بخاری نے اس حدیث کو باب المناقب میں کیوں لکھا کیونکہ پہلا جملہ کہ وقت وفات
رسول ابوبکر اپنے مکان میں تھے جو محلہ سنح میں تھا اون ب روایتونکو خاک میں ملاتا ہے
جسمیں انکے صحبت و معیت کا بیان ہے کیونکہ جو شخص ایسا صحابی ہو کہ حق صحبت کو اوسنے سب سے
زیادہ کیا اور رسول نے بروایت بخاری اوسکی تعریف کی کبھی ایسے ہنگام میں جدا نہیں ہوسکتا
جدائی بھی ایسی کہ ایک میل کی فاصلہ پر ہو اور اپنی زوجہ کی مکان میں کیونکہ تقاضائے محبت
ہرگز یہ نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے جو وقت کتابت وصیت فرمایا تھا قوموا ص۵ ح۴ بخاری
کہ ہمارے یہانسے نکلجاؤ کہ ہمارے پاس تنازع جائز نہیں اوسوقت سے ابوبکر بھی نکلے ہوئے تھے کیونکہ
کسی روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسکے بعد جبتک حضرت زندہ رہے وہ اس دولتسرا میں آئے ہوں

تو کیا ایسے شخص کے نسبت کہا جا سکتا ہے اوسکو حضرت سے یا حضرت کو اوس سے محبت تھی ہاں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ آخری ملاقات حضرت سے مسجد رسول میں انسے ہوئی ہے جبکہ یہ بیماری کم کر رہی تھی چنانچہ مدارج النبوۃ میں ہی کہ ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت حجرہ سے برآمد ہوئے چون از نماز فارغ شد گفت ابوبکر یا رسول اللہ می بینم ترا کہ صبح کردہ است بہ نعمت خدا و فضل وی چنانکہ میخواہم ودوست میدارم پس رخصت شد ابوبکر و بخانہ خود رفت کہ در سنح بود ھ
جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ آخری ملاقات ہی کیونکہ اسکو بعد اور کسی دفعہ ملاقات کا حال کسی کتاب سے نہیں معلوم ہوتا ہے۔

اب رہی ان کے آمد کی خبر کہ اپنی سسرال سے کب آئے تو تاریخ طبری میں ہی۔
لما انتقض النبی صلعم کان ابوبکر غائبا فجاء بعد ثلاث ولم یجترئ احد ان یکشف عن وجہہ حتی اربد بطنہ فکشف عن وجہہ وقبل بین عینیہ ثم قال بابی انت وامی ص ۱۹۵ ج ۳
یعنی جب حضرت نے وفات پائی تو ابوبکر غائب تھے تین روز کے بعد آئے اور اس عرصہ میں کسیکو جرات نہ ہوئی کہ حضرت کا چہرہ کھولے یہانتک کہ پیٹ پھول گیا جب آئے تو اونھوں نے چہرہ کھولا اور دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا اور کہا ماں باپ میرے فدا ہوں۔
کیا اس واقعہ کو دیکھکر کوئی کہہ سکتا ہی کہ ابوبکر کے دل میں کسی قسم کی محبت بھی رسول اللہ کی تھی کہ تین روز تک غائب رہے کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ حضرت کی وفات کی خبر اونھوں نے نہ سنی تھی پھر تنے دنوں تک غائب رہنا کیسے محبت کی دلیل ہی اسی سے اسکا پتہ بھی چلتا ہے کہ عمر نے جو یہ شور و غل مچایا تھا کہ حضرت نے انتقال نہیں کیا جو اسکا نام لیگا اوسکو مار ڈالونگا کس بنیاد پر تھا کیونکہ ابوبکر تو تھے نہیں پھر وہ منصوبہ کیونکر پورا ہوتا۔

دوسرا امر عمر کا انکار کرنا وفات رسول سے حالانکہ حضرت صدہا مرتبہ اسکی خبر دیکر اور بیمار پڑے ہوئے ہیں وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں جسپر عمر کہتے ہیں کہ یہ ہذیان کہہ رہے ہیں حضرت وفات پا رہے ہیں عورتیں نوحہ و فریاد کرتی ہیں مگر عمر صاحب کہہ رہے ہیں

کہ حضرت نے وفات نہیں پائی طرفہ ماجرا ہے۔

چونکہ یہ سب واقعات خلافت کی متعلق تمام اہل علم کو معلوم ہیں لہذا ہم انسے تعرض نہیں کرتی بلکہ یہ
دکھاتی ہیں کہ بخاری نے یہاں کیا کیا کمال کیا ہی کیونکہ بخاری نی اس حدیث کو صرف یہیں نہیں
لکھا ہی بلکہ کتاب الجنائز میں بھی لکھا ہی او کتاب المغازی میں بھی ادر کتاب المناقب میں بھی
اور کتاب الحدود میں او کتاب الاحکام میں بھی مگر ہم یہاں کتاب الجنائز کے روایت پر آئی ہیں
جس سے اس حدیث کی اصلیت معلوم ہو کیونکہ بخاری نے باب یہ باندھا ہی۔

باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی اکفانه فتح الباری جلد اول صفحہ ۶۴۶
یعنی یہ باب اسکا ہی کہ میت پر بعد موت جب وہ کفنایا جائے تو اوسپر داخل ہونا جائز ہی اسی باب
میں یہ حدیث لائے ہیں کہ ابو بکر نے ایسا کیا لہذا جائز ہے۔

اصلیت اسکی یہ ہی کہ امام نخعی وغیرہ اسکی قائل ہیں ینبغی ان لا یطلع علیه الا الغاسل
له ومن یلیه کہ بجز غسال وغیرہ کہ اور کسی کو میت کو دیکھنا نہ چاہیے کیونکہ موت سے
اعضاء انسانی میں تغیر آجاتا ہی چنانچہ اسی لیے آنکھ کو بند کرنے اور چھپانے کا حکم ہی لہذا بخاری نے
اس قول کی رد میں اس حدیث کو لکھا کہ ابو بکر نے تو ایسا کیا لہذا جائز ہے پس پہلا اعتراض تو
یہ ہی کہ ابو بکر کے قول یا فعل سے تو حکم رسول نہیں بدل سکتا

دوسرے ابن حجر کہتے ہیں وما الثالث فمشکلة لان ابا بکر انما دخل قبل الغسل
فضلا عن التکفین وعمر ینکر حینئذ یعنی اس حدیث سے وہ مسئلہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہی
کیونکہ ابو بکر تو او سوقت داخل ہوئے کہ حضرت کو غسل بھی نہیں دیا گیا تھا چہ جائیکہ کفن دیا
جاتا اور عمر انکار کر رہی تھی پھر اس حدیث سے وہ دعوی بخاری کیونکر ثابت ہو سکتا ہی یہ تو
پہلی عقلمندی بخاری کی ہی کہ دعوی اور دلیل اور دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

اشکال شدید

ابو بکر اس حدیث میں کہتے ہیں بابی انت یا نبی الله لا یجمع الله علیک موتتین
اما الموتة التی کتب الله فقد متها یعنی اے رسول ماں باپ میرے آپ پر فدا ہوں
خدا آپ پر دو موت کو نہ جمع کریگا اور جس موت کو آپ پر خدا نے لکھا تھا وہ موت پوری
ہو چکی ابن حجر کہتے ہیں واشد ما فیه اشکالا قول ابی بکر لا یجمع الله علیک موتتین

یعنی سب سے زیادہ مشکل یہی قول ابو بکر ہے۔ کہ خدا آپ پر دو موت کو نہ جمع کریگا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں قیل انہ معارض لقولہ تعالیٰ امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین۔ یعنی خداوند عالم تو فرماتا ہے تو نے دو مرتبہ موت دیا اور دو مرتبہ زندہ کیا خداوند عالم تو عام طور سے انسان کی دو موت اور دو حیات کو ثابت کرتا ہے اور ابو بکر صاحب کہتے ہیں کہ آپکو دو مرتبہ موت نہو گی بلکہ جو موت ہونیوالی تھی وہ ہو چکی یہ وہی عقیدہ کفار مکہ ہے جنکا مقولہ خداوند عالم نقل کرتا ہے وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر ما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون جاثیہ پ۲۵ ع ۱۹۔

یعنی کافر کہتے ہیں ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے یہیں مرتے ہیں اور اسیمیں جیتے ہیں۔ زمانہ مار دیتا ہے اسکا کچھ علم اونکو نہیں ہے صرف ظن سے کام لیتے ہیں دیکھیے جو عقیدہ کفار تھا وہی عقیدہ ابو بکر صرف کر رہے ہیں کہ جو مرنا تھا وہ ہو چکا اب نہ زندہ ہونا ہے نہ مرنا ہے تفصیلی بحث اس آیہ کی تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۳۱۰ میں قابل ملاحظہ ہے۔

لکھتے ہیں احتج اکثر العلماء بھذہ الایہ فی اثبات عذاب القبر یعنی اس آیہ سے مفسرین نے اسپر استدلال کیا ہے کہ مردہ قبر میں زندہ کیا جائیگا اور عذاب و ثواب حاصل ہوگا۔ مگر ابو بکر صاحب انکار کرتے ہیں۔ چونکہ تفصیل کا موقع نہیں ہے لہذا ہم صرف جواب ابن حجر پر اکتفا کرتے ہیں۔ صفحہ ۲۴۶ جلد اول

لکھتے ہیں وعنہ اجوبۃ فقیل ھو علی حقیقتہ واشار بذلک الی الرد علی من زعم انہ سیحیا فیقطع ایدی رجال لانہ لو صح ذلک لزم ان یموت موتۃ اخری فاخبر انہ اکرم علی اللہ من ان یجمع علیہ موتتین کما جمعھما علی غیرہ کالذین خرجوا من دیارھم وھم الوف وکالذی مر علی قریۃ وھذا اوضح الاجوبۃ واسلمھا۔ یعنی سب سے بہتر جواب تو یہی ہے کہ اسمیں رد ہے عمر کی جو کہتے تھے حضرت اسکے بعد زندہ ہونگے اور منافقین

کے ہاتھ پیر کاٹینگے کیونکہ اگر ایسا ہو تو لازم آتا ہے حضرت پر دو مرتبہ موت طاری ہو جیسا کہ اور لوگوں پر دو مرتبہ موت طاری ہوئی جنکا ذکر قرآن میں ہے کالذین خرجوا من دیارھم اوکالذی مر علی قریۃ اور یہ سب سے عمدہ جواب ہے۔

داؤدی یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت مثل اور لوگوں کے قبر میں نہ مرینگے کہ سوال کے لئے زندہ کئے جائیں پھر موت آئے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ خدا ایسی موت آپ پر نہ جمع کریگا کہ خود بھی آپ مریں اور شریعت بھی آپکی مر جائے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ دوسری موت سے مراد کرب ہے یعنی اب اس کرب کے بعد آپکو دوسری موت کے کرب سے سامنا نہ پڑیگا

افسوس کہ یہ سب جواب تو دیا جاتا ہے مگر اصلی بات نہیں کہی جاتی کہ چونکہ اونکا عقیدہ یہی تھا کہ جینا مرنا جو کچھ ہے وہ دنیا میں نہ اور کچھ لہذا ابوبکر صاحب نے اپنے اوس عقیدہ کو ظاہر کر دیا ورنہ ان تاویلوں سے کیا کام چل سکتا ہے جب کہ یہ کلام خلاف قرآن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر جلد ۳ باب المناقب میں لکھتے ہیں وقد تمسک بہ من انکر الحیاۃ فی القبر صہ ۳۶۲

یعنی اس کلام ابوبکر سے اون لوگوں نے تمسک کیا ہے جو اسکے قائل ہیں کہ قبر میں کوئی زندہ نہ ہوگا۔ جس سے وہ سب آیات اور حدیثیں ردی ہو گئیں جن میں قبر کی حیات اور عذاب و ثواب کا ذکر ہے۔ پھر بتائیے اس سے بڑھکر کیا فضیلت ابوبکر ہو سکتی ہے کہ اوںھوں نے اپنے ایک جملہ سے شریعت رسول اللہ کو رد کر دیا۔ کتاب الجنائز کے متعلق جو ابن حجر نے جواب لکھا تھا اوس میں کہا تھا کہ یہ کلام ابوبکر بجواب عمر ہے جو اسکے قائل تھے کہ حضرت ابھی نہیں مرے ہیں اور دوبارہ زندہ ہو کر منافقین کے ہاتھ پیر کاٹینگے اوسکے نسبت ابن حجر لکھتے ہیں واما وقوع الحلف من عمر علی ما ذکرہ فبناہ علی ظنہ الذی ادی الیہ اجتہادہ صہ ۳۶۲

یعنی عمر جو اپنے مقولہ پر حلف کرتے تھے کہ ما مات رسول اللہ حضرت کا انتقال

نہیں کیا تو یہ بنا بر اونکے ظن کے تھا جو اونکے اجتہاد سے پیدا ہوا۔ دیکھیے کس مزہ سے ابوبکر و عمر دونوں کو بچا لیا کہ عمر کا مقولہ بھی اون کے اجتہاد سے تھا حالانکہ مقولہ ابوبکر ہو یا عمر دونو کتاب و سنت کے خلاف ہے مگر کیسی کیسی ترکیبیں کی جاتی ہیں پھر کیونکر کوئی ان روایات فضائل پر ایمان لا سکتا ہے۔

ہاں اس روایت میں ہے کہ ابوبکر نے حضرت کی وفات پر آیہ انک میت اور ما محمد الا رسول سے استدلال کیا ہے جسکے نسبت عمر صاحب کا بیان دوسری روایات میں یہ ہے کہ گویا ہمنے ان روایات کو اسوقت تک سنا ہی نہ تھا۔ مگر اب کون ان سے پوچھے جب آپکی معلومات کا یہ حال تھا تو پھر حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ کیوں بلند کیا کہ ہمکو وصیت رسول کی ضرورت نہیں کتاب خدا کافی ہے۔

اس حدیث کا یہ جملہ فنشج الناس یبکون کہ لوگ رونے لگے نہایت حیرت خیز ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اس شور و غل سے عمر کے ایسا حیران و پریشان تھے کہ کوئی رو بھی نہ سکتا تھا کیونکہ عمر صاحب کہتے تھے جو حضرت کی موت کا نام لیگا اوسکی گردن اوڑا دینگے۔

قولہ واجتمعت الانصار اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبتک یہ مکالمہ یہاں برپا رہا انصار میں کوئی اسکی تحریک نہ تھی۔ اس کارروائی کو دیکھکر اون میں یہ حیرت پیدا ہوئی کیونکہ عمر کا انکار۔ آمد ابوبکر تک اور ابوبکر کے آنے پر اقرار صاف بتا رہا ہے کہ انصار نے سمجھ لیا یہ بالکل وہی کارروائی ہے جو سلاطین زمانہ کی موت پر ہوتی ہے کہ اخفائے موت کیلئے ایسی تدبیریں کی جاتی ہیں تاکہ وہ شخص آجائے۔

قولہ الی سعد بن عبادہ اسی سے معلوم ہوا کہ خلافت شیخین پہ اجماع نہ تھی کیونکہ اجماع تو سعد بن عبادہ پر ہو چکا تھا جیسا کہ بعد کہے کہ وہ اجماع باطل پر تھا تو ظاہر ہوا کہ اجماع باطل پر بھی ہو سکتا ہے تو پھر اسکی کیا دلیل ہے کہ وہ اجماع ناجائز تھا اور یہ اجماع جائز ہوا کیونکہ خود اسی بخاری کی دوسری روایت میں عمر کا بیان ہے تخلفت الانصار عنا با جمعہا فی سقیفہ بنی عبادہ کہ تمامی انصار کا اجماع سقیفہ میں

سعد بن عبادہ پر ہو چکا تھا۔

آپکو حیرت ہو گی کہ سعد بن عبادہ کیوں ناکام رہے حالانکہ تمامی انصار اونکے طرفدار تھے اور مہاجرین کی تعداد کم تھی۔ مگر ابن حجر کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہو ان الخزرج والاوس کانوا فریقین وکان بینھم فی الجاھلیۃ من الحروب ماھو مشھور فزال باللہ بالاسلام وبقی من ذلک شیٔ فی النفوس فکانھم اجتمعوا اولا فلما رای اسید ومن معہ من الاوس ابابکر ومن معہا فترقوا من الخزرج ایثارا لتامیر المھاجرین علیھم دون الخزرج وفیہ ان علیًا والزبیر ومن کان معھما تخلفوا فی بیت رسول اللہ واجتمع المھاجرون الی ابی بکر صفحہ ۳۶۷

کہ مدینہ کے انصار دو قبیلہ سے تھے ایک کا نام اوس تھا دوسرے کا نام خزرج ان دونوں میں بزمانہ جاہلیت لڑائیاں ہوتی تھیں۔ اسلام نے ان کے بغض و عداوت کو مٹا دیا تھا مگر دلوں میں کچھ کدورت رہ گئی تھی پہلے تو اتفاق ہوا کہ سعد بن عبادہ رئیس خزرج خلیفہ بنائے جائیں مگر بعد کو اسید وغیرہ نے اس خیال سے کہ خزرج کا اقتدار بڑھ جائیگا ابو بکر کا ساتھ دیا اور خلیفہ کو مہاجرین سے بنانا پسند کیا بہ نسبت اسکے کہ خزرج کا کوئی رئیس خلیفہ ہو۔ اوسوقت جناب امیرؑ اور زبیر اور اونکے ساتھی مکان رسول اللہ میں تھے اور مہاجرین ابو بکر کے ساتھ ہو گئے۔

اس عبارت سے یہ تو بخوبی ثابت ہوا کہ اگرچہ اسلام نے ہر دو فریق میں پورا اتحاد پیدا کر دیا تھا مگر دلی عداوت نہ گئی جس سے سعد بن عبادہ محروم ہوئے جو قبیلہ خزرج سے تھے اور ابو بکر وغیرہ خلیفہ ہوئے جنسے کوئی نسبی تعلق نہ تھا وہ مکہ کے رہنے والے تھے۔ پھر اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ ابو بکر وغیرہ نے از راہ بغض و حسد قدیم خاندان رسالت کو محروم کیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں تو یہ سب قبیلے تیم و عدی کے دشمن بنی ہاشم تھے یہاں ذرہ اون فضائل و مناقب کو بھی دیکھیے جو انصار کی احادیث میں وارد ہیں مگر دلی عداوت پر اون فضائل کا کوئی اثر نہوا۔ تو پھر اگر عداوت دیرینہ جاہلیت نے ابو بکر و عمر سے بھی یہ کام کرایا کہ جناب امیرؑ کو محروم کیا تو آپکو کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔ اگر اسکا ثبوت

عداوت قدیم اوس و خزرج

چاہتے ہیں کہ خاندان بنی ہاشم اور ان لوگوں کے خاندان میں عداوت کہاں تھی تو ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ صفحہ ۲ ملاحظہ ہو۔

ان ہذہ الایۃ نزلت فی ابی بکر و عمر و علیٍ و نزعنا ما فی صدورھم من غل قال واللہ انہا لفیھم انزلت و فیمن تنزل قلت وای غل ھو قال غل الجاہلیۃ ان بنی تیم و بنی عدی و بنی ہاشم کان بینھم فی الجاھلیۃ فلما اسلموا ہولاء القوم تحابوا فاخذت ابا بکر الخاصرۃ فجعل علی یسخن یدہ فیکمد بہا خاصرۃ ابی بکر فنزلت ہذہ الایۃ۔ یعنی خاندان بنی تیم (ابوبکر) و بنی عدی (عمر) و بنی ہاشم میں بزمانہ جاہلیت عداوت تھی مگر اسلام لانے کے بعد سب میں محبت ہوگئی چنانچہ ابوبکر کو درد پہلو ہوا تو جناب امیرؑ ہاتھ سینکر اونکی تکمید کرتے۔ اس سے تو بخوبی معلوم ہوا کہ قدیم زمانہ سے ان لوگوں میں عداوت تھی تو جس طرح اوس و خزرج میں عداوت مبدل بہ محبت ہوچکی تھی مگر خلافت کے وقت کینہ دیرینہ نکل پڑا تو پھر اسیطرح کیوں کر تعجب ہوسکتا ہے کہ وہی عداوت دیرینہ یہاں نکل پڑی۔ افسوس تو یہ ہے کہ مثال میں ہمدردی جناب امیرؑ دکھائی جاتی ہے جنہوں نے اپنے قاتل کو بھی شربت اور دودھ پلایا طلحہ بن طلحہ علمدار لشکر کفار کو باوصف قتل چھوڑدیا مگر کوئی نظیر اسکی نہیں دکھائی جاتی کہ خلفا نے جناب امیرؑ کے ساتھ کیا ہمدردی دکھائی جناب امیرؑ تو پہلو سے ابوبکر کو سینکیں اور ابوبکر و عمر خانہ جناب امیرؑ میں آگ لگائیں اور پہلوے جناب سیدہ کو شکستہ کریں اور اہل اسلام سے آخر عمر تک کوئی زمانہ ایسا گذرا اگر یہ لوگ ایذادہی جناب امیرؑ پر آمادہ نہوں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیہ اس بارہ میں نازل ہوا۔

قولہ فذھب الیھم ابوبکر و عمر بن الخطاب یعنی یہی تین آدمی ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ وہاں گئے جس سے معلوم ہوا کہ طمع خلافت اصل میں انہیں کو تھی ورنہ سارے مجمع نے سکوت کیا تھا تو اس سے ان روایتوں کی تائید ہوتی ہے کہ شیخین پر ان کو پورا اعتماد تھا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ یہی اس سے پیشتر ہو کر وہاں پہونچ جائیں۔

قولہ فبایعوا عمر او ابا عبیدۃ۔ یعنی ابوبکر نے کہا کہ عمر یا ابوعبیدہ کی بیعت کرلو اسپر

عداوت قدیمی شیخین

اشکال قول حضرت ابوبکر

ابن حجر لکھتے ہیں وقد استشکل قول ابی بکر ھذا مع معرفتہ بانہ الاحق بالخلافۃ بقرینۃ تقدیمہ فی الصلوٰۃ وغیر ذلک۔ یعنی اس قول ابوبکر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ باوصفیکہ وہ جانتے تھے ہم زیادہ مستحق خلافت ہیں بقرینہ امامت نماز وغیرہ۔ پھر کیونکر کہا کہ عمر یا ابوعبیدہ کی بیعت کرلو۔

اس سے وہ سب روایتیں ہوا ہوگئیں کہ یہ بہترین ناس تھے یا رسول اللہ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ہمارے بعد ابوبکر ڈول چلا رہے ہیں کیونکہ ہم دکھا آئے ہیں یہ حدیثیں تو بمنزلہ نص خلافت تھیں مگر ابن حجر نے ان روایتوں کو نہیں لکھا جن سے ابوبکر کو اپنا استحقاق معلوم ہوتا بلکہ صرف پیش نمازی کو اسکا قرینہ قرار دیا حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ خود رسول اللہ اوس حالت ضعف ونقاہت میں دو آدمیوں پر تکیہ کرکے تشریف لیگئے ہیں اور اونکو ہٹا کر نماز پڑھائی۔ بخلاف ان روایتوں کے جن سے مقدرالٰہی معلوم ہوتا ہے کہ یوں ہی ہوگا اور پھر حضرت نے نہ اسکا حکم دیا نہ ابوبکر کو معلوم ہوا جس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ یہ سب موضوعات جدیدہ سے ہیں۔

جواب ابن حجر

ابن حجر اپنے اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں والجواب انہ استحیی ان یزکی نفسہ فیقول مثلاً رضیت لکم نفسی وانضم الی ذلک انہ علم ان کلا منھما لا یقبل ذلک وقد افصح عمر بذلک فی القصۃ وابوعبیدۃ بطریق الاولی لانہ دون عمر فی الفضل باتفاق اھل السنۃ ویکفی ابابکر کونہ جعل الاختیار فی ذلک لنفسہ فلم ینکر ذلک علیہ احد ففیہ ایماء الی انہ الاحق فظہر انہ لیس فی کلامہ تصریح بتعیۃ الامرہ ۳۶۵

یعنی جواب یہ ہے کہ ابوبکر کو شرم معلوم ہوئی اس سے کہ اپنی نفس کا تزکیہ کریں اور یوں کہیں کہ ہم راضی ہوئے اپنی نفس کیلئے خصوصاً جبکہ معلوم تھا کہ ابوعبیدہ وعمر اسکو قبول نہ کرینگے چنانچہ خود عمر نے اسکو بیان بھی کردیا۔ اور ابوعبیدہ تو بطریق اولیٰ کیونکہ باتفاق اہلسنت وہ پست درجہ ہیں عمر سے۔ اور ابوبکر کو تو یہی کافی ہے کہ یہ اختیار اونکو حاصل تھا اپنی نفس کیلئے اور کسی نے اوس پر انکار نہیں کیا تو اسمیں اشارہ ہے اس طرف کہ وہی مستحق

تھے۔ تو ظاہر ہوا کہ اونھوں نے اپنے نفس کو اس سے خالی نہیں کیا۔

اس جواب کی خوبصورتی کن لفظوں میں ظاہر کیجائے کیونکہ یہاں تو نہ تزکیہ نفس کی بحث ہے نہ ابوبکر صاحب کے حیا و شرم کی بلکہ حکم رسول کے ظاہر کرنے کی کیونکہ حدیثیں جتنی بخاری نے لکھی ہیں اوسکا ظاہر تو یہی کہہ رہا ہے کہ حضرت نے گویا انکی خلافت پر نص کیا تھا یہانتک کہ خواب بھی ایسا ہی دیکھا تھا پھر تزکیہ نفس کی ضرورت کیا تھی کہدیتے کہ یہ رسول اللہ کا خواب ہے جو بقول شاہ ولی اللہ صاحب مستفیض یعنی متواتر ہے۔ اور یہ حدیث رسول ہے اسمیں نہ تزکیہ کی ضرورت تھی نہ شرم۔

خدا تو فرماتا ہے ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ کہ خدا اس سے نہیں شرم کرتا کہ مچھر کی مثال دی۔ مگر ابوبکر صاحب اس سے شرم کریں کہ کہیں رسول نے ہمکو خلیفہ کیا ہے۔

اسکی تو ضرورت ہی نہ تھی کہ کہتے ہم عمر و ابو عبیدہ پر راضی ہیں کیونکہ حدیث رسول کا نقل کردینا کافی تھا۔ رہا یہ کہ اسکا علم اونکو حاصل تھا کہ وہ دونوں اسکو نہ قبول کرینگے۔ تو یہ طرفہ ماجرا ہے خلیفہ تو یہ ہوں اور بیاں کریں عمر و ابو عبیدہ خواب دیکھیں رسولؐ اور یہ اور بیان کریں ابو عبیدہ و عمر۔

رہا یہ کہ اختیار انکو حاصل تھا اور کسینے اسپر انکار نہ کیا تو ایسا جلسہ ہے کہ سبحان اللہ کیونکہ انکار تو اوسیوقت سے ہو رہا ہے جب وہ سقیفہ میں گئے اور اس سے بڑھکر اسکی کیا دلیل ہوسکتی کہ اونھوں نے اپنے نفس کا تخلیہ کیا اور ہمیشہ اپنے عدم قابلیت کو بیان کرتے رہے اقیلوا بیعتی فلست بخیر کم و علی فیکم ہماری بیعت واپس کرو کہ علی تم میں موجود ہیں اور ہم تمسے کسی امر میں بہتر نہیں ہیں۔

غرض بحث تو اسقدر ہے کہ جتنی روایتیں سابق میں بخاری نے لکھی ہیں سب کی موضوعیت اس کلام سے ظاہر ہوئی کیونکہ اگر کوئی حدیث بھی ہوتی تو اوسکو اس موقع پر بیان کرتے یہی وجہ ہے کہ علامہ قرطبی کہتے ہیں لو کان عند احد من المھاجرین والانصار نص من النبی علی تعیین احد بعینہ للخلافۃ لما اختلفوا فی ذلک

انکار نص خلافت

ولاتفاوضوافیہ قال وھذا قول جمھور اھل السنۃ ص ۳۶۵

کہ اگر کسیکے پاس نص خلافت ہوتا مہاجرین وانصار سے تعین خلیفہ تو یہ اختلاف نہوتا اور یہی قول اہلسنت ہے۔ پس بحمدہ کل اون روایات کا ابطال ہوگیا جو بخاری نے لکھا تھا کیونکہ اس سے بڑھکر کیا نص ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ خواب دیکھیں ہمارے بعد ابوبکر۔ پھر عمر۔ پھر عثمان ڈول چلارہے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ باتفاق اہلسنت یہ حدیث اور جو اسکے مثل ہیں وہ سب باطل ہوگئیں۔

رہا یہ کہ کسیکے پاس نص نہ تھا تو اسکا بطلان اسی سے ظاہر ہے کہ جو خلیفہ منصوص تھا وہ اپنے فرض منصبی کو انجام دے رہا تھا یعنی جناب امیر جنکو کوئی پروا نہ تھی کہ ابوبکر وعمر کیا کررہے ہیں کیونکہ اونکو تو رسول نے خلیفہ بنایا تھا لہذا جو شخص رسول پر اسلام لایا تھا وہ یہی سمجھتا رہا اور جس نے رسول سے انحراف کیا اوس نے اپنا خلیفہ بھی بنایا پھر اوسکی فکر جناب امیرؑ کو کیوں ہونے لگی۔

دیکھئے رسول اللہ پر جب کوئی ایمان نہ لایا بجز جناب امیر وحضرت خدیجہ وہ اپنے کو رسول خدا سمجھتے رہے اور جب لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا اوسوقت بھی آپ اپنے کو رسول سمجھے رہے۔

دیکھئے شان خلافت رسول یہ ہے کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے فلما قبض رسول اللہ قال العباس لعلیؓ ابسط یدک ابایعک فیقال عم رسول اللہ بایع ابن عم رسول اللہ ویبایعک اھل بیتک فان ھذا الامر اذا کان لم یقال مقال فقال لہ علی ومن یطلب ھذا الامر وغیرنا وقد کان العباس لقی ابابکر فقال ھل اوصاک رسول اللہ بشیء قال لا ولقی العباس ایضاً عمر فقال لہ عمر مثل ذلک فقال العباس لعلی ابسط یدک یبایعک اھل بیتک ص

یعنی بعد وفات رسول اللہ حضرت عباس نے جناب امیرؑ سے کہا ہاتھ پھیلاؤ کہ عم رسول اور اہلبیت اونکی بیعت کریں کہ جب یہ امر ہوگا تو پھر کچھ نہ کہا جائیگا جناب امیرؑ نے

فرمایش حضرت عباس درباره بیعت

کہا اس امر کو ہمارے سوا کون طلب کر سکتا ہے حضرت عباس نے ابوبکر و عمر سے بھی
پوچھ لیا تھا کہ آیا کچھ رسول نے تمکو وصیت کیا ہے دونوں نے کہا نہیں اوسوقت حضرت
عباس نے جناب امیرؑ سے کہا ہاتھ پھیلاؤ کہ ہم بیعت کرلیں کہنے کو ہو جائیگا بیعت ہو چکی۔
اسمیں تو کسی کو عذر نہیں ہو سکتا کہ جناب عباس خیر خواہ جناب امیرؑ تھے مگر حضرت نے
اون کا یہی جواب دیا کہ ہملوگو نکے سوا کون طلب کر سکتا ہے جس سے کمال تیقن بہ استحقاق
خود ظاہر ہے۔ تو اگر یہ حدیثیں جو بخاری نے لکھی ہیں خصوصاً خواب والی روایت کوئی اصلیت
رکھتی تو کم سے کم ابوبکر صاحب حضرت عباس سے تو کہتے کہ رسول اللہؐ نے یہ خواب دیکھا ہی
آپ جانتے ہیں کہ پہلی دو خلافتوں میں تو اسکا موقع ہی نہیں دیا گیا کہ جناب امیرؑ اپنے حقوق کو
ظاہر کرتے کیونکہ پہلی خلافت اوسوقت میں ہوئی جبکہ حضرت مشغول تجہیز و تکفین رسول تھے۔
دوسری خلافت بنص ابوبکر ہوئی جس میں کوئی گنجائش نہ تھی تیسری خلافت عثمان کی البتہ
اس حیثیت سے ہوئی کہ اوسمیں گفتگو کا موقع ملا کس طرح جناب امیرؑ نے اپنے استحقاق کو
بنص رسول پیش کیا اسکے لئے صواعق محرقہ ص۷۵ کا ملاحظہ کافی ہے۔
جس سے بالیقین معلوم ہوا کہ ان روایتوں سے کسی روایت کا اوسوقت وجود نہ تھا بلکہ
یہ سب کارروائیاں بعد کی ہیں۔

قولہ فقال عمر بل نبایعک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ
یعنی ابوبکر نے جب عمر و ابوعبیدہ کا نام پیش کیا تو عمر نے کہا نہیں ہم آپکی بیعت کرینگے کہ
آپ ہمارے سید اور بہتر اور احب ہیں رسول اللہ کی طرف۔
جس سے اور بھی یقین ہوا کہ کوئی حدیث رسول نہ تھی ورنہ عمر ادسی حدیث کو پیش کرتے
اور اپنے ذاتی قول کو نہ پیش کرتے جو مصداق من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو ہے کیونکہ
حدیث رسول کا اس جگہ پیش کرنا زیادہ مناسب تھا کیونکہ پہلا اختلاف جو مہاجرین و انصار
میں تھا وہ حدیث الائمۃ من قریش سے دفع ہوا جو مخصوص روایت ابوبکر ہے کہ جب
انصار نے کسی طرح نہ مانا تو اس حدیث کو پیش کیا جسپر سب دم بخود ہو گئے اوسی طرح اگر کوئی
حدیث فضیلت ابوبکر میں ہوتی تو وہی پیش کی جاتی۔

ابتدائے سبّ صحابہ

قولہ قال عمر قتلہ اللّٰہ لوگوں نے کہا کہ سعد بن عبادہ کو مارے ڈالتے ہو تو عمر نے کہا خدا اوسے قتل کر ڈالے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سب و شتم صحابہ کی ابتدا اوسی روز سے ہوئی جس روز اس خلافت کی بنیاد پڑی تو اب یہ کہنا شیعہ سب صحابہ کرتے ہیں کیا معنی ہے۔

ترکِ تکفین و دفنِ رسول

خاتمہ اب اس حدیث کی شرح کو ہم تمام کرتے ہیں کیونکہ اس سے نتیجہ نکالا گیا ہے ابن حجر لکھتے ہیں واستدل بہ الداؤدی علی ان اقامۃ الخلیفۃ سنۃ موکدۃ لانھم اقاموا مدۃ لم یکن لھم امام حتی بویع ابوبکر وتعقب بالاتفاق علی فرضیتھا وبانھم ترکوا لاجل اقامتھا اعظم المھمات وھو التشاغل بدفن النبی حتی فرغوا منھا والمدۃ المذکورۃ زمن یسیر فی بعض یوم یغتفر مثلہ لاجتماع الکلمۃ ص ۳۶۵

داؤدی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیفہ کا مقرر کرنا سنت موکدہ ہے کیونکہ وہ لوگ ایک زمانہ تک بلا امام رہے یہاں تک کہ ابوبکر کی بیعت ہوئی اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اسپر اتفاق ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا فرض ہے (پھر تم سنت کیوں کہتے ہو مگر افسوس اسکا خیال نہ رہا کہ لازم آتا ہے رسول اللہ نے فرض کو ترک کیا) اور یہ ایسا فرض ہے کہ اسکے لئے اون لوگوں نے اعظم مہمات کو ترک کیا۔ دفن رسول کو چھوڑ دیا یہانتک کہ خلیفہ مقرر کرنے سے فارغ ہوئے (ابن حجر کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فکر دفن رسول اعظم مہمات سے تھا مگر خلافت کیلئے اوسکو چھوڑ دیا تو کیا اب اس میں تامل ہو سکتا ہے ؎ اہل دنیا کار دنیا ساختند مصطفٰے را بے کفن انداختند۔ کیا تماشہ ہے کہ اونکے اس دنیا داری سے اسپر استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ فعل واجب تھا اور یہ نہیں سوچتے کہ پھر کیونکر ممکن تھا رسول اوس فرض کو بلا انجام دئے کبھی چھوڑ سکتے تھے) اور یہ جو داؤدی نے کہا کہ ایک زمانہ تک بلا امام رہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ مدۃ زیادہ نہیں گذری بلکہ ایک روز میں یہ قصہ طے ہوا۔ اور یہ ویسی مدت ہے کہ اجتماع کلمہ کے لئے قابل معافی ہے (مگر یہ نہ سوچا کہ پھر خدا اور رسول پر جو الزام آتا ہے اوسکا کیا دفعیہ ہے کیونکہ جب آپ مانتے ہیں کہ وہ فرض تھا تو ضرور تھا کہ خدا و رسول

اس فرض کو انجام بھی دیتے نہ کہ ہماو شما پر چھوڑ دیتے۔
بہر حال یہ حدیث سقیفہ ہے جسکو خود بخاری نے نہایت اختصار سے یہاں لکھا اسلئے
ہم بھی زیادہ طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ پوری حدیث آیندہ مذکور ہوگی۔
قولہ ان عائشۃ قالت یہ تیرہویں حدیث ہے جسکو بخاری نے مختصر کرکے لکھا مطلب
یہ ہے کہ عائشہ نے پہلے وفات رسول کو بیان کیا اور اوسکے بعد اس حدیث کو جس سے
بخاری کی عقلمندی ظاہر ہے کہ پوری حدیث کو چھوڑ کر اس طرح لکھا۔ ہاں اسکے بعد یہ قول
عائشہ نقل کیا کہ عمر ابوبکر دونوں کے خطبہ سے نفع پھونچا۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عمر نے جو وفات
رسول سے انکار کیا تو اس سے یہ نفع ہوا کہ لوگوں کو خوف طاری ہوا کیونکہ اس سے معلوم
ہوا کہ وان فیہم لنفاقا کہ ان صحابہ میں نفاق ہے مگر اس سے عجب طرح کی کھلبلی
پیدا ہوئی کہ صحابہ منافق ہوے جاتے ہیں لہذا حمیدی نے یوں بنایا وان فیہم لتقی کہ ان
میں متقی بھی ہیں جسپر دوسرے علما اعتراض کرتے ہیں فقیل انہ من اصلاحہ وان
قولہ وان فیہم لنفاقا تصحیف فصیرہ لتقی کانہ استعظم ان یکون فی
المذکورین نفاق ص ۲۶ ج ۳
کہ یہ حمیدی کی اصلاح ہے کیونکہ عمر نے جو کہا تھا ان میں نفاق ہے تو اوسکو غلط جانا کیونکہ
یہ امر اونکے نزدیک عظیم تھا کہ صحابہ میں نفاق تھا لہذا اوسکو تقی کر دیا۔
کیا اب بھی کسی کو علمائے اہلسنت کی تصحیف وتحریف میں شبہہ ہو سکتا ہے کیونکہ امام حمیدی (وہ
شخص ہیں جنھوں نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کو جمع کیا ہے پھر جب وہ اس طرح کی اصلاح
دیں تو اوروں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔
الحدیث الرابع عشر حدثنا محمد بن کثیر ابا سفیان ثنا جامع بن راشد
ثنا ابو یعلی عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی قال
ابو بکر قال قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال
ما انا الا رجل من المسلمین۔
یعنی محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سوال کیا کہ

تیرہویں حدیث

چودھویں حدیث

بعد نبی سب سے افضل کون ہے کہا کہ ابوبکر پھر پوچھا اونکے بعد کون ہے کہا عمر او رمجھکو خوف ہوا کہ کہیں اوسکے بعد نہ کہدیں عثمان تو ہمنے کہا پھر آپ ہیں تو کہا میں تو ایک مرد ہوں مسلمانوں سے۔

اس روایت کا دوسرا حصہ کہ حضرت نے فرمایا ہم ایک مرد ہوں مسلمانوں سے تو ایسا جملہ ہے کہ اوسکی تسلیم میں عذر ہی نہیں کیونکہ خود قرآن میں رسول کی نسبت ہے قل انما انا بشر مثلکم انما یوحی الی کہ ہم بھی تمھارے سے آدمی ہیں فرق یہ ہے کہ ہمپر وحی کی جاتی ہے پھر کوئی نبی یا وصی اسکے سوا کیا کہہ سکتا ہے۔

رہا ابتدائی جملہ کہ حضرت نے فرمایا ابوبکر خیر الناس ہیں ایسا جملہ ہے کہ کوئی مسلمان تو اس کا قائل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے تکذیب رسول اللہ لازم آتی ہے کیونکہ حضرت کا فرمان علی خیر البشر من ابی فقد کفر چند طرق سے پہلے مرقوم ہو چکا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ جناب امیر اوسکے خلاف کہیں کیا محمد بن الحنفیہ کو کوئی روایت بھی جناب امیر کے فضیلت کی نہ پہونچی تھی کہ اس سوال کی ضرورت ہوتی حالانکہ بتصریح ابن حجر یہ روایت ۳۸ھ کی ہے واقعہ نہروان کے بعد یعنی قتل خوارج کے بعد جسمیں خود حضرت کی وہ فضیلت ظاہر ہوئی کہ پھر کسی کو اسمیں شبہہ ہی نہیں ہو سکتا کہ جناب امیر افضل الناس ہیں بعد رسول۔

بہر حال چونکہ شدت ناصبیت بخاری تمام عالم پر ظاہر ہو چکی ہے اور اس روایت کی موضوعیت بھی مثل آفتاب تاباں ظاہر و آشکار ہے لہذا زیادہ تحقیقات کی اسمیں ضرورت نہیں مگر اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ راوی اول اسکے جو شیخ بخاری ہیں محمد بن کثیر ایسے شخص ہیں جنپر بہت سے احکام علمائے اہلسنت پہلے جاری ہو چکی ہیں چنانچہ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص۴۱۷ میں ہے۔

قال ابن معین لیس بثقة، وقال ابن الجنید عن ابن معین کان فی حدیثہ الفاظ کانہ ضعف۔ ثم سالت عنہ فقال لم یکن لسائل ان یکتب عنہ وفی الزھرہ روی عنہ خ ثلاثة وستین حدیثاً۔ کہا ابن معین نے کہ وہ ثقہ نہیں ہے ابن الجنید ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ اونکی حدیث میں ایسے الفاظ ہیں جس سے اوسکا ضعف ظاہر ہے پھر سائل نے اونکے حال سے سوال کیا تو کہا وہ اس

قابل نہیں ہے کہ اوس سے کوئی حدیث روایت کی جائے زہرہ میں ہے کہ بخاری نے اوس سے ۶۳ حدیثیں لکھی ہیں۔

میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ میں ہے۔

قال لنا ابن معین لا تکتبوا عنه لم یکن بالثقة کہا ابن معین نے کہ اوس سے حدیثیں نہ لکھو اگر وہ ثقہ نہیں تھا پھر بتائیے اس روایت بخاری اور خود بخاری کا کیا نتیجہ ہوا کہ امام ابن معین سا حافظ الحدیث تو یہ کہے کہ اوسکی روایت قابل قبول نہیں ہے کہ وہ قابل وثوق آدمی نہ تھا مگر بخاری اوس سے ۶۳ حدیثیں نقل کریں اور حق یہ ہے کہ ایسی حدیثیں اور کہاں مل سکتی ہیں۔

تحقیق فضیلت — چونکہ بخاری نے بہت زور دیا ہے اکثر فضیلت ابوبکر کو ثابت کریں لہذا ایک ملخص تقریر امام قرطبی مناسب حال ہے جسکو ابن حجر اس طرح لکھتے ہیں۔

قال القرطبی فی المفهم ما ملخصه الفضائل جمع فضیلة وهی الخصلة الجمیلة التی یحصل لصاحبها بسببها شرف وعلو منزلة اما عند الحق واما عند الخلق والثانی لا عبرة به الا ان اوصل الی الاول فاذا قلنا فلان افضل فمعناه ان له منزلة عند الله وهذا لا توصل الیه الا بالنقل عن الرسول فاذا جاء ذلك عنه ان کان قطعیا قطعنا به او ظنیا عملنا به واذا لم نجد الخبر فلا خفاء ان اذا رأینا من اعانه الله علی الخیر ویسر له اسبابه انا نرجو حصول تلك المنزلة لما جاء فی الشریعة من ذلك قال واذا تقرر ذلك فالمقطوع به بین اهل السنة بافضلیة ابی بکر ثم عمر ثم اختلفوا فیمن بعدهما فالجمهور علی تقدیم عثمان وعن مالك التوقف والمسئلة اجتهادیة ومستندها ان هؤلاء الاربعة اختارهم الله تعالی لخلافة نبیه واقامة دینه فمنزلتهم عنده بحسب ترتیبهم فی الخلافة والله اعلم۔ صفحہ ۳۶۶

یعنی امام قرطبی کے کلام کا خلاصہ کتاب مفہم میں یہ ہے کہ فضائل جمع فضیلة ہے اور یہ وہ فضیلت جمیلہ ہے جسکے صاحب کو شرف و منزلت حاصل ہو یا خدا کے نزدیک یا خلق کے نزدیک

اگر خلق کے سامنے اوسکو شرف حاصل ہو تو اوسکا اعتبار نہیں مگر یہ کہ وہ موصل ہو طرف اول کے۔ تو اب جب ہم کہتے ہیں فلاں فاضل ہے تو اوسکے معنی یہ ہے کہ اوسکے لئے منزلت ہے خدا کے نزدیک اور اس امر کا علم بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہؐ سے معلوم ہو اب اگر حضرت کا فرمان یقینی ہے تو اوسکی فضیلت بھی یقینی ہے ورنہ ظنی ہے۔ اور اگر کوئی حدیث نہو تو جبکو دیکھیں کہ خدا نے اوسکی اعانت کی ہے خیر پر اور اوسکے اسباب اوسکے لئے مہیا ہوئے ہیں تو ہمکو امید ہے کہ یہ درجہ اوسکو حاصل ہو کیونکہ شریعت میں اسکا حکم آیا ہی جب یہ بات معلوم ہو چکی تو سمجھنا چاہیئے کہ فضیلت ابوبکر و عمر اہلسنت کے یہاں قطعی ہے اوسکے بعد اختلاف ہے جمہور تو تقدیم عثمان کے قائل ہیں مگر امام مالک اسمیں توقف کرتے ہیں۔ اور مسئلہ یہ اجتہادی ہے اور سبکا مستند یہ ہے کہ خدا نے خلفائے اربعہ کو اختیار کیا واسطے خلافت نبی کے اور اوسکے دین کی اقامت کے لئے تو اونکی منزلت مطابق ترتیب خلافت ہے واللہ اعلم۔ انتہی

پہلا جملہ تو واضح ہے کہ مدار فضیلت نص رسول پر ہے کہ جسکی فضیلت کو حضرت ظاہر کریں وہی افضل ہے تو اب دیکھئے النصوص صریحہ کسکے بارہ میں وارد ہیں کیونکہ جو روایت متفقہ فریقین ہو وہ یقیناً قابل قبول ہے بخلاف اسکے جو روایت صرف ایک فریق کے یہاں ہو اوس سے تو کوئی بھی فضیلت نہیں ثابت کر سکتا۔

رہا یہ امر کہ خلافت سے استدلال کرنا فضیلت پر تو یہ اوسکے خلاف ہے جو آپ کہہ چکے ہیں کہ اگر خلق کے سامنے کسی کو شرف و منزلت حاصل ہو تو اوسکا اعتبار ہی نہیں خصوصاً جبکہ اختیار خلافت بھی خلق کے ہاتھ میں ہو تو ظاہر ہے وہ اپنے اغراض ذاتی کے موافق اشخاص کو منتخب کرینگے پھر اوس سے فضیلت عنداللہ کیونکر ثابت ہو سکتی ہے۔

غرض مدار عقیدہ اہلسنت صرف خلافت پر ہے اور اوسکی یہ حالت ہے کہ یزید و عبدالملک بھی اوسی طرح خلیفہ ہوئے جسطرح خلفائے ثلثہ پس اگر اونکو بھی افضل ناس سمجھتے ہیں تو شیخین کو بھی مانئے ورنہ فضول بات بنانے سے کیا حاصل۔

بہرحال آخر میں قرطبی نے تصریح کر دی کہ مسئلہ اجتہادی ہے اور مدار اسکا خلافت پر
تو اب بتایئے بخاری صاحب کی ان روایات کا کیا حشر ہوا کیونکہ اتنا بھی تو ہوا کہ کسی نے ان
روایات کی بنا پر فضیلت کا دعویٰ کیا ہو۔

الحدیث الخامس عشر حدثنا قتیبہ بن سعید عن مالک عن عبد الرحمن
بن القسم عن ابیہ عن عائشۃ انہا قالت خرجت مع رسول اللہ صلعم فی بعض اسفارنا
حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقد لی فاقام رسول اللہ صلعم علی التماسہ
واقام الناس معہ ولیسوا علی ماء ولیس معہم ماء فاتی الناس ابا بکر
فقالوا الا تری ما صنعت عائشۃ اقامت برسول اللہ صلعم وبالناس معہ ولیسوا
علی ماء ولیس معہم ماء فجاء ابوبکر ورسول اللہ صلعم واضع راسہ علی فخذی
قد نام فقال حبست رسول اللہ صلعم والناس ولیسوا علی ماء ولیس معہم
ماء قالت فعاتبنی وقال ماشاء اللہ ان یقول وجعل یطعننی بیدہ فی
خاصرتی فلا یمنعنی من التحرک الا مکان رسول اللہ صلعم علی فخذی فنام رسول
اللہ صلعم حتی اصبح علی غیر ماء فانزل اللہ آیۃ التیمم فتیمموا فقال اُسید
بن الحضیر ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر فقالت عائشۃ فبعثنا البعیر
الذی کنت علیہ فوجدنا العقد تحتہ۔

عائشہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک سفر میں چلے جب بیدا (ذو الحلیفہ مقام
کا نام ہے) یا ذات الجیش مقام میں پہونچے تو ہمارا گلے کا ہار ٹوٹ گیا تو حضرت نے قیام کیا اور لوگ بھی
ٹھہر گئے حالانکہ اونکے پاس پانی نہ تھا۔ تو لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا نہیں دیکھتے عائشہ کو
کہ رسول اللہ صلعم کو روک رکھا حالانکہ لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے۔ ابوبکر ہمارے پاس آئے اور دیکھا کہ
رسول اللہ سر رکھے ہوئے ہمارے زانو پر سو رہے ہیں۔ ابوبکر نے کہا تو نے رسول اللہ کو روک رکھا
حالانکہ لوگوں کے پاس پانی نہیں ہے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ ابوبکر نے ہم پر عتاب کرنا شروع کیا اور جو چاہا کہا اور
اپنے ہاتھ سے ہمارے پہلو میں مارنے لگے اور ہم رسول اللہ کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتے تھے کہ رسول اللہ
ہمارے زانو پر سوئے تھے پس رسول اللہ صبح کو اس طرح اوٹھے کہ پانی نہ تھا تو خدا نے آیہ تیمم

نازل کیا اور اسید بن حضیر نے کہا یہ پہلی برکت تمھاری نہیں ہے اے خاندان ابوبکر
عائشہ کہتی ہیں کہ جب اوس اونٹ پر سوار ہوے تو اوسکے نیچے اس ہار کو پالیا۔
ابن حجر کہتے ہیں کہ بخاری نے اس حدیث کو یہاں صرف اسوجہ سے لکھا کہ اسید بن حضیر
نے کہا ماھی باول برکتکم یا آل ابی بکر یہ تمھاری پہلی برکت نہیں ہے یا آل ابوبکر!
مگر افسوس خود بخاری کتاب التفسیر میں لکھتے ہیں بذیل تفسیر سورہ نسا عن عائشہ
قالت ھلکت قلادہ لاسماء فبعث النبی فی طلبھا رجالا فحضرت الصلوۃ
ولیسوا علی وضوء ولم یجد وا ماء فصلوا وھم علی غیر وضوء فانزل اللہ
یعنی آیۃ التیمم اول الامر منکم دون الامر ص۵۰ جلد ۳
حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اسماء کا قلادہ گم ہوگیا تو حضرت نے اوسکی طلب میں
لوگوں کو بھیجا اور نماز کا وقت آگیا حالانکہ پانی نہ تھا تو سب نے نماز بلا وضو پڑھا تو خدا نے
آیہ تیمم نازل کیا۔ اب اس روایت کو ملائے اور اوس روایت کو تو معلوم ہو کون سچ
ہے کون غلط کیونکہ دونوں روائتیں بخاری کی ہیں ایک میں واقعہ بیان ہے دوسرے
میں وہ قصہ جسکو کوئی انسان نہیں مان سکتا۔ بخاری نے اس روایت کو کتاب تیمم میں
بھی لکھا ہے اور کتاب مناقب میں بھی جس سے یہاں بحث ہے اور کتاب التفسیر میں بھی
جو بخاری کی عقلمندی کی بجائے خود ایک ظاہر دلیل ہے۔
دوسرے خدا نے تفضیح بخاری کا یہ سامان کیا کہ اونھوں نے آیہ غلط لکھا فان لم
تجد وا ماء فتیمموا الایہ صعید اطیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم مگر بعد کو
یاروں نے فلم تجد وا ماء بنایا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ابن حجر لکھتے ہیں وللنسفی
وعبدوس والمستملی والحموی فان لم تجد وا قال ابو ذر کذا فی روایتنا
والتلاوۃ فلم تجد وا ماء قال صاحب المشارق ھو الصواب ص۲۱۱
جلد اول
یعنی گو اب یوں ہے مگر روایت نسفی۔ عبدوس مستملی۔ حموی میں فان لم تجد وا ہے
کہا ابوذر نے ہماری روایت میں یوں ہی ہے مگر تلاوت قرآن میں فلم تجد وا ہے

کہا صاحب مشارق نے یہی صواب ہے۔
ابن حجر نے ایک بات یہ بھی بنائی ہے کہ ممکن ہے قراءۃ شاذہ حماد بن سلمہ کی بھی ہو
قولہ فی بعض اسفارہ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن عبد البر کا بیان ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے اور اسی غزوہ میں قصہ افک بھی ہوا جس میں عائشہ متہم ہوئیں تو گویا اس سفر میں دو مرتبہ ان کا ہار گرا۔
قولہ لذا انقطع لی عقد ہار ٹوٹ گیا ابن حجر لکھتے ہیں کہ اوسکی قیمت بارہ درہم تھی یعنی عایا بجا کا مال تھا۔
قولہ واقام الناس معہ ولیسوا علی ماء۔ اس روایت سے اسپر استدلال کیا گیا ہے کہ ایسے مقام پر ٹھرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو مگر ابن حجر کہتے ہیں اسمیں نظر ہے۔ کیونکہ مدینہ اون سے قریب تھا اور وہ مدینہ ہی جا رہے تھے۔ یہ بھی محتمل ہے کہ حضرت کو اسکا علم نہو کہ پانی نہیں ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ پانی وضو کیلئے نہ تھا اور پینے وغیرہ کیلئے تھا۔

قولہ فاتی الناس الی ابی بکر لوگ ابوبکر کے پاس آئے۔ یہ عجب بے جوڑ ٹکڑہ ہے کہ عائشہ کے ہار ٹوٹنے سے حضرت رکیں اور شکایت اسکی آئے ابوبکر کے پاس ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا لڑکی کی شکایت باپ کی طرف جائز ہے اگرچہ اوسکی شادی ہو گئی ہو مگر یہ طرفہ ماجرا ہے کیونکہ جب وہ زوجیت میں دوسرے کے دیدی گئی ہے تو پھر باپ سے شکایت کیسی مگر عائشہ اور ابوبکر کے لئے قانون ہی جدا ہے۔ دوسری وجہ یہ لکھتے ہیں کہ ابوبکر سے اسلئے شکایت کی کہ حضرت سو رہے تھے۔ مگر افسوس اسکا علم تو کسی کو نہ تھا کیونکہ جب ابوبکر گئے ہیں تب دیکھا کہ حضرت خواب میں ہیں۔
قولہ فجاء ابوبکر و رسول اللہ راسہ علی فخذی۔ یعنی ابوبکر اندر گھس آئے اور دیکھا کہ حضرت کا سر میری زانو پر ہے۔ مگر یہ ایسا واقعہ ہے کہ بجز رسول اللہ یہ مصیبت کسی پر نہ پڑی کہ آپ اپنی زوجہ کے ساتھ بھی آرام کرنے نہیں پاتے۔ ابن حجر نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر کسی کی لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ سوئی ہو تو وہ داخل ہو سکتا ہے بشرطیکہ

اوسکی رضا معلوم ہو اور حالت مباشرت میں نہو۔ مگر یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ اسکا علم کسی کو نہیں حاصل ہو سکتا کیونکہ رضا تو افعال قلبیہ سے ہے جسکو بجز خدا کوئی نہیں جان سکتا اور حالت مباشرت میں نہونا بھی بجز زوج و زوجہ کسی کو نہیں معلوم ہو سکتا۔ اب بتائیے ابوبکر کو اسکا کیونکر علم ہوا کہ یہ وقت خالی ہے کیا آپنے قرآن مجید میں یہ آیہ نہیں پڑھا ہے یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم احزاب ۲۲ع کہ اے ایمان والو تم نہ داخل ہو گھر میں نبی کے جبتک اجازت نہ دی جائے تمکو۔ تو جب عام طور پر ممانعت ہے کہ بلا اذن خانہ نبوت میں نہ داخل ہو۔ تو کب کوئی مان سکتا ہے کہ ابوبکر اس طرح گھر میں آئے ہوں وہ بھی ایسی حالت میں کہ جب شب کا وقت تھا جسمیں بہت سے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ اس روایت کی موضوعیت ہمکو ثابت کرنا ہے لہذا دکھاتے ہیں کہ محض جزئی فضیلت عائشہ ثابت کرنے کے لئے کیسی وضعی حدیث بنائی گئی ہے کیونکہ دنیا میں کوئی نظیر اسکی نہیں ملتی کہ کسی کے حرم سرا میں کوئی شخص بھی بلا اذن چلا جائے اگرچہ کیسی ہی ہم پیش ہو کیونکہ وہاں بھی کم سے کم آواز دیدی جاتی ہے نہ کہ اس طرح بے محابا گھس جائے اگرچہ دوسرا ہی کیوں نہو۔ کیونکہ اوسکا تو زیادہ خیال و شرم دامنگیر ہوتی ہے کہ نہ معلوم کس حالت میں ہے اور یہاں تو کوئی بات ہی نہ تھی جسکے لئے اسکی جرات کرنی پڑی

قولہ فقال حبست یہ سب سے زیادہ تعجب خیز ہے کہ جب ابوبکر نے جاکر بچشم خود دیکھ لیا کہ حضرت زانو پر سر رکھے ہوئے عائشہ کے سو رہے ہیں۔ تو اب بتائیے اسمیں عائشہ کا کیا قصور ہے جنپر یہ عتاب شروع ہوتا ہے حالانکہ اونکو معلوم تھا حضرت کی حالت بیداری و خواب ایک حکم رکھتی ہے جناب امیر کی گود میں حضرت کا سر تھا نہ اوٹھ سکے یہانتک کہ نماز عصر فوت ہو گئی جسکے لئے دوبارہ آفتاب پھر آیا پھر فرمائیے ابوبکر کا یہ غصہ کس طرح کا تھا کہ ایسے شخص پر غصہ کر رہے ہیں جسکا کوئی قصور نہ تھا۔

قولہ فقالت عائشۃ فعاتبنی ابوبکر۔ یہ اور بھی مزہ دار ہے کہ حالت بھی دیکھتے ہیں اور غصہ بھی ہو رہے ہیں حالانکہ عام قاعدہ ہے غصہ میں آواز بلند ہو جاتی ہے جس سے

خواہی نخواہی آدمی جاگ جاتا ہے مگر ابوبکر کو اسکا بھی خیال نہیں ہوتا کہ کہیں حضرت بیچین نہو جائیں اور غصہ کئے جاتے ہیں بروایت ابن حجر ابوبکر کہتے تھے فی کل مرۃ تکونین عناء کہ تم ہر دفعہ ہمارے لئے بلا ہو جاتی ہو ابن حجر اسکی بھی توجیہ کرتے ہیں کہ عائشہ کیوں ابوبکر کہتی ہیں اور یہ نہیں کہتیں ابی کہ ہمارے باپ غصہ کرتے تھے۔ کیونکہ باپ جو ہوتا ہے وہ شفیق ہوتا ہے اور یہاں ابوبکر کے افعال خلاف شفقت ہو رہے تھے فلذلک انزلتہ منزلۃ الاجنبی فلم یقل ابی یعنی عائشہ نے اونکو بمنزلہ اجنبی قرار دیا اور یہ نہ کہا ابی کہ ہمارے باپ غصہ کرتے تھے کیونکہ ایسا شخص تو اس قابل ہے کہ کبھی بھی باپ نہ کہا جائے قولہ وجعل یطعننی بیدہ فی خاصرتی۔ یعنی ابوبکر اپنے ہاتھ سے ہمارے پہلو میں مارتے تھے۔ کیا یہی محبت رسول کا تقاضا تھا کہ مطلق آپکے آرام یا عزت کا خیال نہ کیا گیا اور دھڑ ادھڑ انھوں نے مارنا شروع کیا اور یہ نہ خیال کیا کہ رسول اللہ کی نیند میں خلل پڑیگا اور یہ کیسی بے حرمتی رسول کی ہے۔

پھر اگر ان لوگوں نے بعد وفات بضعۃ الرسول کو ایذا دی گھر میں آگ لگایا تو کیا تعجب ہے کیونکہ رسول کے احترام کا اتنا بھی تو نہ خیال کیا کہ اگر واقعی عائشہ قابل تعذیر تھیں تو بعد بیداری تادیب کر لیتے۔

قولہ فانزل اللہ اٰیۃ التیمم ابن حجر لکھتے ہیں قال ابن العربی ھذہ معضلۃ ما وجدت لداء ھا من دواء لانا لا نعلم ای الاٰیتین عنت عائشۃ قال ابن بطال ھی اٰیۃ النساء واٰیۃ المائدۃ وقال القرطبی ھی اٰیۃ النساء ص۲۱۶

ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ وہ مصیبت ہے جسکے لئے آجتک کوئی دوا نہیں ملی کیونکہ نہیں معلوم عائشہ نے کونسی دو آیتوں سے ایک آیۃ کو ارادہ کیا۔ ابن بطال کہتے ہیں وہ آیہ سورہ نسا اور سورہ مائدہ ہے اور قرطبی کہتے ہیں وہ آیہ سورہ نسا ہے۔

ابن حجر بھی اسی آیہ کو مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب پر یہ امر مخفی تھا بخاری نے اسکو ظاہر کیا مگر یہ عجب گورکھ دہندہ ہے کیونکہ مدار اس تحقیق کا اسپر ہے کہ کہا فانزل اللہ اٰیۃ التیمم حالانکہ یہی فقرہ اوسمیں بھی ہے جو قصہ اسماء میں ہے کہ جب اون کا قلادہ گم ہوا

اور لوگوں نے بغیر وضو نماز پڑھی تو بھی کہا گیا فانزل اللہ ایۃ التیمم اور تفسیر سورہ مائدہ میں بھی یہی کہا گیا فانزل اللہ ایۃ التیمم۔

طرہ تو یہ ہے کہ ابن حجر کہتے ہیں سورہ نسا میں جو آیہ ہے اوسکے نسبت عائشہ نے نہیں کہا کہ اسوجہ سے نازل ہوا۔ مگر افسوس کہ یہاں بھی تو وہی حالت ہے کہ فانزل اللہ خدا نے نازل کیا نہ یہ کہ اسوجہ سے نازل کیا۔

اب دوسرا رخ بدلئے اور دیکھئے کہ جو آیہ سورہ مائدہ میں ہے اوس میں حکم وضو اور تیمم دونو ساتھ ہے اور ابن عبد البر کہتے ہیں معلوم عند جمیع اهل المغازی انہم لم یصل منذ افترضت الصلوٰۃ الا بوضوء ولا یدفع ذلک الا جاهل او معاند کہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ جب سے حضرت نماز واجب ہوئی کبھی بلا وضو نماز نہیں پڑھا جس سے وہی انکار کر سکتا ہے جو جاہل ہو یا معاند۔

تو اب بتائے کہ کیا پورا آیہ اس واقعہ میں نازل ہوا یا صرف حکم تیمم اگر صرف حکم تیمم نازل ہوا تو تحریف قرآن لازم آئی کہ صحابہ نے حکم تیمم کو حکم وضو کے ساتھ ملا کر لکھا ابن حجر لکھتے ہیں ان الایۃ نزلت جمیعہا فی هذه القصۃ۔ یعنی پورا آیہ اسی قصہ میں نازل ہوا جسکے مطلب یہ ہوئے کہ جب تک قلادہ عائشہ نہ گم ہوا تھا اوسوقت رسول اللہ اور صحابہ بلا وضو نماز پڑھتے تھے کیونکہ حکم وضو و حکم تیمم تو ایک ساتھ نازل ہوا۔

اب دوسرا مزہ سنئے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا جو غزوہ مریسیع کے قبل ہوا اور غزوہ مریسیع میں عائشہ متہم ہوئیں۔ اور داؤدی کہتے ہیں کہ واقعہ نزول آیہ تیمم غزوہ فتح میں ہوا کیونکہ اس میں راوی ابو ہریرہ ہیں جو ۷ھ میں اسلام لائے اور غزوہ بنی المصطلق ۵ھ میں ہوا لہذا غزوہ فتح کا یہ واقعہ ہے

ابن حجر لکھتے ہیں کہ نزول آیہ تیمم کا واقعہ بعد قصہ افک ہونا اس سے بھی ثابت ہے کہ ابوبکر نے عائشہ سے کہا فی کل سفر تکونین عناء وبلاء۔ یعنی ہر سفر میں تجھسے لوگوں پر بلا اور مصیبت نازل ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو مرتبہ ان کا گردن بند دو سفر ضایع ہوا۔

پھر ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے ایک شخص کو قلادہ لانے کو بھیجا اور وہ اوسکو ملگیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے بہت سے لوگونکو بھیجا اور تیسری روایت میں ہے کہ اسید بن حضیر کو بھیجا اور اونکے ساتھ اور لوگوں کو بھی۔ پھر بتایئے کہ جس روایت میں اسقدر اختلاف ہو وہ کب قابل قبول ہوسکتی ہے۔ پھر اسمیں اختلاف ہے کہ آخر وہ گردن بند کسکو ملا کوئی کہتا ہے حضرت نے پایا کوئی کہتا ہے اسید بن حضیر نے پایا تو کیا ایسی روایت صحیح ہوسکتی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں وفی الحدیثین اختلاف آخر یعنی اسکے علاوہ دونوں حدیثوں میں اور بھی اختلافات ہیں کیونکہ ایک میں عائشہ کہتی ہیں ہمارا قلادہ ٹوٹ گیا۔ اور دوسری روایت میں کہتی ہیں ہمارا قلادہ گم ہوگیا۔ تیسری روایت میں ہے کہ وہ قلادہ خود انکا ذاتی مال نہ تھا۔ چوتھی روایت میں ہے کہ عائشہ نے اپنی بہن اسماء سے مستعار لیا تھا ملاحظہ ہو فتح الباری جلد اول صفحہ ۲۱۵ لغایت صہ ۲۱۶

دیکھئے یہ ادنی نتیجہ ہے اس وضعی حدیث کا کہ کسی پہلو سے درست ہی نہیں ہوتی اور غرض اوسکی صرف اسقدر ہے کہ ابن حجر لکھتے ہیں والغرض منہ قول اسید بن حضیر فی آخرہ ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر کہ خاندان ابوبکر کی برکت ثابت کریں حالانکہ ابوبکر صاحب کہتے ہیں نکو تین فی کل سفرۃ بلاء وعناء کہ تم تو ہر سفر میں ایک نئی بلا و مصیبت بنجاتی ہو۔

غرض اس روایت کے موضوعیت میں تو اب کوئی شبہہ نہیں رہ سکتا اسلئے کہ اسمیں صریح حملہ ہے آیۃ الوضوء پر حالانکہ حکم وضو ابتدائے اسلام سے ہے نہ کہ عائشہ کے قلادہ گم ہونے یا ٹوٹنے پر یہ آیہ نازل ہوا محض فضیلت عائشہ کے لئے یہ حدیث بنائی گئی۔

الحدیث السادس عشر حدثنا ابن ابی ایاس ثنا شعبہ عن الاعمش۔ قال سمعت عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ تابعہ جریر و عبد اللہ بن داؤد و ابو معویہ و محاضر عن الاعمش۔

یعنی حضرت نے فرمایا ہمارے اصحاب کو گالی نہ دو کیونکہ اگر کوئی بمثل کوہ احد طلا کو خرچ

کریں تو صحابہ کے ایک مد یا نصف کے خرچ کے برابر کو بھی نہیں پہونچ سکتا۔
مگر نہیں معلوم بخاری نے اسکو مناقب ابوبکر میں کیوں لکھا کیونکہ اگر اسکے لکھنے کا موقع تھا تو فضائل عموم صحابہ میں نہ خصوص ابوبکر میں اور اگر یہ حدیث صحیح مانی جائے تو اسکے مطلب یہ ہونگے کہ ہمارے صحابہ کو گالی نہ دو اور سبکو چاہو گالی دو حالانکہ عام طور پر گالی کی ممانعت ہے ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان پ ۲۶ ع ۱۴

ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ نہ ایک دوسرے کا نام رکھو ایمان لانے کے بعد فاسق بُرا نام ہے۔ پھر اس حکم صریح کے بعد کیونکر ممکن ہے کہ حضرت خصوص صحابہ کے سب کی ممانعت کریں جس سے غیر صحابہ کا سب جائز قرار پائے۔ اور اگر مان لیا جائے تو پھر بتانا چاہیئے کہ یہ حکم کس کو ہے کیونکہ لاتسبوا ہے تم لوگ گالیاں نہ دو تو سب ہی اصحاب ہیں اور انہیں سے خطاب ہے کہ تم گالی نہ دو۔ اسی وجہ سے بعض لوگ اسکے قائل ہوے کہ یہ خطاب غیر صحابہ سے ہے کہ غیر صحابہ۔ ہمارے اصحاب کو گالی نہ دیں۔

اس حدیث کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن عوف میں کچھ تکرار ہوئی تھی جسپر حضرت نے یہ حدیث فرمایا۔ مقصود یہ ہے کہ عبدالرحمن ہمارے خاص صحابی ہیں تو اس بنا پر لازم آتا ہے کہ حضرت کے صحابی دو ہی ہوے کیونکہ روایت سابق میں جب ابوبکر سے گالی گفتہ ہوا تھا تو حضرت نے فرمایا تھا ھل تارکو لی صاحبی ملاحظہ ہو حدیث سادس۔

جس میں بمقابلہ عمر حضرت نے ابوبکر کو اپنا صحابی کہا تو عمر خارج ہوئے اور یہاں خالد بن ولید کے مقابلہ میں عبدالرحمان کو اصحابی کہا تو خالد بن ولید صحابیت سے نکلے۔
طرہ تو یہ ہے کہ تمامی محدثین نے اس حدیث کو اس واقعہ خالد بن ولید و عبدالرحمان بن عوف میں لکھا ہے چنانچہ ابن حجر نے بھی اسکی تصریح کی ہے مگر بخاری نے اس حدیث کو بھی مناقب ابوبکر میں لکھدیا اور مناقب عبدالرحمن بن عوف کو اوڑا ہی دیا کوئی باب بھی اون کے فضائل کا نہ لکھا پھر فرمائیے ایسی ناانصافی کا کسکے پاس علاج ہے۔

حدیث میں جو وجہ عدم سب بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے اصحاب کو گالی نہ دو کیونکہ گوہ احد کے برابر بھی سونا اگر خرچ کرو تو صحابہ کے خرچ کے ایک مد کے برابر بھی نہ پہونچو گے یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ انفاق سے بڑھکر مرتبہ جہاد ہے جس میں جان اور مال دونوں کا انفاق شامل ہے پھر کیونکر ممکن ہے حضرت اوسکو چھوڑکر صرف انفاق کا ذکر فرماتے مگر چونکہ اہلسنت کو معلوم ہے جہاد میں کسی طرح ان لوگوں کا حصہ نہ تھا لہذا اسی انفاق کو داخل روایت کیا کیونکہ انکے خیال میں ابوبکر مالدار ضرور تھے حالانکہ اسکی حالت سابقاً مرقوم ہوچکی۔

الحدیث السابع عشر حدثنا محمد بن مسکین ابو الحسن ثنا یحیی بن حسان ثنا سلیمان عن شریک بن ابی نمر عن سعید بن المسیب اخبرنی ابو موسی الاشعری انه توضا فی بیته ثم خرج فقلت لالزمن رسول اللہ ص ولاکونن معه یومی هذا قال فجاء المسجد فسال عن النبی ص فقالوا خرج ووجه ههنا فخرجت علی اثره اسئل عنه حتی دخل بئر اریس فجلست عند الباب وبابها من جرید حتی قضی رسول اللہ ص حاجته فتوضا فقمت فاذا هو جالس علی بئر اریس وتوسط قفها وکشف عن ساقیه ودلاها فی البئر فسلمت علیه ثم انصرفت فجلست عند الباب فقلت لاکونن بواب رسول اللہ ص الیوم فجاء ابوبکر فدفع الباب فقلت من هذا فقال ابوبکر فقلت علی رسلک ثم ذهبت فقلت یا رسول اللہ ص هذا ابوبکر یستاذن فقال ائذن له وبشره بالجنة فاقبلت حتی قلت لابی بکر ادخل ورسول اللہ ص یبشرک بالجنة فدخل ابوبکر فجلس عن یمین رسول اللہ ص معه فی القف ودلی رجلیه فی البئر کما صنع النبی ص وکشف عن ساقیه ثم رجعت فجلست وقد ترکت اخی یتوضا ویلحقنی فقلت ان یرد اللہ بفلان یرید اخاه خیرا یات به فاذا انسان یحرک الباب فقلت من هذا فقال عمر بن الخطاب فقلت علی رسلک ثم جئت الی رسول اللہ ص فسلمت علیه فقلت هذا عمر بن الخطاب یستاذن فقال ائذن له وبشره بالجنة فجئت فقلت ادخل وبشرک رسول اللہ ص بالجنة فدخل فجلس

فجلس مع رسول اللہ ص فی القف عن یسارہ ودلی رجلیہ فی البئر ثم جئت
فجلست فقلت ان یرد اللہ بفلان خیرا یات بہ فجاء انسان یحرک الباب
فقلت من ھذا فقال عثمان بن عفان فقلت علی رسلک وجئت الی
النبی ص فاخبرتہ فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ علی بلوی تصیبہ فجئتہ
فقلت لہ ادخل وبشرک رسول اللہ ص بالجنۃ علی بلوی تصیبک فدخل
فوجد القف قد ملئ فجلس وجاھہ من الشق الآخر قال شریک قال سعید
بن المسیب فاولتہا قبورھم۔

ابوموسی اشعری سے روایت ہے کہ ایکروز اپنے گھر سے وضو کرکے نکلے اور کہا کہ آج
تو میں رسول اللہ کے ساتھی رہونگا جب مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت یہاں تہیں یا ہیں
کہیں باہر تشریف لیگئے ہیں ہم بھی پیچھے پیچھے پتہ لگاتے چلے آگے معلوم ہوا کہ آپ بئر اریس
میں داخل ہوئے (ایک باغ کا نام ہے) ہم اوسکے دروازہ پر گئے یہاںتک کہ رسول اللہ ص
حاجت سے فارغ ہو کر آئے اور وضو کیا میں بھی کھڑا ہوا تو دیکھا کہ آپ کنوئیں پر اوسکی جگت پر
بیٹھے ہیں اور دونوں ساق کھولدیا ہے اور کنوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں۔ ہم سلام کرکے
واپس آئے اور دروازہ پر بیٹھ گئے اور کہا کہ آج ہم دربان بنکر یہاں رہینگے اتنے میں
ابوبکر آئے اور چاہا کہ داخل باغ ہوں ہمنے روکا اور رسول اللہ سے اجازت لی آپنے
فرمایا اونکو بشارت جنت دو اور بلا لو یہ آکر داہنی طرف حضرت کے بیٹھے اور دونوں پیر
اپنا کنوئیں میں لٹکایا اور ساق کو کھول دیا ہم بھی آئے اور اپنی جگہ بیٹھے اپنے بھائی کو ہم
وضو کرتے چھوڑ آئے تھے کہا اگر خدا اوسکا خیر چاہتا ہے تو وہ بھی آجائیگا اتنے میں دوسرے
نے در کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے کہا عمر بیٹھے رہو پھر رسول اللہ سے اجازت لی حضرت
نے اونکو بھی بشارت دی۔ غرض عمر بھی آئے اور وہ بھی بیٹھ گئے پھر عثمان آئے اور اونکو
بھی بشارت دی گئی بیٹھنا چاہا تو دیکھا جگہ بھر گئی ہے تو دوسری طرف سامنے بیٹھ گئے۔
سعید بن مسیب نے کہا کہ ہمنے اوسکی یہ تاویل کی کہ مراد اس سے قبریں اونکی ہیں۔
یہ حدیث صحیح بخاری ہے جسنے حضرت کا معاذ اللہ وہ نقشہ کھینچا ہے کہ شاید دوسرے

زمیں پر کوئی ایسا نہو خدا تو فرماے انک لعلی خلق عظیم اور خود حضرت کا یہ دعوی ہو
انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق مگر حالت یہ ہے کہ آپ کنویں کی جگت پر اس طرح
بیٹھے ہیں کہ دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی ہیں اور پیر دونوں کنویں میں لٹکا رکھے ہیں اور
کام یہ ہے کہ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کو جنت کی بشارت دیرہے ہیں۔ اگر راوی یہ کہتا کہ حضرت
نے بغرض طہارت پیروں کو کھولا تھا تو ایک بات تھی کہ اوسی حالت میں یہ لوگ آگئے اگر
یہ کہتا کہ حضرت بغرض تفریح طبع جگت پر بیٹھے تھے تو ایک بات تھی۔ مگر اسکو تو کوئی ربط
ہی نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت کنویں کی جگت پر پنڈلیاں کھولکر اور کنویں میں لٹکا کر بیٹھے
حالانکہ مناقب عثمان میں لکھا ہے ان النبی کان قاعدا فی مکان فیہ ماء قد
انکشف عن رکبتیہ او رکبتہ فلما دخل عثمان غطاہا صفحہ ۳۲ فتح الباری جلد ۳
کہ حضرت ایک ایسی جگہ تھے جہاں پانی تھا اور آپکے دونوں گھٹنے یا ایک گھٹنا کھل گیا
تھا جب عثمان آئے تو حضرت نے چھپا لیا۔ یہ روایت ایک طرح عقل میں آسکتی ہے
کہ اتفاقاً ایسا ہوا ہوگا کہ گھٹنا کھل گیا عثمان کے آنے پر حضرت نے چھپا لیا ہو۔ مگر یہ کیونکر
ممکن ہے کہ حضرت نے قصداً پنڈلیاں کھولیں اور کنویں میں لٹکا دیں۔ طرہ تو یہ ہے کہ
یہاں عثمان بھی آتے ہیں اور حضرت نہیں چھپاتے۔

جو روایت مناقب عثمان سے لکھی گئی ہے اوسکے نسبت ابن حجر لکھتے ہیں قال ابن التین
انکر الداودی ہذہ الروایۃ وقال ہذہ الزیادۃ لیست من ہذا الحدیث
بل دخل رواتہا حدیث فی حدیث وانما ذلک الحدیث ان ابا بکر اتی الی
النبی صلعم وہو فی بیتہ قد انکشف فخذہ فجلس ابو بکر ثم دخل عمر ثم
دخل عثمان فغطاہا الحدیث صفحہ ۳۲

یعنی امام داودی نے اس حدیث سے انکار کیا ہے اور کہا کہ یہ زیادتی اس حدیث میں
نہیں ہے بلکہ اس روایت میں دوسری حدیث داخل ہوگئی ہے اصل حدیث یہ ہے کہ
ایک روز آنحضرت اپنے مکان میں تھے اس طرح کہ زانو کھل گیا تھا۔ ابو بکر آکر بیٹھ گئے۔ پھر عمر آئے
وہ بھی بیٹھ گئے۔ جب عثمان آئے تو حضرت نے چھپا لیا۔

اس تحقیقات سے پہلے تو کتاب بخاری کا حال معلوم ہوا کہ اوسکی روایتیں کیسی ہیں کہ خود علمائے اہلسنت اوسکی صحت سے انکار کرتے ہیں دوسرے یہ معلوم ہوا کہ خود بخود یعنی لاعن قصد زانو کھل گیا تھا۔ ابوبکر۔ عمر سے آپکو شرم نہ آئی مگر عثمان کو دیکھکر چھپا لیا۔ مگر اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت قصداً پنڈلیاں کھولکر کنوئیں میں لٹکاتے ہیں اور نہ ابوبکر سے آپکو شرم آتی ہے نہ عمر سے نہ عثمان سے تو کیا اسی تعلیم پر حضرت کا دعوی تھا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق کیونکہ جب حضرت عام طور پر باغ میں بیٹھے ہوئے پنڈلیاں کھولکر کنوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں اور سبکو بشارت جنت دیرہے ہیں تو کسکو اسمیں تامل ہو سکتا ہے کہ یہ خلق حسن اور واجب التعمیل ہے۔

آہ صرف عداوت جناب امیرؑ نے ان لوگونکو کیسی کیسی وضعی حدیث بنانے پر مجبور کیا ہے کیونکہ غالباً یہ حدیث طیر کے مقابلہ میں بنائی گئی ہے اسلئے کہ حدیث طیر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت کے سامنے بھنا ہوا گوشت ایک طائر کا رکھا گیا آپنے خدا سے دعا کی کہ خداوندا جو سب سے تیرے نزدیک احب الخلق ہو اوسکو بھیجدے کہ ہمارے ساتھ شریک طعام ہو۔ اوسوقت انس بن مالک پہرہ دار تھے وہ چاہتے تھے کوئی اون کا ہم قوم آئے اور اس خطاب سے ممتاز ہو دو مرتبہ جناب امیرؑ تشریف لائے اور انس نے واپس کیا کہ رسول اللہ ایک کام میں ہیں تیسری مرتبہ جب جناب امیرؑ نے بلند آواز سے کلام کیا تو حضرت کو معلوم ہوا آپنے بلا لیا۔

یہ تو ایک معمولی حالت ہے کہ جب کسی بزرگ کے سامنے کوئی شئی لذیذ پیش ہوتی ہے اگر وہ لئیم الطبع ہوتا ہے تو چاہتا ہے تنہا کھا جائے اور کریم الطبع چاہتا ہے کوئی اور عزیز یا دوست شریک ہو حضرت نے اسکے لئے خدا سے دعا کی کہ احب الخلق کو بھیج ایسی حالت میں اگر انس نے اسکی خواہش کی کہ کوئی اوسکی قوم کا آجائے تو کوئی جائے تعجب نہیں۔ یہاں کونسی بات تھی تو جو ابو موسی اشعری نے اسکی تمنا کی کہ ہمارا بھائی آجاتا کیونکہ یہاں تو خلاف حیا تعلیم ہو رہی ہے کہ حضرت پیر کھولکر کنوئیں میں لٹکاتے ہیں پھر بجز اسکے کہ کسی نقض حدیث طیر کے قائم یہ روایت درست تھا اور کیا غرض ہو سکتی

ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایسے اختلافات یہاں موجود ہیں جس سے یہ حدیث صرف معنوی ہی طور پر نہیں بلکہ ظاہری طور پر بھی وضعی ہو جاتی ہے ملاحظہ ہو فتح الباری ۳۴۶
کیونکہ یہاں تو ابو موسیٰ کا یہ بیان ہے ہمنے ازخود دربان بننا چاہا حضرت نے اسکا حکم نہیں دیا مگر انھیں ابو موسیٰ کی روایت جو بخاری نے مناقب عثمان میں لکھا ہے اوسمیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے ہمکو حکم دیا کہ دروازہ کی حفاظت کریں بلکہ روایت ترمذی میں ہے کہ حضرت نے حکم دیا دروازہ کی حفاظت کر کسی کو آنے نہ دو جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے نقل ذلک عن الداؤدی وھذا من مختلف الحدیث یعنی داؤدی کہتے ہیں یہ ایسی حدیث ہے جس میں اختلاف ہے۔
دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ روایت انس میں ہے حضرت کا کوئی دربان نہ تھا اور یہاں یہ بیان ہے کہ ابو موسیٰ اشعری دربان تھے۔
تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں اسکا کچھ ذکر ہی نہیں کہ بشارت جنت سنکر ابو بکر نے کہا جس سے معلوم ہوا کہ بشارت جنت کو اونھوں نے ایسا بیکار سمجھا کہ قابل الحمد للہ کہنے کے بھی نہ تھا مگر ابو عثمان نے یہ اضافہ کیا کہ ابو بکر نے اسپر کہا الحمد للہ۔
چوتھے یہ کہ یہاں آخر میں بیان ہے کہ ایک شخص آیا جسنے دروازہ کو حرکت دی۔ یعنی اجازت چاہی جسپر ابن حجر لکھتے ہیں یہ حسن ادب ہے طلب اذن میں مگر یہی روایت جب مناقب عمر میں لکھی گئی تو وہاں فاستفتح ہے کہ عمر نے کھولنا چاہا جسپر ابن حجر لکھتے ہیں کہ بغرض اجازت کھولنا چاہا نہ اس خیال سے کہ بلا اجازت داخل ہوں۔
پانچویں ان سب روایتوں میں تو یہ بیان ہے کہ یہ لوگ ازخود آگئے تھے مگر زید بن ارقم کی روایت سے یہ حدیث بنائی گئی ہے کہ حضرت نے زید بن ارقم کو ابو بکر کے بلانے کو بھیجا کہ اور کہا میرا سلام کہنا اور کہا کہ تمکو بشارت جنت دیتے ہیں۔ اسی طرح عمر کو سلام کہلوا کر بشارت جنت دیا عثمان سے یہ بھی کہا کہ تمکو بلاء عظیم پہونچیگی۔ عثمان زید بن ارقم کا ہاتھ پکڑ کر آئے اور کہا کہ یا حضرت کس وجہ سے ہمپر مصیبت آئیگی حضرت نے فرمایا ہاں

یونہی ہوگا مگر بیہقی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے ۔
چھٹے اسی قسم کی روایت بلال سے بھی بنائی گئی ہے کہ حضرت نے اون سے کہا دروازہ پر کھڑے رہو۔ غرض یہ ہے کہ اسقدر اس قصہ کو رواج دیں کہ خوب مشہور ہو جائے مگر یہ نہ سمجھے کہ جس روایت میں اختلاف ہوگا کہ کبھی ابوموسی اشعری دربان بنائے جائیں کبھی زید بن ارقم کبھی بلال وہ روایت صحیح کب رہ سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ابن حجر کہتے ہیں ثم ظهرلی ان فيه وهما من بعض رواته فقد اخرجه احمد من زید بن هارون عن محمد بن عمرو وفی حدیثه ان نافع بن عبد الحرث هو الذی کان یستاذن یعنی ہمکو ایسا معلوم ہوا ہے کہ بعض راویونکو وہم ہوگیا کیونکہ روایت احمد بن حنبل میں ہے کہ نافع بن عبد الحرث اس خدمت پر مامور تھے کہ حضرت سے طالب اذن ہوں حالانکہ وہم ہے ۔

ساتویں قال سعید بن المسیب فاولتها قبورهم ۔ یعنی سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ ہمنے اسکی تعبیر دی قبرونکی ۔ یہ ایسا جملہ ہے کہ سب پر پانی پڑ جاتا ہے ابن حجر کہتے ہیں فيه وقوع التاويل فی اليقظة یعنی اس سے معلوم ہوا کہ حالت بیداری میں بھی تعبیر ہوتی ہے کیونکہ ابوموسی اشعری راوی حدیث کا بیان تو یہ ہے کہ ہمنے بچشم خود اس واقعہ کو دیکھا تھا کہ حضرت اس طرح باغ گئے اور ابوبکر عمر عثمان آئے اور حضرت نے پیرونکو کھول کر کنوئیں میں لٹکایا ۔ پھر یہ جملہ کیسا کہ ہمنے اسکی تعبیر یہ دی کیونکہ یہ بات تو خواب کے متعلق ہوتی ہے نہ جس واقعہ کو بچشم خود دیکھا ہو ۔

ہاں یہ بات خوب بنائی گئی کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ابوبکر عمر حضرت کے ساتھ دفن ہونگے اور عثمان علیحدہ کیونکہ انکو جگہ جگت پر نہیں ملی تھی لہذا علیحدہ بیٹھے تھے تو چاہیئے تھا کہ جس طرح دیکھا تھا کہ ابوبکر داہنی طرف بیٹھے ہیں عمر بائیں طرف اوسی طرح انکو دفن بھی ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ابوبکر کے بعد عمر اس طرح دفن ہوئے کہ ابوبکر کا سر حضرت کے شانہ کے پاس ہے اور عمر کا سر حضرت کے پیروں کے پاس ۔ اس اعتراض کے لئے جھٹ روایت نکلی کہ ابوبکر داہنی طرف دفن ہوئے اور عمر بائیں طرف ۔ پھر ان لوگونکی

کسی روایت پر کیا تعجب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب دفن رسول کو بھی ان لوگوں نے محض بغرض اثبات فضیلت خلفا اولٹ پلٹ دیا جو حسی اور مشاہدہ کی چیز ہے تو پھر جو نہ کریں کم ہے۔

غرض جو شخص کچھ بھی غور و تامل سے اس روایت کو دیکھیگا تو اسکے موضوع اور جعلی ہونے میں شک و شبہہ نہ رہیگا جو محض اس غرض سے بنائی گئی کہ کسی طرح خلفائے ثلثہ کا مبشر بالجنۃ ثابت ہو اگرچہ اسوجہ سے کیسا ہی کچھ الزام کیوں نہ آئے کہ حضرت خلاف تہذیب پیروں کو کھولکر کنوئیں میں لٹکائیں۔

الحدیث الثامن عشر حدثنا محمد بن یسار یحیی عن سعید عن قتادۃ ان انس بن مالک حدثھم ان النبی صعد احدا و ابوبکر و عمر و عثمان فرجف بھم فقال اثبت احد فانما علیک نبی و صدیق و شھیدان۔

انس بن مالک راوی ہیں کہ حضرت ایکروز احد پر تشریف لیگئے اور ابوبکر و عمر و عثمان ساتھ تھے کہ اتنے میں زلزلہ آیا حضرت نے فرمایا اے احد تو ثابت رہ کہ تجھپر نبی اور صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

مگر نہ معلوم انس بن مالک راوی حدیث اوس وقت کہاں تھے کیونکہ اگر وہ بھی ساتھ ہوتے تو کوئی بشارت انکو بھی ملتی لہذا نہ معلوم انھوں نے کس سے سنا تو یہ روایت منقطع ہوئی۔

یہاں تو کوہ احد کا نام لیا گیا ہے مگر روایت صحیح مسلم میں اور مسند ابو یعلی میں کوہ حرا کا نام ہے ملاخطہ ہو فتح الباری صفحہ ۲۶۹۔ اور روایت سعید میں ہے کہ حرا یا احد ہے جس کا اختلاف ظاہر ہے کیونکہ کوہ حرا مکہ معظمہ میں ہے جہاں انس بن مالک کا وجود بھی نہ تھا کیونکہ وہ مدینہ کے رہنے والے تھے جو بعد ہجرت اسلام لائے پھر وہاں کہاں تھے جو اس حالت سے مطلع ہو کر روایت کرتے

نتیجہ ان اختلافات کا یہ ہوا کہ ابن حجر لکھتے ہیں ولولا اتحاد المخرج لجوزت تعدد القصۃ ثم ظھر لی ان الاختلاف فیہ من سعید فانی وجدتہ فی مسند الحارث... واخرج مسلم من حدیث ابی ھریرۃ ما یوید

تعدد القصۃ فذکر انہ کان علی حراء ومعہ المذکورون ھنا وزاد معہم غیرہ واللہ اعلم ص۳۹۶

یعنی اگر یہ نہ ہوتا کہ راوی ان روایات کے ایک ہی ہیں تو ہم کہدیتے یہ قصہ چند بار ہوا احتمال تعدد قصہ قوی ہے۔ مسلم نے حدیث ابو ہریرہ سے جو روایت کی ہے وہ بھی موید تعدد قصہ ہے کیونکہ اس میں ہے کہ کوہ حرا پر تھے اور حضرت کے ساتھ یہ لوگ تھے۔ مگر دوسری روایت میں ہے کہ اور لوگ بھی ساتھ تھے۔

پھر فرمایئے یہ روایت کیسی ہوئی جس میں اسقدر اختلاف ہے کہ کوئی کوہ حرا کا نام لیتا ہے کوئی کوہ احد کا کوئی صرف ابوبکر و عمر و عثمان کی معیت بیان کرتا ہے کوئی اور لوگوں کا بھی ساتھ ہونا بیان کرتا ہے۔

ہاں یہاں تو بخاری نے شہیدان لکھا ہے مگر اسی روایت کو جب مناقب عمر میں لکھا تو او شہید لکھا یہاں تو قول رسول اللہ صلعم اثبت لکھا کہ اے پہاڑ ٹھہر رہ۔ اور مناقب عمر میں اسی حدیث میں یہ بڑہایا فضربہ برجلہ کہ حضرت نے پیروں سے پہاڑ کو مارا نہ معلوم صرف ہیبت نام عمر سے حضرت نو یہاں کیوں جوش آیا جو پہاڑ پر لات بھی چلا دیا حالانکہ روایت ایک ہی ہے واقعہ ایک ہی ہے مگر چونکہ بخاری نے مناقب عمر میں اس روایت کو لکھا اسلئے یہ اضافہ کر دیا۔ اس روایت زیر بحث میں ابوبکر بالرفع ہے جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عطف ہے ضمیر صعد پر یعنی حضرت پہاڑ پر چڑہے اور ابوبکر و عمر۔ مگر جو روایت مناقب عمر میں لکھی ہے وہاں ومعہ ابوبکر و عمر و عثمان جو بہ نسبت اسکے صحیح ہے۔

غرض جس پہلو سے دیکھئے یہ حدیث سراپا موضوع ہے کیونکہ جس روایت میں اسقدر اختلاف ہے وہ کب صحیح ہو سکتی ہے اور جب حضرت اسکی خبر دیرہے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے بعد بدعتوں کے مرتکب ہونگے کب یہ فرما سکتے ہیں کہ یہ لوگ صدیق و شہید ہیں۔ حالانکہ یہاں واو عطف لایا گیا ہے کہ پہاڑ پر نبی۔ صدیق۔ دو شہید ہیں۔ اور وہی حدیث جب مناقب عمر میں لکھی جاتی ہے تو حضرت فرماتے ہیں یا صدیق یا شہید تو کیا کلام رسول میں اختلاف ممکن ہے؟

طرہ تو یہ ہے کہ حضرت نے احد کو آواز دی کہ اے احد ٹھہر جا اسپر ابن حجر لکھتے ہیں دفنادہ وخطاب

یحتمل المجاز وحملہ علی الحقیقۃ اولی۔ یعنی حضرت کا فرمانا یا خطاب کرنا ممکن ہو کہ بصورت مجاز ہو اور محتمل ہے کہ بطور حقیقت ہو مگر حقیقت پر محمول کرنا اولی ہو۔ اب کون ان سے پوچھے کہ جمادات سے خطاب کیسا؟ حالانکہ یہ لوگ اسکو بھی نہیں جائز سمجھتے کہ مردوں سے خطاب کیا جائے۔

الحدیث التاسع عشر حدثنا احمد بن سعید ابو عبد اللہ ثنا وھب بن جریر ثنا صخر عن نافع ان عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم بینما انا علی بئر انزع منہا جاء نی ابو بکر و عمر فاخذ ابو بکر الدلو فنزع ذنوبا او ذنوبین وفی نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ ثم اخذھا ابن الخطاب من یدی ابی بکر فاستحالت فی یدہ غربا فلم ار عبقریا من الناس یفری فریہ فنزع حتی ضرب الناس بعطن قال وھب العطن مبرک الابل یقول حتی رویت الابل فاناخت۔

حدیث نوزدہم

بخاری کو چونکہ خاص طرح کا عشق ہی اسلئے اس حدیث کو پھر مکرر لائے حالانکہ پہلے اسی حدیث کو لکھ چکے ہیں جسکی شرح مفصل گذر چکی مگر صرف اس غرض سے کہ اس حدیث کی شہرت ثابت کریں۔ یہاں احمد بن سعید کی روایت سے لائے ورنہ کوئی وجہ اسکی نہیں معلوم ہوتی کہ ایک روایت کو ایک ہی باب میں مکرر لائیں وہ بھی اس حیثیت سے کہ ایک فقرہ دوسرے کے خلاف ہو یہاں بینما انا علی بئر ہے کہ ہم ایک کنوئیں پر تھے جس سے واقعہ معلوم ہوتا ہو کہ ایسا ہی ہوا حالانکہ پہلی روایت میں ہو بینا انا نائم کہ ہم خواب دیکھ رہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کنوئیں پر ہیں دوسری میں ہے کہ ہم میدان میں ہیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کلام رسول میں اسقدر اختلاف ہو سکتا ہو خصوصاً اوس کتاب میں جسکو اصح الکتب کا خطاب دیا گیا ہے۔

اوسپر طرہ یہ ہو کہ بہت سے الفاظ اس میں ایسے ملائے گئے ہیں کہ آخر کو خود علمائے اہلسنت کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ کلام مہمل ہو چنانچہ ایک فقرہ یہ ہے وفی نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ یعنی ابو بکر کے ڈول کھینچنے میں ضعف تھا خدا بخشے اسپر ابن حجر لکھتے ہیں قال النووی ھذا دعاء من المتکلم ای انہ لا مفہوم لہ صفحہ ۳۷ کہا نووی نے کہ یہ دعا ہو متکلم سے جسکا

مطلب یہ ہی کہ اسکا کوئی مفہوم نہیں پھر فرمائے یہ حدیث کیسی ہوئی کہ مہمل جملہ اوسمیں داخل کیا گیا جسکا کوئی مفہوم نہیں۔

اب اسکی تاویل شروع ہوئی کہ یہ ضعف کیوں ہوا اور دعائے مغفرت کیوں دی گئی اگرچہ دعا دینے والا نہ معلوم ہو یا کلام مہمل ہی کیوں نہو۔

ابن حجر لکھتے ہیں ممکن ہے اس میں اشارہ ہو قرب وفات ابوبکر کی طرف۔ مگر جب کہ اس کی تصریح موجود ہو کہ چند ڈول کھینچے یا دو ڈول تو پھر اس جملہ کا کیا مزہ رہا کیونکہ قصر مدت تو ذنوبین ہی سے معلوم ہوا پھر لکھتے ہیں کہ ممکن ہو اس سے اشارہ ہو قلت فتوح کی طرف کہ ابوبکر کے زمانہ میں فتوحات کم ہوئے تو اب معنی مغفرت یہ ہوئے کہ ملامت اون سے مرتفع ہے۔ مگر یہ ایسا مہمل مطلب ہو کہ اوس کا مطلب نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شخص اگر قبل اتمام مقصد مرجائے تو اوسپر ملامت ہی کیا ہو سکتی ہے وہ تو اوسکے اختیار سے خارج ہو پھر اوسپر اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے جو دعا کی ضرورت یا موقع ہو۔

آخر میں ابن حجر لکھتے ہیں قولہ یغفر اللہ لہ اشارۃ الی ان ضعفہ المراد بہ الرفق غیر قادح فیہ او المراد بالضعف ما وقع فی ایامہ من امر الردۃ واختلاف الکلمۃ الی ان اجتمع ذلک فی اخر ایامہ وتکمل فی زمان عمر والیہ الاشارۃ بالقوۃ۔

یعنی یغفر اللہ لہ جو اس حدیث میں آیا ہے اس میں اشارہ ہے اونکے رفق کی طرف کہ نرمی سے کام لیا جس سے کوئی قدح نہیں لازم آتی یا ضعف سے مراد یہ ہے کہ اونکے زمانہ میں امر ردہ پیش آیا اور کلمہ میں اختلاف پیدا ہوا یہاں تک کہ اونکے آخر زمانہ میں اجتماع ہوا اور زمانہ عمر میں اوسکی تکمیل ہوئی اور اسی کی طرف اشارہ ہے قوت عمر سے۔

مگر افسوس اس سے امام نووی کے کلام کا جواب نہو سکا کہ یہ جملہ مہمل ہے جسکا کوئی مفہوم نہیں اب رہا یہ کہ خلافت ابوبکر میں رفق تھا تو یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے کہ اوسکی کوئی حد نہیں کیونکہ ابوبکر کے زمانہ میں تو وہ تشدد ہوا کہ اوسکی کوئی نظیر ہی نہیں ہزاروں صحابی زندہ آگ میں جلا دئے گئے ہزاروں پہاڑ سے گرا دئے گئے سیکڑوں کے سر کا چولہا بنایا گیا جسپر کھانا پکا پھر کیونکر کہ سکتے ہیں کہ اونکے زمانہ میں رفق تھا۔ رہا یہ کہ یہ غیر قادح ہے تو نہ معلوم خلافت

میں کونسا امر قادح ہوتا ہے جب اسکی تصریح موجود ہو الامام لاینعزل بالفسق یعنی فسق وفجور سے بھی امام خلافت سے معزول نہیں ہوتا۔
رہا یہ کہ مراد ضعف سے یہ ہو کہ اونکے زمانہ میں امر ردہ پیدا ہوا اور کلمہ اسلام میں تفرق ہوا تو یہ محل اعتراض اوسوقت ہوسکتا ہے کہ جب خلیفہ کے ذاتی فعل خلاف شرع سے کوئی فساد ہو ورنہ امام کا تو کام ہی یہ ہے کہ رعایا کے فسادات کو روکے نزاعات کو دفع کرے۔
غرض چونکہ یہ روایت بالکل واقعات خلافت کی ترتیب پہ بنائی گئی ہو اسلئے یہ جملہ ایسا داخل ہوگیا جس سے اسکی موضوعیت ظاہر ہے کیونکہ اگر یہ کلام رسول ہوتا تو ان نقائص سے ضرور پاک ہوتا جسکی کوئی اصلاح ہی نہیں ہوسکتی بلکہ اگر کلام اسیقدر ہوتا کہ فی نزعہ ضعف اونکے ڈول کھینچنے میں کمزوری تھی تو چنداں محل اعتراض نہ تھا کیونکہ حضرت واقعہ بیان فرماتے ہیں مگر جملہ واللہ یغفر لہ نے سب پردہ فاش کردیا باقی مطالب اسکے آیندہ مناقب عمر میں مذکور ہونگے۔ کیونکہ وہاں بھی بخاری نے اس حدیث کو لکھا ہے۔
مگر یہ تو سب نے دیکھ لیا کہ روایات فضائل ابوبکر کیسی ہیں کہ خود بقاعدہ محدثین اہلسنت کوئی صحیح نہیں نہ ان میں کوئی فضیلت ہے۔
صحیح بخاری الحدیث العشرون حدثنا ابو الولید بن صالح ثنا عیسی بن یونس ثنا عمر بن سعید ابن ابی حسین المکی عن ابن عباس قال انی لواقف فی قوم فدعوا اللہ لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول یرحمک اللہ ان کنت لارجو ان یجعلک اللہ مع صاحبیک لانی کثیرا ما کنت اسمع رسول اللہ یقول کنت وابوبکر وعمر وفعلت وابوبکر وعمر وانطلقت وابوبکر وعمر وان کنت لارجو ان یجعلک اللہ معہما فالتفت فاذا علی بن ابیطالب۔
یعنی ابن عباس سے روایت ہو کہ ہم قوم کے درمیان میں کھڑے تھے سبنے عمر کیلئے دعا کی اور اونکا جنازہ رکھا ہوا تھا کہ ایک شخص ہمارے پیچھے آیا اور ہمارے شانہ پر اپنی کہنی رکھی

مناقب عمر

اور کہنے لگا خدا تجھے بخشے ہم امید کرتے تھے کہ خدا تمکو اپنے دونوں صاحبوں کے ساتھ کریگا کیونکہ اکثر ہم سنا کرتے تھے کہ رسول اللہ فرماتے ہم تھے اور ابوبکر و عمر۔ ہمنے کیا اور ابوبکر و عمر نے ہم چلے اور ابوبکر و عمر ہم امید کرتے ہیں کہ خدا تمکو دونوں صاحبوں کے ساتھ کریگا۔ ہمنے جو پھر کر دیکھا تو یہ علی بن ابی طالب تھے۔

بخاری نے اس روایت کو یہاں بھی لکھا ہے اور پھر اسکے بعد مناقب عمر میں بھی اور وہیں اسکی شرح بھی کی جائیگی کیونکہ اس حدیث کا تعلق اونھیں سے ہے۔

مگر یہاں اسیقدر کافی ہے کہ ابن حجر لکھتے ہیں هو ابو محمد الضبی النخاس بالنون والخاء المعجمة وثقه ابو حاتم وغيره ولم يكتب عنه احمد لانه كان من اصحاب الرای فراه يصلی فلم يعجبه صلوته وليس له فی البخاری الا هذا الحديث الواحد وسياتی من وجه آخر فی مناقب عمر عن ابن ابی حسين فظهر ان البخاری لم يحتج به صفحہ ۳۷

کہ ولید بن صالح کی کنیت ابو محمد ضبی جزری ہے اسکی توثیق کی ہے ابو حاتم وغیرہ نے مگر اس سے نہ روایت کیا امام احمد بن حنبل نے کیونکہ وہ اصحاب الرائے سے تھا ایک روز پڑھتے دیکھا تو وہ اوس نماز سے خوش نہوے۔ بخاری میں صرف ایک ہی روایت اوس سے نقل کی گئی اور قریب ہے کہ مناقب عمر میں یہ روایت بذریعہ ابن ابی حسین وارد کیجاے جس سے معلوم ہوا کہ بخاری نے اوس سے احتجاج نہیں کیا ہے۔

افسوس کہ شوق فضائل ابوبکر نے بخاری کو کیسے راویوں کی روایت پر مجبور کیا کہ جس راوی کو امام احمد بن حنبل نے بھی قابل روایت نہ سمجھا اوس سے یہ روایت لیتے ہیں۔ ابن حجر کا یہ عذر اور بھی مزہ دار ہے کہ بجز اس روایت کے اور کوئی روایت اُس سے نہ لی کیونکہ اگر وہ راوی ثقہ تھا تو پھر کیوں نہ اور روایتیں اوسکی لیں اور اگر مجروح تھا تو پھر یہ روایت کیوں لی۔ کیا اس عذر سے یہ روایت صحیح ہو جائیگی۔

دوسرا عذر تو اور بھی سبحان اللہ ہے کہ مناقب عمر میں دوسرے راوی سے اس روایت کو لکھا مگر اس سے یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ بخاری نے اوس سے احتجاج نہیں کیا کیونکہ ایکدفعہ روایت

ولید راوی

کرنا بھی کافی ہے۔ پھر یہ کیسے صحیح ہو کہ راوی غیر ثقہ سے روایت کریں اور کہا جائے کہ اوس سے احتجاج نہیں کیا ہے۔

عمدۃ القاری علامہ عینی میں ہے فیہ کلام لان احمد لم یکتب عنہ صفحہ ۶۰ جلد ۷ یعنی اس راوی میں کلام ہے کیونکہ امام احمد نے اوسکی روایت نہیں لی پھر عشق ابو بکر کیا باعث ہوسکتا ہو کہ بخاری نے اوسکی روایت لی۔

دوسرا اعتراض اس حدیث پر یہ ہو کہ کنت وابوبکر وعمر غلط ہے یوں ہونا چاہیئے کنت انا وابوبکر قال ابن التین الاحسن عند النحاۃ لا یعطف علی الضمیر المرفوع الا بعد تاکید حتی قال بعضہم انہ قبیح کہا ابن التین نے کہ نحویوں کے نزدیک ضمیر مرفوع پر عطف درست نہیں ہو جبتک اوسکی تاکید نہو یہانتک کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ قبیح ہو۔

اس اعتراض کے متعلق جو سوال وجواب ہوا ہے اوسکا نتیجہ بقول ابن حجر یہ ہے واما هذا الحدیث فلم یتفق الرواۃ علی لفظہ وسیاتی فی مناقب عمر من وجہ اٰخر بلفظ ذھبت انا وابوبکر وعمر فعطف مع التاکید مع اتحاد المخرج فدل علی انہ من تصرف الرواۃ۔

اس حدیث کے الفاظ پر راویوں کا اتفاق نہیں ہے (مختلف الفاظ سے منقول ہو) اور قریب ہے مناقب عمر میں یہ فقرہ یوں آوے ذھبت انا وابوبکر وعمر جس میں عطف مع تاکید ہو حالانکہ راوی ایک ہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصرف رواۃ سے ہے۔

پس جب اسکو مانتے ہیں کہ یہاں راویوں نے تصرف کیا یعنی اپنے دل سے جو چاہا بیان کیا پھر اسکو کیوں نہیں مانتے کہ پوری روایت ہی تصرف رواۃ سے ہے۔

اصل یہ ہو کہ بخاری صاحب خود عجمی ہیں اون کو نہیں معلوم ہوتا کہ عربی صحیح کیا ہے۔ اور واضع روایت بھی عجمی ہے اسلئے اس ترکیب سے یہ روایت بنائی کہ فوراً کھل گیا روایت میں ترکیب نحوی سے غلطی ہوئی ورنہ اگر حضرت ابن عباس کی یہ روایت ہوتی تو اوس میں کب ایسی غلطی نحوی ہوتی۔

دوسرے اس روایت نے اوس پردہ کو بھی طرح فاش کردیا جو مخالفت جناب امیرؑ اور شیخین

پڑ ڈالا جاتا ہو کیونکہ اگر جناب امیرؑ میں اور شیخین میں دلی اتفاق ہوتا تو اسکی نوبت آتی کہ جناب امیرؑ اس طرح خاموش طور پر ابن عباس کے پیچھے کھڑے ہوں کہ ابن عباس کو آپکی تشریف آوری بھی نہ معلوم ہو اور اس طرح چپکے سے کھڑے ہو کر فرمائیں۔ کیونکہ اگر حقیقت میں رنجش وکدورت نہ تھی تو خود جناب امیرؑ متوجہ دفن وکفن عمر ہوتے۔ واضع روایت چونکہ جانتا تھا جناب امیرؑ کی مخالفت ان لوگوں سے طشت ازبام ہے لہذا اس وضع کی روایت بنائی کہ عمر کی مدح بھی جناب امیرؑ کی زبانی نکالیں اور اون رنج وکدورت کو بھی ظاہر کریں جو باخود امیر تھی اور سپر طرہ یہ کہ بجز اسکے کچھ بنا سکا کہ جناب امیرؑ نے فرمایا اکثر حضرت فرماتے تھے یہ کام ہمنے کیا اور ابوبکر و عمر نے جس میں درحقیقت کوئی فضیلت نہیں کیونکہ صدہا روایتوں میں یہ ملیگا کہ حضرت نے اپنے ساتھ کافروں کا نام لیا ہے۔

صحیح بخاری الحدیث الحادی والعشرون۔ حدثنا محمد بن یزید الکوفی ثنا الولید عن الاوزاعی عن یحیی بن کثیر عن محمد بن ابراهیم عروہ بن الزبیر قال سالت عبد اللہ بن عمرو عن اشد ما صنع المشرکون برسول اللہ صلعم قال رایت عقبہ بن ابی معیط جاء الی النبی صلعم فوضع رداءہ فی عنقہ فخنقہ بہ خنقا شدیدا فجاء ابوبکر حتی دفعہ عنہ فقال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم۔

عروہ بن زبیر راوی ہیں کہ ہمنے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کہ مشرکوں نے جو رسول اللہ صلعم کو ایذائیں دیں تو اون میں سب سے سخت ایذا کیا تھی تو کہا ہمنے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا وہ رسول اللہ صلعم کی طرف آیا اور حضرت کی گردن میں اپنی عبا ڈالی اور حضرت کو سخت فشار دیا تو ابوبکر آئے اور اونھوں نے حضرت سے اوسکو دفع کیا اور کہا (آیہ) کیا تملوگ ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے رب میرا اللہ ہے اور خدا کی طرف سے نشانیاں لایا ہے تمھاری طرف۔

بخاری نے اس باب مناقب ابوبکر کو اسی روایت پر تمام کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بخاری نے اس فضیلت کو اعظم فضائل ابوبکر سے قرار دیا ہو۔ مگر افسوس یہ واقعہ ایسا ہو

کہ اس قسم کے ہزارون واقعات ہر شخص کو پیش آیا کرتے ہین اور کوئی اوسکو قابل شمار بھی نہین سمجھتا ۔ یہ سچ ہے کہ گلا گھوٹنے سے بھی آدمی مرجاتا ہے اور جو شخص رسول اللہ کو ایسی آفت سے بچائے اوسکی بہت بڑی فضیلت ہے ۔ مگر کیا عقبہ بن ابی معیط کی نیت بھی یہی تھی کہ حضرت کو ہلاک کرے ؟ اور کیا وہ اسپر قادر تھا کہ ایسی جرائت کرے کیونکہ حضرت ابوطالب رئیس مکہ اوسوقت اپنی شجاعت اور ریاست پر اس طرح غالب تھے کہ کوئی اسکی جرات ہی نہین کرسکتا تھا اور یہ بھی فضل خدا تھا جو اوس نے یہ سامان کردیا ورنہ ہزارون لاکھون دشمنون کے مقابلہ مین ایک شخص بھی تنہا کا بچ جانا کب ممکن تھا ۔

بہرحال دیکھنا یہ ہے کہ یہ حدیث بقاعدہ بخاری کہانتک صحیح ہے کیونکہ بخاری نے اس حدیث کو اسکے بعد پندرہوین پارہ مین لکھا ہے باب ما لقی النبیؐ و اصحابہ من المشرکین بمکۃ

فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۳۵

اسمین ہے سالت عمرو بن العاص اخبرنی باشد شئ صنعہ المشرکون کہ عمرو عاص سے پوچھا سب سے زیادہ ایذا رسول کو کیا دی گئی جسپر عبداللہ بن عمرو عاص نے اسی واقعہ کو بیان کیا ہے حالانکہ خود اسی صحیح بخاری کے پارہ ۱۳ صفحہ ۹۷ مین ہے ۔

ثنی عروۃ ان عائشۃ زوج النبی حدثتہ انہا قالت للنبیؐ ھل اتی علیک یوم کان اشد علیک من یوم احد قال لقیت من قومک مالقیت وکان اشد ما لقیت منھم یوم العقبۃ اذ عرضت نفسی علی ابن عبد یالیل بن عبد کلال فلم یجبنی الی ما اردت فانطلقت وانا مھموم علی وجھی فلم استفق الا وانا بقرن الثعالب رفعت راسی فاذا انا بسحابۃ قد اظلتنی فنظرت فاذا فیھا جبرئیل فنادانی فقال ان اللہ قد سمع قول قومک لک وماردوا علیک وقد بعث اللہ الیک ملک الجبال لتامرہ بماشئت فیھم فنادانی ملک الجبال فسلم علی ثم قال یا محمد فقال ذلک فماشئت ان شئت ان اطبق علیھم الاخشبین قال النبیؐ بل ارجوان یخرج اللہ عزوجل من اصلابھم من یعبد اللہ عزوجل

وحدہ لا یشرک بہ شیئاً۔

عروہ راوی ہین کہ عائشہ زوجہ رسول اللہؐ نے بیان کیا کہ ہمنے آنحضرت سے سوال کیا کہ آپ پر روز جنگ احد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن گذرا ہے تو حضرت نے فرمایا ہمنے جو کچھ تیری قوم سے اوٹھایا اوٹھایا مگر سب سے زیادہ سخت ہمپر روز عقبہ گذرا ہے جسروز ہمنے پسر عبد یالیل بن کلال پر اپنے نفس کو عرض کیا اور اوس نے قبول نہ کیا (یہان بخاری نے غلطی کیا ہے کیونکہ یہان لکھا ہے ابن عبد یالیل جس سے معلوم ہوا کہ عبد یالیل کی بیٹے سے حضرت نے کلام کیا تھا حالانکہ خود بخاری کتاب المغازی مین لکھتے ہین کہ حضرت نے خود عبد یالیل کو دعوت اسلام دی تھی نہ اوسکی بیٹے کو جیسا کہ یہان بیان کیا۔ دوسری غلطی یہ کی ہے کہ عبد کلال کو اوسکا باپ بنایا حالانکہ ابن حجر لکھتے ہین وعند اہل النسب ان عبد کلال اخوہ لا ابوہ صـ ۱۹۷ پارہ ۱۳

کہ عبد کلال اوسکا بھائی ہے نہ باپ) تو ہم وہان سے نہایت مغموم و محزون واپس ہوئے یہانتک کہ قرن الثعالب پر پہونچے (مقام کا نام ہے) تو ہمنے دیکھا ایک ابر سایہ کئے ہوئے ہے سر اوٹھا کر دیکھا تو دیکھا جبرئیل ہین اور کہتے ہین خدا نے تمہاری قوم کے قول کو سن لیا اب خدا نے فرشتہ پہاڑ کو بھیجا ہے کہ آپ جو چاہین اوسکو حکم دین پھر فرشتہ نے بھی سلام کر کے کہا جو حکم دیجئے بجالاؤن کہ ان دو پہاڑون کو ان پر اولٹ دون حضرت نے فرمایا ہمکو امید ہے کہ خداوند ان کے صلبون سے ایسے لوگون باہر لائے جو خداوند عالم کی عبادت کرین اور اوسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین۔

یہ روایت بتا رہی ہے کہ حضرت نے اشد الیوم اس روز کو قرار دیا ہے نہ اوس روز کو جس مین ابو بکر صاحب کی فضیلت نکالی جاتی ہے تو اب دو ہی صورت یا بیان بخاری پر ایمان لایا جائے۔ یا نص جناب رسالتمآب پر جو حضرت اس روز کو اشد الیوم فرماتے ہین۔

یہی وجہ ہے کہ ابن حجر کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ یہ حدیث مخالف ہے اوس حدیث کے جو پہلے

مذکور ہوئی چنانچہ لکھتے ہیں هذا الذی اجاب بہ عبد اللہ بن عمرو مخالف ما تقدم فی ذکر الملٰئکۃ من روایۃ عائشۃ رض انہ م قال لہا وکان اشد ما لقیت من قومک فذکر قصۃ بالطائف مع ثقیف ص۲۳۷ پارہ ۱۵

یعنی جو جواب عبد اللہ بن عمر نے دیا ہو وہ مخالف ہے اوس حدیث کے جو ذکر ملٰئکہ میں عائشہ سے گذری کہ حضرت نے فرمایا سب سے زیادہ سخت وہ روز تھا جس روز واقعہ طائف پیش آیا ثقیف سے۔

اس واقعہ کی اہمیت اس سے بھی ثابت ہے فتح الباری میں ہے لما مات ابو طالب توجہ الی الطائف رجاء ان یؤووہ فعمد الی ثلٰثۃ نفر من ثقیف وہم سادتہم وہم اخوۃ عبد یالیل وحبیب ومسعود بنو عمرو فعرض علیہم نفسہ وشکی الیہم ما انتہک منہ قومہ فردوا علیہ اقبح رد وکذا ذکرہ ابن اسحٰق بغیر اسناد مطولا وذکر ابن سعد ان ذلک کان فی شوال سنہ عشر من المبعث وانہ کان بعد موت ابی طالب وخدیجہ ص۱۹۵ پ۱۳

یعنی وفات حضرت ابو طالبؑ و جناب خدیجہ رض کے بعد آپ طائف تشریف لیگئے تھے کہ وہاں اون لوگوں کی امداد حاصل کریں مگر اون لوگوں نے نہایت بری طور سے حضرت کی دعوت کو رد کیا

اس واقعہ سے جہاں اہمیت حضرت ابو طالب ظاہر ہوئی کہ جب تک آپ زندہ رہے کبھی اسکی نوبت نہ آئی کہ آپ کسی سے طالب امداد ہوں یا مکہ معظمہ سے باہر جائیں. وہاں ان صحابہ کی بیوفائی اور بے حمیتی بھی ظاہر ہوئی کہ دیکھنے میں تو صدہا مسلمان ہیں جسمیں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں خصوصاً حضرت ابو بکر جو رئیس اور با وجاہت کہے جاتے ہیں مگر اتنا بھی ساتھ نہیں دیتے کہ حضرت کے ساتھ طائف تک جائیں کیونکہ ظاہر ہے دنیا ظاہر پرست ہے اگر کسی رئیس کے ساتھ اور بھی دو چار رئیس ہوتے ہیں تو اوسکی وقعت اور بڑھ جاتی ہے بخلاف اسکے اگر وہی رئیس تنہا جاتا ہے تو اوسکا وہ وقار نہیں ہوتا

مگر حضرت اپنے بیوفا صحابہ کے ہاتھوں ناچار تھے کہ کسی نے حضرت کا ساتھ بھی نہ دیا اور آپ

نہایت ورنجیدہ مہموم ومغموم واپس آئے اسلئے بخاری نے اس دہبّہ کے مٹانے کو کہ ابوبکر سا باوفا بھی ساتھ تھا خلاف نص رسول اوس روز کو اشد الیوم قرار دیا جس روز حضرت کے گلے میں بقول بخاری پھندہ ڈالا گیا حالانکہ واقفین علم سیر و تواریخ جانتے ہیں کہ جب تک حضرت ابوطالبؑ زندہ رہے کیسکو اسکی مجال نہ تھی کہ حضرت کی جان پر ایسا حملہ کرے جس سے حضرت کی جان معرض خطر میں پڑے خاص کر خانہ کعبہ میں جہاں کی تولیت اور کل خدمتیں حضرت ابوطالب اور آپکے خاندان سے متعلق تھیں جہاں ہمہ وقت وہ لوگ رہا کرتے پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا۔ غرض یہ جملہ کہ سب سے زیادہ ایذا حضرت کو یہ دی گئی خود بخاری کی روایت سے باطل ہو گئی کہ حضرت فرماتے ہیں سب سے زیادہ ایذا مجھو اوس روز دیگئی جس روز ہم طائف سے واپس آئے۔ تو اوس حدیث کے معارضہ میں یہ حدیث بنانا محض اسی غرض سے ہے کہ ابوبکر کی عزت افزائی ہو۔

اب آئے یہ دیکھئے کہ ابوبکر نے جو دعوی کیا ہو کہ میں نے عقبہ بن ابی معیط کو حضرت سے دفع کیا اسکی کیا حالت ہو فتح الباری میں ہے صفحہ ۱۳۴ پ ۱۵

فی حدیث عثمان المذکور کان رسول اللہ یطوف بالبیت و یدہ فی ید ابی بکر وفی الحجر عقبہ بن ابی معیط۔ ابو جہل و امیہ بن خلف فمر رسول اللہ ص فاسمعوہ بعض مایکرہ بہ ثلث مرات فلما کان فی الشوط الرابع ناھضوہ و اراد ابو جہل ان یاخذ بمجامع ثوبہ فدفعتہ و دفع ابوبکر امیہ بن خلف و دفع رسول اللہ ص عقبہ فھذہ السیاق مغایر لحدیث عبد اللہ بن عمر۔

یعنی جو حدیث حضرت عثمان سے اس بارہ میں ہے وہ یہ ہو کہ حضرت طواف فرما رہے تھے اور آپکا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ میں تھا۔ اور مقام حجر اسمعیل میں ابو جہل خلف بن امیہ عقبہ بن ابی معیط بیٹھے تھے۔ حضرت نے تین مرتبہ طواف کیا اور وہ سب بکتے رہے تھے جس سے حضرت کو ملال ہوتا تھا چوتھے طواف میں ابو جہل نے چاہا کہ حضرت کو آپکے لباس ہی میں پکڑ لیں تو ہمنے (عثمان) ابو جہل کو ہٹایا اور ابوبکر نے خلف بن امیہ کو اور خود آنحضرتؐ نے عقبہ بن ابی معیط کو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اسکی نوبت ہی نہ آئی تھی کہ حضرت کے گلے مین کوئی پھندا ڈالے بلکہ ابو جہل نے حضرت کا کپڑہ پکڑنا چاہا کہ عثمان نے اوسکو دھکا دیدیا۔ خلف بن امیہ بھی صرف بڑھا تھا کہ ابوبکر نے اوسکو ہٹایا۔ اور عقبہ بن ابی معیط کو خود حضرت نے دفع کیا۔ تو اب وہ سب بیان بخاری غلط ہوا کہ عقبہ بن ابی معیط نے حضرت کے گلے مین پھندا ڈالا اور ابوبکر نے چھڑایا۔

اب دوسرا اختلاف سنئیے اوسی فتح الباری مین ہے وفی حدیث عبد اللہ قول ابی بکر اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وفی حدیث عثمان ان النبی قال لھم اما واللہ لا تنتھون حتی یحل بکم العقاب عاجلاً فاخذ تھم الرعدہ۔

یعنی بخاری کی اس حدیث مین ہے کہ ابوبکر نے کہا اتقتلون رجلاً اور حدیث عثمان مین یہ ہے کہ خود حضرت نے فرمایا کہ کیا تملوگ اوس وقت تک باز نہ آوُگے کہ عذاب الٰہی تمپر جلد آجائے حضرت کے اس کلام سے سب مین رعشہ پڑگیا۔

اب فرمائے کس بیان پر ایمان لایا جائے کیونکہ بخاری تو یہ طومار باندھتے ہین اور روایت عثمان سب کو خاک مین ملاتی ہے کہ نہ عقبہ نے حضرت کے گلے مین پھندا ڈالا نہ ابوبکر نے چھڑایا۔

دوسری روایت اوسی فتح الباری مین ہے فلقد رایت رجلاً منھم اخذ بمجامع ثیابہ وقام ابوبکر دونہ وھو یبکی فقال اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ ثم انصرفوا عنہ۔ یعنی ایک شخص کو دیکھا کہ اوس نے حضرت کا گریبان پکڑا تو ابوبکر اوس کے سامنے کھڑے ہوے روتے تھے اور کہا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو پھر وہ سب چلے گئے۔ اسمین نہ عقبہ بن ابی معیط کا نام ہے نہ یہ کہ ابوبکر نے چھوڑایا ہو۔

پھر اس روایت بخاری کا کیا حشر ہوا۔ ہان یہ امر قابل غور ہے کہ ابوبکر تو اس طرح روتے ہین کہ ہائے تم ایسے شخص کو قتل کئے جاتے ہو مگر جناب رسالتمآب کی یہ حالت ہو کہ فرماتے ہین لقد جئتکم بالذبح وانھم قالوا یا ابا القاسم ما کنت جاھلا فانصرف راشدا اہم اسلئے آئے ہین کہ تم سکو ذبح کرین اونھون نے جواب دیا ہم جاہل نہین ہین آپ عزت وحرمت سے تشریف لیجائے یہ تو خطاب رسول اللہ ہو کفار سے اور ابوبکر کا یہ رونا ہو پھر کون باور کر سکتا ہو کہ اگر اونھون نے کوئی

حملہ کیا تو ابوبکر نے چھوڑایا ہو کیونکہ یہ تو بات بھی اون سے نہ کر سکتے تھے۔

اب ہم اس باب کو بخاری کی اس حدیث پر تمام کرتے ہین جو اسی باب ما لقی النبی من المشرکین بمکہ مین درج ہے۔

حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبہ عن ابی اسحق عن عمرو بن میمون عن عبد اللہ قال بینا النبی ساجد وحولہ ناس من قریش جاء عقبہ بن ابی معیط بسلا جزور فقذفہ علی ظہر النبیؐ فلم یرفع راسہ فجاءت فاطمہ فاخذتہ من ظہرہ ودعت علی من صنع فقال النبیؐ اللّٰھم علیک الملاء من قریش ابا جہل بن ہشام وعتبہ بن ربیعہ وشیبہ بن بن ربیعہ وامیہ بن خلف او ابی بن خلف شعبہ الشاک فرایتہم قتلوا یوم بدر فالقوا فی بیر غیر امیہ او ابی تقطعت اوصالہ فلم یبق فی البیر ص۳۴۶

یعنی عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ایک روز سجدہ مین تھے اور وہان بہت سے سرداران قریش جمع تھے کہ عقبہ بن ابی معیط اونٹ کا مشیمہ لایا (یعنی وہ جھلی جسمین بچہ رہتا ہے) اور حضرت کی پشت پر ڈال دیا حضرت نے سجدہ سے سر نہین اوٹھایا جناب سیدہ آئین تو آپنے اوس اوجھڑی کو دفع کیا اور اون لوگون پر بددعا کی جنھون نے یہ حرکت کی تھی اور جناب رسالتمآب نے ان لوگون پر بددعا کی جس مین ابوجہل عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ اور امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کا نام لیا یہ شک شعبہ ہے ہمنے دیکھا کہ وہ سب بروز جنگ بدر مارے گئے اور اوس کنوین مین ڈالے گئے بجز امیہ یا ابی کے کہ اوسکا جوڑ بند جدا ہو گیا تھا وہ نہ ڈالا گیا۔

اس روایت کو بخاری نے یہان بھی لکھا ہے اور کتاب الوضو مین بھی جہان بروایت اسرائیل یہ لفظ بھی ہے وکانت جویریۃ یعنی جناب سیدہ ابھی بچی تھین (جس سے یہ مرحلہ بھی طے ہوا کہ حضرت کی ولادت بعد بعثت ہے نہ قبل بعثت جیسا کہ اہلسنت کا بیان ہے)

ابن حجر اسکی شرح مین لکھتے ہین وفیہ قوۃ نفس فاطمہ الزہراء من صغرہا اشرفہا فی

فو مہا و نفسہا لکونہا صرحت بشتمھم وھم رؤس قریش فلم یردوا علیہا

صفحہ ۱۷۱ جلد اول فتح الباری

یعنی اس حدیث سے قوت نفس جناب سیدہؑ معلوم ہوا حالانکہ صغر سنی ہیں کیونکہ وہ اپنی نفس اور قوم میں شریف تھیں جناب سیدہؑ نے صاف طور سے اون کفار کو گالی دی حالانکہ وہ سب سردار قریش تھے اور کوئی رد نہ کر سکا۔

اور بھی اوس واقعہ کی غلطی میں شبہہ نہ رہا کیونکہ ابوبکر کی تو کوئی حیثیت اونکے سامنے نہ تھی پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ عقبہ بن ابی معیط کو حضرت سے دفع کرتے حالانکہ ان میں اتنی بھی جرات نہ تھی کہ اون سے بات چیت کرتے چہ جائیکہ اونکو ہٹاتے یا دھکا دیتے چنانچہ خود اس روایت میں ہے کہ ابن مسعود فرماتے ہیں وانا انظر لا اغنی شیئاً لو کانت لی منعۃ یعنی ہم حضرت کی یہ حالت دیکھ رہے تھے اور کچھ نہ کر سکتے تھے کاش ہمارا کوئی مددگار ہوتا۔ تو بھلا ابوبکر صاحب کو کب اتنی جرات ہو سکتی تھی کہ عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دیتے اور حضرت کو اوسکے پنجے سے چھڑاتے۔

افسوس تو یہ ہے کہ بخاری کی یہ روایت بھی غلطی سے خالی نہیں رہی کیونکہ ابن حجر لکھتے ہیں لکن وقع عندہ ھناک ابی بن خلف وھو وھم منہ او من شیخہ۔ یہاں بخاری نے ابی بن خلف لکھا ہے حالانکہ یہ وہم ہے بخاری کا یا اوسکے اوستاد شیخ ابوبکر بن عبداللہ کا پھر تمہارے یہ کتاب کیسے صحیح رہی۔

دوسرے یہ کہ ان لوگوں میں عمارہ بن ولید کا نام بھی لیا گیا ہے حالانکہ وہ بدر میں نہیں مارا گیا بلکہ ملک حبش میں مرا ہے بعد عمر صفحہ ۱۷۱ فتح الباری۔

خلاصۃ الکلام آپنے اس مختصر تحقیقات سے اسکا تو تعین کر لیا ہوگا کہ صحیح بخاری کی حیثیت بھی اس قابل نہیں ہے کہ وہ صحیح کہی جا سکے کیونکہ کوئی روایت اوسکی غلطی سے خالی نہیں ہے جسپر خود علمائے اہلسنت نے بلکہ خود ابن حجر نے تنبیہ کی حالانکہ وہ سب سے زیادہ عاشق صحیح بخاری ہیں کہ ہر غلطی کی اصلاح کرتے ہیں اور بات بناتے ہیں مگر وہ بھی عاجز آ جاتے ہیں چنانچہ پندرھویں پارہ میں جہاں یہ باب ہے ما لقی النبی و اصحابہ من المشرکین بمکۃ

وہاں اوسکے بعد باب اسلام ابی بکر لکھا ہے اور وہی روایت عمار کہ ہمنے پانچ غلام اور دو عورت اور ایک ابوبکر کو دیکھا اوسکی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں تنبیہ کان حق ھذا الباب ان یکون متقدما جدا امافی باب المبعث او عقبہ صہ ۳۴

یعنی اس باب کا حق یہ تھا کہ اسکو بہت پہلے لکھتے باب المبعث میں یا اوسکے بعد اسکے بعد توجیہ کرنی شروع کی مگر حق وہی تھا جو پہلے لکھا کہ یہ بے سلیقہ گی بخاری ہے اور یہی مقصود ہمارا ہے اس تنقید سے -

دوسری بات آپنے یہ اچھی طرح دیکھ لی کہ بخاری جنکو چھ لاکھ حدیثیں معلوم تھیں جیسا کہ حصہ ثالثہ میں اسکی تصریح گذر چکی ہے مناقب ابوبکر میں کل اکیس حدیثیں لکھیں وہ بھی اس حیثیت سے کہ ایک ایک حدیث کو مکرر لائے چنانچہ پہلے حدیث سد الابواب دوسری حدیث قول ابن عمر ہے نہ قول رسول تیسری حدیث لوکنت متخذا خلیلا ہے جسکو چار طریق سے لکھا چوتھی حدیث عورت والی ہے کہ اگر ہم آپکو نہ پائیں تو کیا کریں پانچویں حدیث عمار ہے کہ ہمنے حضرت کے ساتھ پانچ غلام دو عورت ایک ابوبکر دیکھا چھٹی حدیث ابوبکر عمر کی لڑائی ہے ساتویں حدیث بیان عمرو عاص ہے کہ آپکو سب سے زیادہ محبوب کون ہے حضرت نے عائشہ اور ابوبکر کا نام لیا آٹھویں حدیث قصہ ذئب ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم اسپر ایمان لاتے ہیں اور ابوبکر و عمر نویں حدیث قصہ ڈول ہے جسکو پھر انیسویں حدیث میں بھی لکھا دسویں حدیث یہ ہے کہ ابوبکر نے کہا کہ ہم بھی کبھی کپڑا گرا کر چلتے ہیں گیارہویں حدیث یہ ہے کہ بروز قیامت ہر شخص ایک ایک دروازہ سے بلایا جائے گا اور ابوبکر نے اوسپر اعتراض کیا بارہویں حدیث وفات رسول ہے اور ابوبکر کا آنا محلہ سنح سے پھر انصار میں جانا اور دنگل سقیفہ کو گرمانا تیرہویں حدیث اس کا یہ ٹکڑہ کہ عائشہ نے کہا حضرت نے چھت کی طرف دیکھا اور انتقال کیا پھر وہی مضمون ہے جو بارہویں حدیث میں ہے چودہویں حدیث قول جناب امیرؑ کہ ابوبکر بعد رسول سب سے افضل تھے پندرہویں حدیث عائشہ نزول آیہ تیمم سولہویں حدیث ابوسعید کہ اصحاب کو گالی نہ دو سترہویں حدیث ابوموسی ہے کہ حضرت پنڈلیاں کھولکر بیٹھے تھے کہ ابوبکر آئے اور حضرت نے بشارت جنت دی اٹھارہویں حدیث کوہ احد پر حضرت کا چڑھنا اور فرمانا کہ تجھپر نبی ہے یا صدیق یا شہید انیسویں حدیث پھر

وہی ڈول والی ہے بیسویں حدیث جناب امیرؑ کا مخفی طور سے جنازہ عمرؓ پر آنا اکیسویں یہی حدیث کہ عقبہ بن ابی معیط کو حضرت سے انھوں نے دفع کیا۔

ان روایتوں کی جو حقیقت ہے وہ تو مذکور ہو چکی جس سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ ان روایتوں کو سب نقصوں سے پاک وصاف بھی مان لیں تو یہ کس قسم کی فضیلت ہے جس سے منا دون کا ایمان ثابت ہوتا ہے نہ کسی قسم کی خاص فضیلت بجز اسکے کہ اگر انسان کہیے تو مثل سائر صحابہ یہ بھی تھے۔

فضائل جناب امیرؑ اب اسکے مقابلہ میں ہم جناب امیرؑ کے فضائل کو دکھاتے ہیں جنکو خود بخاری نے نہیں لکھا ہے جسپر ہم کوئی حاشیہ دینا نہیں چاہتے بلکہ صرف بخاری روایت کو بحذف اسناد لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو فضیلت کس کا نام ہے۔

مگر قبل اسکے ایک مختصر رائے ابن حجر لکھتے ہیں جو اس باب پر اونھوں نے لکھا ہے لکھتے ہیں۔ ص ۳۰۵

قوله باب مناقب علی بن ابیطالبؑ - ای ابن عبد المطلب (القرشی الهاشمی ابی الحسن) وهو ابن عم رسول اللهؐ شقیق ابیه واسمه عبد مناف علی الصحیح ولد قبل البعثة بعشر سنین علی الراجح وکان قد رباه النبیؐ من صغره لقصة مذکورة فی السیرة النبویة فلازمه من صغره فلم یفارقه الی ان مات وامه فاطمة بنت اسد بن هاشم وکانت ابنت عمة ابیه وهی اول هاشمیه ولدت لهاشمی وقد اسلمت وصحبت وماتت فی حیاة النبیؐ قال احمد واسمعیل القاضی والنسائی وابو علی النیسابوری لم یرد فی حق احد من الصحابة بالاسانید الجیاد اکثر ما جاء فی علیؑ وکان السبب فی ذلك انه تاخر ووقع الاختلاف فی زمانه وخروج من خرج علیه فکان ذلك سببا لانتشار مناقبه من کثرة من کان بینهما من الصحابة ردا علی من خالفه فکان الناس طائفتین لکن المبتدعة قلیلة جدا ثم کان من امر علیؑ ما کان فنجمت طائفة اخری حاربوه ثم اشتد الخطب فتنقصوه واتخذ والعنه علی المنابر سنة ووافقهم الخوارج علی بغضه وزادوا حتی کفروه مضموما ذلك منهم الی عثمان فصار الناس فی حق علی ثلاثة اهل السنة

والمبتدعة من الخوارج والمحاربين له من بني امية واتباعهم فاحتاج اهل السنة
الى بث فضائله فكثر الناقل لذلك لكثرة من يخالف ذلك والا فالذى فى
نفس الامران لكل من الاربعة من الفضائل ما اذا حرر بميزان العدل لا يخرج
عن قول اهل السنة والجماعة اصلا وروى يعقوب بن سفيان باسناد
صحيح عن عروة قال اسلم علی وهو ابن ثمان سنين وقال ابن اسحق عشر سنين
وهذا ارجحها وقيل غير ذلك۔

يعنى باب ہے مناقب ابو الحسن علی بن ابیطالب بن عبد المطلب آپ ابن عم رسول ہیں۔
حضرت کے پدر بزرگوار ابو طالب حقیقی عم رسول ہیں نام اون کا عبد مناف تھا بنابر صحیح۔ قبل
بعثت آپکی ولادت ہوئی دس برس قبل۔ اور رسول اللہؐ نے آپکی پرورش کی صغر سنی سے
بسبب اوس قصہ کے جو مذکور ہو سیر میں (قحط پڑنا اور رسول اللہ و حضرت عباس کا کو اولاد حضرت
ابو طالب کو باہم تقسیم کرنا) جس سے جناب امیرؑ نے صغر سنی سے ملازمت رسول اختیار کی اور
تا وقت وفات حضرت کے ساتھ رہے۔ مادر گرامی آپکی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں اور حضرت
علیؑ پہلے ہاشمی ہیں جو ماں باپ دونوں ہاشمی سے پیدا ہوئے فاطمہ بنت اسد اسلام لائیں اور
صحبت رسول سے فائز ہوئیں اور زندگی رسول اللہ میں وفات پائی۔ امام احمد۔ اسمعیل
قاضی۔ امام نسائی۔ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ جسقدر عمدہ سندوں سے حدیثیں رسول اللہ کی
درباره جناب امیرؑ وارد ہوئیں اوسقدر کسی صحابی کے بارہ میں نہیں وارد ہوئیں۔ اور سبب اون کا
یہ ہے کہ حضرت کا زمانہ موخر ہوا اور آپکے زمانہ میں اختلاف واقع ہوا اور لوگوں نے آپ پر خروج
کیا اس سبب سے حضرت کے مناقب مشہور ہوئے کیونکہ اوس زمانہ میں جسقدر صحابہ موجود تھے
سب اون مخالفین کے رد پر آمادہ ہو گئے (اس وجہ سے حضرت کے مناقب زیادہ مشہور ہوئے)
تو اوس زمانہ کے لوگ دو قسم کے تھے ایک مبتدعہ (دشمن جناب امیرؑ) بہت کم تھے۔ پھر جو کچھ ہوا
امر جناب امیرؑ سے وہ معلوم ہے جس سے ایک تیسرا طائفہ پیدا ہوا جسنے حضرت سے جنگ کیا پھر
اور رنجش بڑھی یہانتک کہ لوگوں نے حضرت کی تنقیص کی اور (معاذ اللہ) حضرت پر لعنت
کرنا مشہور و پر سنت بنا یا گیا اور خوارج نے بھی اونکی موافقت کی (اس سے معلوم ہوا کہ سبب

جناب امیرؑ خوارج کا کام نہ تھا) بلکہ یہانتک ترقی کیا کہ کفر کے قائل ہوئے اور حضرت کے ساتھ عثمان کو بھی شامل کیا۔ تو اب جناب امیرؑ کے بارہ میں تین قسم کے لوگ ہوگئے ایک اہل سنت دوسرے مبتدعہ خوارج سے تیسرے محاربین بنی امیہ وغیرہ سے لہٰذا اہلسنت کو اسکی ضرورت پڑی کہ حضرت کے فضائل و مناقب کو زیادہ پھیلائیں جسکے ناقل بھی زیادہ ہوئے کیونکہ مخالف زیادہ تھے ورنہ ہر خلیفہ کے اسقدر فضائل ہیں کہ اگر میزان عدل میں تولے جائیں تو اہلسنت کے قول سے کوئی خارج نہیں ہے۔ یعقوب ابن سفیان بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے آٹھ برس کے سن میں اسلام قبول کیا۔ اور ابن اسحق قائل ہیں کہ دس برس کے سن میں اور یہی ارجح ہے انتہی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ابن حجر اسکی معذرت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ کے فضائل و مناقب اسقدر کیوں کثرت سے مشہور ہوئے بخلاف خلفائے ثلثہ کے کہ اونکے مناقب و فضائل اوسقدر نہیں ہیں مگر اسکی کوئی وجہ نہ بتائی کہ جب حضرت کے اسقدر فضائل و مناقب تھے تو بخاری نے سات ہی حدیث کیوں لکھی حالانکہ ابوبکر کے مناقب کم مشہور تھے مگر تاہم بخاری نے اکیس حدیث لکھدی اور جناب امیرؑ کے فضائل میں سات ہی حدیثیں لکھیں جیسا کہ خود ابن حجر لکھتے ہیں ثم ذکر المصنف فی الباب سبعۃ احادیث صہ ۳۶

یعنی بخاری نے یہاں سات حدیثیں لکھی ہیں پھر بجز ناصبیت کیا باعث ہوسکتا ہے کہ جس شخص کے فضائل و مناقب اسقدر ہوں اوسکے متعلق تو سات حدیث لکھیں اور جس کے متعلق گویا کوئی حدیث صحیح نہو اوسکے لئے اکیس حدیثیں ھذا لشئ عجیب۔

بہر حال بخاری نے جو کچھ از راہ عنایت فضائل جناب امیرؑ لکھا ہے اوسکو مختصراً سن لیجئے اور فضائل ابوبکر سے موازنہ کر لیجئے صحیح بخاری وقال النبی لعلی انت منی و انا منک وقال عمر توفی رسول اللہ وھو عنہ راض۔

یعنی حضرت نے فرمایا جناب امیرؑ سے کہ تم مجھسے ہو اور ہم تمسے ہیں اور کہا عمر نے کہ وفات کی رسول اللہ نے اور وہ جناب امیرؑ سے راضی تھے ابن حجر لکھتے ہیں کہ پہلی حدیث ایک ٹکڑا ہے حدیث براء ابن عازب کا قصہ دختر حضرت حمزہ میں اور اوسکو بسند بیان کیا ہے

صلح میں اور عمرہ قضا میں اور پوری شرح اوسکی مغازی میں آئیگی۔
اس سے آپکو اہلداری بخاری کا پتہ چلے گا کہ فضائل ابوبکرؓ میں تو یہ اہتمام کیا کہ ایک ایک روایت کو مکرر سہ کرر لکھا اور جناب امیرؓ کے ساتھ یہ سلوک ہے کہ اگر لکھتے بھی ہیں تو مختصر کر کے۔ مگر موازنہ کیلئے یہی کافی ہے کہ آیا اس قسم کی کوئی حدیث ابوبکر عمر کیلئے بھی آئی ہے۔ بہرحال وہ سات حدیثیں یہ ہیں۔

الحدیث الاول عن سھل بن سعد ان رسول اللہ قال لاعطین الرایۃ غدا یفتح اللہ علی یدیہ قال فبات الناس یدوکون لیلتھم ایھم یعطاھا فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ کلھم یرجوا ان یعطاھا فقال این علی بن ابیطالب فقالوا یشتکی عینیہ یا رسول اللہ قال فارسلوا الیہ فاتونی بہ فلما جاء بصق فی عینیہ فدعا لہ فبرأ حتی کان لم یکن بہ وجع فاعطاہ الرایۃ فقال علی یا رسول اللہ اقاتلھم حتی یکونوا مثلنا فقال انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتھم ثم ادعھم الی الاسلام واخبرھم بما یجب علیھم من حق اللہ فیہ فواللہ لان یھدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من ان یکون لک حمر النعم

سہل بن سعد صحابی (یہ غیر طرفدار صحابی ہیں) سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کل ہم ایسے شخص کو علم دینگے جسکے ہاتھوں پر خدا فتح کریگا تو تمام صحابہ شب بھر اسی بات چیت میں رہے دیکھیں کل کسکو علم ملتا ہے جب صبح ہوئی تو سب خدمت رسول میں حاضر ہوئے اس امید پر کہ علم ہمکو ملے گا حضرت نے فرمایا علی بن ابیطالب کہاں ہیں؟ سب نے جواب دیا اون کی تو آنکھیں دکھتی ہیں حضرت نے فرمایا کسیکو بھیجکر بلوالو۔ جب حضرت علیؑ آئے تو آپ نے لعاب دہن اپنا دونوں آنکھوں میں ڈالا جس سے آپ صحیح ہوگئے کہ گویا کسی طرح کا درد ہی نہ تھا پس آپکو علم دیا حضرت علیؑ نے پوچھا کسقدر ہم لڑیں آیا یہانتک کہ وہ ہمارے مثل ہو جائیں حضرت نے فرمایا ٹھہرو جب اونکے مقابلہ میں پہونچو تو اسلام کی دعوت کرو اور حقوق الٰہی سے اون کو آگاہ کرو قسم خدا کی اگر ایک شخص بھی تمہاری بدولت ہدایت پائے تو بہتر ہوگا تمہارے لئے

تمام سرخ مو اونٹوں سے۔
اگر اس حدیث کی شرح کی جائے تو کئی جلدیں طیار ہو سکتی ہیں مگر اسکا موقع نہیں انشاء
اوسی باب میں شرح کی جائیگی بشرط حیات مگر احادیث فضائل ابوبکر سے موازنہ کرو کہ
آیا کوئی حدیث بھی اون کے فضائل میں اسکی ہمسر ہے۔
افسوس کہ بخاری نے یہاں بھی اپنی عادت کے موافق نہایت ابتری سے کام لیا کیونکہ
خود اسکو کتاب المغازی میں اس طرح لکھا ہے یحبہ اللہ ورسولہ ویحب اللہ ورسولہ
کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اوسکو دوست رکھتے ہیں اور
دوسری احادیث میں کرار غیر فرار ہے مگر بخاری نے یہاں سبکو حذف کر دیا حالانکہ
یہ باب المناقب تھا جس میں اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ پوری فضیلت لکھی جائے مگر مشکل
تو یہ ہے کہ کتاب المغازی میں بھی مختصر کر دیا چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں وقع فی ھذہ الروایۃ
اختصار وھو عند احمد والنسائی وابن حبان والحاکم من حدیث بریدۃ بن الخصیب
قال لما کان یوم خیبر اخذ ابوبکر اللواء فرجع ولم یفتح لہ فلما کان الغد اخذہ
عمر فرجع ولم یفتح لہ وقتل محمود بن سلمہ فقال النبی لادفعن لوائی غدا
الی رجل صفحہ جلد فتح الباری پ۱۴
یعنی اس روایت میں بھی اختصار ہوا حالانکہ امام احمد و نسائی و ابن حبان وحاکم کی روایت
میں ہے کہ پہلے روز ابوبکر لڑنے گئے علم لیکر اور بلا فتح واپس آئے دوسرے روز عمر گئے وہ
بھی واپس آئے بلکہ محمود بن سلمہ مارے گئے تب حضرت نے یہ فرمایا۔
کیا اسکے بعد بھی ایماندار ی بخاری میں شک رہ سکتا ہے کہ فضائل جناب امیرؑ کے متعلق جتنی
حدیثیں لکھی ہیں اون میں اسی قسم کی کتربیونت کی گئی ہے کہ کسیکو اصل حال نہ معلوم ہو۔
یہیں سے اسکی وجہ معلوم ہوئی ہوگی کہ فضائل جناب امیرؑ کی حدیثوں کو بخاری نے کیوں کم
لکھا۔ کیونکہ جو فضیلت جناب امیرؑ ہے اوسکے ساتھ ذم خلفائے ثلثہ اور ذم صحابہ بھی شامل
ہے چنانچہ اسی حدیث کو دیکھ لیجئے کہ جب حضرت نے فرمایا کل ہم ایسے شخص کو علم دینگے جسکو
خدا و رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور وہ کرار ہے

غیر فرار۔ تو خود بخود اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یعنی شیخین اسکے پہلے لڑنے گئے وہ ان
صفات سے عاری تھے نہ وہ خدا اور رسول کے دوست تھے نہ خدا اور رسول انکو دوست
رکھتے ہیں تو اب لاکھ حدیثیں بخاری نہ اس مضمون کی بنائیں کہ رسول اللہ صؐ پر ان کا سب سے
زیادہ احسان تھا وہ کس شمار میں آسکتی ہیں کیونکہ یہ مخالف قرآن ہے یمنون علیک ان
اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم۔

الحدیث الثانی عن سلمۃ قال کان علی قد تخلف عن النبی فی خیبر و کان بہ رمد
فقال انا اتخلف عن رسول اللہ صؐ فخرج علی فلحق بالنبی فلما کان مساء اللیلۃ
التی فتحہا اللہ فی صباحہا قال رسول اللہ لاعطین الرایۃ او لیاخذن الرایۃ
غدا رجل یحبہ اللہ و رسولہ او قال یحب اللہ و رسولہ یفتح اللہ علیہ فاذا
نحن بعلی وما نرجوہ فقالوا ھذا علی فاعطاہ رسول اللہ ففتح اللہ علیہ۔

یعنی سلمہ سے روایت ہے کہ جناب امیر جنگ خیبر میں بوجہ رمد مدینہ میں رہ گئے تھے ایک
روز کہا کہ ہم پیچھے رہ جائیں رسول اللہ سے یہ کہکر چلے اور رسول اللہ صؐ سے ملگئے جس شام
کی صبح کو فتح ہوئی اوس شام کو حضرت نے فرمایا کل ہم ایسے شخص کو علم دینگے یا وہ لیگا کہ خدا
و رسول اوسکو دوست رکھتے ہیں یا وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور وہ فتح کریگا
ہم لوگ اسی حال میں تھے کہ جناب امیرؑ نمودار ہوئے اور لوگوں نے کہا وہ علیؑ آئے پس
حضرت نے جناب امیرؑ کو بلا کر علم دیا اور وہ قلعہ فتح ہوا۔

بخاری نے اس حدیث میں اور بھی اس فضیلت کی اہمیت کو کم کر دیا ہے مگر قدرت خدا دیکھیے
کہ جملہ یحب اللہ و رسولہ کو جو پہلی حدیث سے نکالدیا تھا اس حدیث میں لکھدیا جسکی
شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں فی الحدیثین ان علیا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ
و رسولہ اراد بذلک وجود حقیقۃ المحبۃ والا فکل مسلم یشترک فی مطلق
ھذہ الصفۃ وفی الحدیث تلمیح بقولہ تع قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم
اللہ فکانہ اشار الی ان علیا تام الاتباع لرسول اللہ صؐ حتی اتصف بصفۃ محبۃ
اللہ ولھذا کانت محبتہ علامۃ للایمان و بغضہ علامۃ النفاق کما اخرجہ

مسلم من حدیث علی نفسہ قال والذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ انہ لعہد النبی الی ان لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق ولہ شاھد من حدیث ام سلمیٰ عند احمد ۔

یعنی دونوں حدیثوں میں یہ جملہ ہے (مگر یہاں بخاری کی پہلی حدیث میں نہیں ہے) کہ جناب امیر دوست رکھتے ہیں خدا اور رسول کو اور خدا و رسول اون کو دوست رکھتے ہیں مقصود اس سے وجود حقیقت محبت ہے (یعنی حقیقی محبت حضرت ہی کو حاصل ہے) ورنہ ہر مسلمان اس مطلق صفت میں شریک ہے اور حدیث میں اشارہ ہے آیہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی طرف پس گویا کہ اشارہ کیا اس طرف کہ جناب امیر پورے متبع رسول ہیں یہانتک کہ متصف ہوئے ساتھ محبت خدا و رسول کے اسی وجہ سے حضرت کی محبت علامت ایمان ہے اور بغض آپکا علامت نفاق ہے جیسا کہ ام سلمہ نے خود جناب امیر سے روایت کی کہ رسول اللہ نے آپ سے اس کا عہد لیا کہ نہ محبت رکھیگا تسے مگر مومن اور نہ بغض رکھیگا تسے مگر منافق جس کا شاہد حدیث ام سلمہ بھی ہے ۔

چونکہ یہ موقع تفصیل نہیں ہے اسلئے صرف اسیقدر عرض کر دینا کافی ہے کہ خداوند عالم نے بطور شرط فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ لہذا جبتک خدا و رسول کی طرف سے اسکی تصریح نہ ہوجائے کہ فلاں شخص محب خدا و رسول ہے اوس وقت تک کسی کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اگرچہ محکوم اسکے سب ہی ہیں اور چونکہ جناب امیر کے نسبت اسکی تصریح ہے کہ آپ حبیب خدا اور محبوب خدا دونوں ہیں لہذا صرف آپ ہی کے نسبت یہ کہا جاسکتا ہے نہ غیر اور چونکہ یہ صفت بعد اسکے واقع ہوئی ہے کہ شیخین فرار کرکے واپس آچکے ہیں لہذا یہ تو یقیناً معلوم ہوا کہ شیخین میں یہ صفت نہ تھی کیونکہ کلام رسول میں غلطی یا لغویت تو ہو نہیں سکتی ۔ اب اگر دنیا بھر کی حدیثیں بنا کر بخاری پیش کریں تو اس حدیث کا موازنہ کسی سے نہیں ہوسکتا خصوصاً جبکہ بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو مقدم کیا تو اور بھی معلوم ہوا یہ حدیث نہایت وزنی اور عظیم الشان ہیں ۔

الحدیث الثالث حدثنا عبد اللہ بن مسلمہ ثنا عبد العزیز بن ابی حازم عن

ابیہ ان رجلاً جاء الی سہل بن سعد فقال ھذا فلان لامیر المدینۃ یدعوا علیاً عند المنبر قال فیقول ماذا قال یقول لہ ابو تراب فضحک وقال واللہ واسماہ الا النبی وما کان لہ اسم احب الیہ منہ فاستطعمت الحدیث سہلاً وقلت لہ یا اباعباس کیف ذلک قال دخل علیؑ علی فاطمۃ ثم خرج فاضطجع فی المسجد فقال النبی این ابن عمک قالت فی المسجد فخرج الیہ فوجد رداءہ قد سقط عن ظہرہ وخلص التراب الی ظہرہ فجعل یمسح عن ظہرہ فیقول اجلس یا ابا تراب مرتین۔

یعنی ابو حازم سلمہ بن دینار راوی ہیں کہ ایک شخص نے (جسکا نام ابن حجر کو نہیں معلوم) سہل بن سعد سے کہا کہ فلاں امیر مدینہ (اسکا نام بھی ابن حجر کو نہیں معلوم) بلاتا ہے علیؑ کو (مگر یہ جملہ بالکل مہمل ہے روایت طبرانی میں ہے یدعوک لیسب علیا۔ اس غرض سے بلاتا ہے کہ چلکر جناب امیرؑ کو منبر کے پاس گالی دو) سہل نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے کہا کہ ابو تراب کہتا ہے اس سے سہل ہنس پڑے اور کہا قسم بخدا یہ نام تو خود رسول اللہؐ نے حضرت علی کا رکھا ہے اور اس نام سے بڑھکر کوئی نام حضرت علیؑ کو محبوب نہ تھا راوی کہتا ہے ہمنے سہل بن سعد سے اسکی وجہ پوچھی تو کہا کہ ایک روز حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کے یہاں آئے اور پھر باہر نکلے اور مسجد میں جاکر لیٹ رہے اسکے بعد رسول اللہؐ آئے تو جناب سیدہ سے پوچھا تمہارے ابن عم کہاں ہیں۔ کہا مسجد میں حضرت وہاں تشریف لیگئے تو دیکھا جناب امیرؑ کی ردا گر گئی ہے اور مٹی تمام جسم میں لپٹ گئی ہے پس حضرت بیٹھکر آپکے جسم سے مٹی چھوڑانے لگے اور فرماتے تھے اوٹھ بیٹھو اے ابو تراب دو مرتبہ کہا۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن اسحق نے اپنے طریق سے اور امام احمد نے عمار یاسر سے روایت کی ہے کہ غزوہ عسیرہ میں ہم اور جناب امیرؑ ایک نخل کے نیچے سوے تھے تو رسول اللہؐ نے آکر بیدار کیا اور جناب امیرؑ سے فرمایا قم یا ابا تراب تو یہ دوسرا واقعہ ہے اور یہ روایت ابن عباس سبب غضب جناب امیرؑ یہ تھا کہ حضرتؐ نے جب مواخاۃ کی ہے (بھائی بنایا) اصحاب میں اور جناب امیرؑ میں اور کسی دوسرے صحابی میں مواخات نہیں کی تو حضرت امیرؑ

غصہ ہو کر مسجد میں آکر سو رہے اور رسول اللہ صلعم نے آکر بیدار کیا اور فرمایا قم فانت اخی کہ اوٹھو تم ہمارے بھائی ہو طبرانی نے بھی یہی روایت کی ہے اور ابن عساکر نے بھی جابر بن سمرہ سے۔

الحدیث الرابع۔ حدثنا محمد بن رافع ثنا حسین عن زائدہ عن ابی حصین عن سعد بن عبیدہ قال جاء رجل الی ابن عمر فسألہ عن عثمان فذکر عن محاسن عملہ قال لعل ذلک یسوءک قال نعم قال فارغم اللہ بانفک ثم سالہ عن علیؓ فذکر محاسن عملہ قال ھو ذاک بیتہ اوسط بیوت النبیؐ قال لعل ذاک یسوءک قال اجل قال فارغم اللہ بانفک انطلق فاجھد علیّ جھدک۔

یعنی ایک شخص نے ابن عمر سے عثمان کا حال دریافت کیا تو ابن عمر نے اونکے محاسن اعمال کو بیان کیا اور کہا کہ غالباً اس سے تم ناخوش ہو اوس نے کہا ہاں تو کہا خدا تیری ناک رگڑے پھر جناب امیرؑ کے متعلق سوال کیا تو ابن عمر نے حضرت کے محاسن اعمال کو بیان کیا اور کہا یہ اون کا مکان ہے اوسط بیوت النبیؐ پھر کہا غالباً اس سے بھی تو خوش نہوا ہو تو کہا ہاں۔ ابن عمر نے کہا تو خدا تیری ناک رگڑے جا اور جو تجھسے ہو سکے اپنا اپنی کوشش کر۔

ابن حجر شرح ھو ذاک بیتہ میں لکھتے ہیں کہ دیکھو کیسا عمدہ مکان ہے جناب امیرؑ کا اور داؤدی کہتے ہیں معنی یہ ہے کہ جناب امیرؑ کا مکان وسط بیوت نبیؐ میں ہے اور روایت نسائی میں ہے کہ ابن عمر نے کہا تم علیؑ کے بارہ میں نہ سوال کرو بلکہ اون کا مکان دیکھو جو بیوت نبیؐ سے ہے اور روایت علاء بن عیزار میں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ تم مکان جناب امیرؑ کو دیکھ لو کہ رسول اللہ صلعم سے اونکی کیسی منزلت ہے کہ مسجد رسول اللہ صلعم میں سوائے اونکے کسی کا مکان نہیں اور اسکی بحث پہلے گذر چکی ہے کہ سب کا دروازہ مسجد سے بند کیا گیا بہ استثناد دروازہ جناب امیرؑ۔

الحدیث الخامس حدثنا محمد بن بشار ثنا غندر ثنا شعبہ عن الحکم سمعت ابن ابی لیلی ثنا علی ان فاطمہ شکت ما تلقی من اثر الرحی فاتی النبیؐ سبی

فانطلقت فلم یجدہ فوجدت عائشۃ فاخبرتہا فلما جاء النبیؐ اخبرتہ عائشۃ بمجی فاطمۃ فجاء النبیؐ الینا وقد اخذنا مضاجعنا فذہبت لاقوم فقال علی مکانکما فقعد بیننا حتی وجدت برد قدمیہ علی صدری وقال الا اعلمکما خیرا مما سالتمانی اذا اخذتما مضاجعکما تکبرا اربعا وثلثین وتسبحا ثلاثا وثلثین وتحمدا ثلثا وثلثین فھو خیر لکما من خادم۔

یعنی جناب سیدہؑ ایک روز اس غرض سے تشریف لائیں کہ رسول اللہؐ ایک خادمہ کی فرمایش کریں کیونکہ آسیہ گردانی سے آپکو بڑی تکلیف ہوتی تھی مگر رسول اللہ اوس وقت تشریف نہ رکھتے تھے عائشہ سے کہہ آئیں۔ عائشہ نے حضرت سے بیان کیا تو آپ خود تشریف لائے جبکہ جناب امیرؑ وجناب سیدہؑ خوابگاہ میں جاچکے تھے جناب امیرؑ نے چاہا بغرض تعظیم اوٹھیں مگر حضرت مانع ہوے اور دونوں کے بیچ میں آکر بیٹھے اس طرح کہ حضرت کے قدم کی سردی جناب امیرؑ کے سینہ میں محسوس ہوتی تھی اور فرمایا کہ ہم ایسی دعا نہ تعلیم کریں جو خادم سے بہتر ہو جب تم لوگ سونا چاہو تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہ یہ دعا بہتر ہے خادم سے۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ بخاری نے اس وجہ سے اس حدیث کو فضائل جناب امیرؑ میں لکھا ہے کہ اس سے حضرت کی منزلت رسول اللہؐ کے سامنے ظاہر ہوتی کہ آپ اوس فرش خواب تک تشریف لائے جہاں جناب امیرؑ اپنی زوجہ کے ساتھ آرام کرتے تھے جو دختر رسول اللہؐ تھی اور نیز اسوجہ سے کہ جناب امیرؑ کے لئے بھی وہی پسند کیا جو اپنی بیٹی کے لئے پسند کیا تھا کہ آخرۃ کو دنیا پر ترجیح دیں اور دونوں اسپر راضی ہوے۔

الحدیث السادس حدثنا علی بن الجعد انا شعبۃ عن ایوب عن ابن سیرین عن عبیدۃ عن علی قال اقضوا کما کنتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی وکان ابن سیرین یری ان عامۃ ما یروی عن علی الکذب۔

عبیدہ راوی ہیں کہ جناب امیرؑ نے فرمایا فیصلہ کیا کرو جس طرح فیصلہ کرتے تھے کیونکہ ہم اختلاف

کو ناپسند کرتے ہیں یہانتک کہ سب ایک جماعت ہو جائے یا ہم بھی مرجائیں جس طرح ہمارے اصحاب مرگئے اور ابن سیرین کا گمان تھا کہ جو کچھ جناب امیرؑ سے روایت کی جاتی ہے وہ سب دروغ ہے۔

نہ معلوم یہ حدیث کس حیثیت سے فضیلت میں لکھی گئی کیونکہ نہ اس میں حدیث رسولؐ ہے نہ کسی فضیلت کا اظہار مگر غرض اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ معلوم ہو حضرت علی شیخین کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے جس سے نزاع اور فتنہ و فساد پیدا ہو چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں قال ابن التین یعنی مخالفۃ ابی بکر و عمر کہ مخالفت ابوبکر و عمر کو آپ ناپسند کرتے تھے جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اکثر فیصلوں کو ناپسند کرتے تھے مگر اونکی مخالفت اس وجہ سے نہ کرتے تھے کہ قوم میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا اور اختلاف نہ بڑھے چنانچہ خود ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت کی اور عمر کی یہ رائے قرار پا چکی تھی کہ ام الولد کی بیع نہ ہو مگر بعد کو جناب امیرؑ کی یہ رائے ہوئی کہ بیع کی جائے (چنانچہ عہد رسولؐ میں یہی جاری تھا) اسپر عبیدہ نے کہا جو رائے آپکی جماعت کے ساتھ تھی (یعنی عمر کے ساتھ) وہ رائے زیادہ پسند تھی اس تنہا رائے سے اسپر حضرت نے یہ جملہ فرمایا جس سے ظاہر ہوا کہ وہ لوگ کیسے ایماندار تھے کہ فیصلہ امام حق کو ناپسند کرتے تھے حالانکہ یہی دستور عمل جناب رسالتمآبؐ تھا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ جو کچھ حضرت سے روایت کی جاتی ہے وہ سب کذب ہے جس سے وہ سب روایتیں تو رخصت ہوئیں جو بخاری نے حضرت سے دربارہ افضلیت شیخین روایت کی تھی اور نیز وہ روایت کہ حضرت نے بعد موت عمر کہا ہمکو امید ہے کہ یہ بخشے جائیں کیونکہ یہ بھی تو حضرت ہی سے منقول ہے اور عامہ روایات میں یہ بھی داخل ہے۔

ابن حجر نے یہ بات بنائی ہے کہ مراد اس سے وہ روایتیں ہیں جو بمخالفت شیخین حضرت سے روایت کی جاتی ہیں ورنہ اصل روایات جناب امیرؑ میں کوئی عذر نہیں فقد روی ابن سعد باسناد صحیح عن ابن عباس قال اذا حدثنا ثقۃ عن علی بفتیا لم نتجاوزھا کیونکہ ابن سعد باسناد صحیح ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی راوی معتبر سے ہمکو جناب امیر کا فتویٰ ملجاتا ہے تو پھر ہم اوس سے تجاوز نہیں کرتے۔

سبحان اللہ ابن عباس سا صحابی جو حبر کہا جاتا ہے اور عمر اونکے علم کو سب سے زیادہ قابل قدر جانتے وہ تو یہ کہیں کہ جب کوئی فتویٰ جناب امیرؑ کا ملجائے تو اوس سے تجاوز نہ کریں گے اور ابن سیرین یہ کہیں کہ ان عامۃ ما یروی عن علی الکذب کہ عام طور سے جو روائتیں جناب امیرؑ سے منقول ہیں وہ کذب ہے اس کا کیا جواب ہے۔

غضب تو یہ ہو کہ ابن حجر یہ تخصیص کریں کہ جو روائتیں بخالفت شیخین ہوں وہ نامقبول ہیں نہ وہ روائتیں جو متعلق بہ احکام شرعیہ ہوں۔ مگر افسوس خود علما اونکے اسکی تصریح کررہے ہیں کہ جناب امیرؑ کا نام لینا بھی کسی روایت میں گناہ سمجھا جاتا تھا اگرچہ احکام شرعیہ ہی میں کیوں نہو چنانچہ روضہ ندیہ میں ہے وقد صح ان بنی امیۃ منعوا اظہار فضائل علی علیہ السّلام وعاقبوا علی ذلک حتی ان الرجل کان اذا روی عنہ حدیثاً لا یتعلق بفضائلہ بل بشرائع الدین لا یجاسر علی ذکر اسمہ بل یقول عن ابی زینب وما زال ذلک ایضاً فی الدولۃ العباسیۃ سیّما ایام الملقب بالمتوکل الذی بلغ من شقاوتہ وبغضہ لامیر المومنین علیہ السّلام واولادہ ان ہدم قبر الحسین السبط سلام اللہ علیہ واعفی اثرہ واجری علیہ الماء صفحہ ۱۵

یعنی کہا ابو جعفر نے کہ بطرق صحیحہ یہ ثابت ہو کہ بنی امیہ نے مطلقاً ممانعت کی تھی اظہار فضائل جناب امیرؑ کی اور اسپر سزا کرتے تھے یہانتک کہ اگر کوئی حدیث ایسی روایت کرتا جو متعلق باحکام شرع ہوتی نہ متعلق بفضائل ومناقب تو اسکی جرأت نہوتی تھی کہ کوئی شخص حضرت نام روایت میں لے بلکہ بجائے اسکے حدثنا ابو زینب کہتا (نسبت حضرت زینب کی طرف جو آپکی صاحبزادی تھیں) یہ ظلم وستم صرف زمانہ بنی امیہ تک نہیں رہا بلکہ بنی عباس کی خلافت میں یہی حال رہا خصوصاً متوکل ملعون کے زمانہ میں جسکی عداوت اور بغض جناب کے ساتھ اس درجہ پر تھی کہ قبر امام حسینؑ کو منہدم کرنا چاہا کہ نشان اوس کا مٹ جائے اسی سے پانی اوسپر چلایا۔

الحدیث السّابع حدثنا محمد بن بشار ثنا غندر ثنا شعبہ عن سعد قال سمعت ابراہیم بن سعد عن ابیہ قال قال النبیؐ لعلی اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ یعنی رسول اللہؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا کیا تم اسپر راضی نہیں ہو

کہ تمہارا درجہ مجھ سے وہی ہو جو ہارون کا درجہ تھا موسیٰ سے۔

اس حدیث کی شرح اور تفصیل تو آپکو کتاب مستطاب عبقات الانوار کی دو جلدوں میں ملیگی جس سے زیادہ شاید کسی سے ممکن نہو مگر ابن حجر نے جو لکھا ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کو بخاری نے غزوہ تبوک میں دوسری وجہ سے لکھا ہے جسکی تحقیقات وہاں آئیگی مطلب یہ ہے کہ حضرت جناب امیرؑ سے فرماتے ہیں کہ تم مجھسے اس درجہ پر ہو جس درجہ پر ہارون تھے موسیٰ سے روایت سعید بن مسیب میں ہو کہ جناب امیرؑ نے اسپر فرمایا ہم راضی ہوئے ہم راضی ہوئے اور ابن سعد نے بحدیث براء و زید بن ارقم یہ روایت کیا ہے کہ جناب امیرؑ نے عرض کیا بلی یا رسول اللہ ایسا ہی ہے حضرت تو حضرت نے فرمایا فانہ کذالک کہ ایسا ہی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اول حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ ضرور ہے یا ہم مدینہ میں رہیں یا تم تو جناب امیرؑ نے اقامت مدینہ منظور کیا اسپر کچھ منافقوں نے گفتگو شروع کی کہ حضرت نے کسی ناراضی کے سبب سے جناب امیرؑ کو چھوڑا ہے جسپر حضرت نے اس حدیث کو فرمایا۔

روایت عامر بن سعد میں اس طرح ہے کہ معویہ نے سعد سے کہا کیوں نہیں تم سب لعن کرتے ابو تراب کو تو سعد نے کہا جب تک تین حدیثیں رسول اللہؐ کی بحق جناب امیرؑ یاد رہینگی میں سب نہ کرونگا ایک یہ کہ حضرت نے فرمایا لاعطین الرایۃ غدا یحبہ اللہ و رسولہ دوسرے جب آیہ قل تعالوا ندع نازل ہوا تو حضرت نے جناب امیرؑ و فاطمہ و حسن و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا ھولاء اھلی۔ ابو یعلی سعد سے روایت کرتے ہیں کہ سعد نے کہا کہ اگر منشار (آرہ) بھی ہمارے سر پر رکھا جائے تو ہم سب علیؑ نہ کریں۔

اصل حدیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کو علاوہ سعدؓ کے عمرؓ نے روایت کیا ہے اور خود جناب امیرؑ نے اور ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور جابر بن عبد اللہؓ اور براء بن عازب اور زید بن ارقم و ابی سعید و انس بن مالکؓ و جابر بن سمرہ و حبشی بن جنادہ و معاویہ و اسماء بنت عمیس وغیرہ۔ ابن عساکر نے ان سب طرق کو جمع کیا ہے ترجمہ جناب امیرؑ میں اور جابر بن سمرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت نے جناب امیرؑ سے پوچھا اشقی الاولین کون ہے کہا عاقر ناقہ تو پھر پوچھا اشقی الاخرین کون ہے کہا خدا اور رسول جانتے ہیں تو حضرت نے

فرمایا اے علیؓ تمھارا قاتل۔

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہی خلافت جناب امیرؑ پر کیونکہ حضرت ہارون خلیفہ حضرت موسیٰؑ تھے اسکا جواب یہ دیا گیا ہی کہ حضرت ہارون حیات موسیٰ میں خلیفہ تھے کیونکہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ہی اونھوں نے انتقال کیا تھا تو اس سے بعد وفات خلیفہ رسول ہونا نہیں ثابت ہوتا طیبی نے کہا کہ مطلب یہ ہی حضرت نے جناب امیرؑ کو وہی درجہ دیا تھا جو ہارون کو تھا موسیٰ سے اور یہ تشبیہ مبہم ہے جسکو حضرت نے اس جملہ سے واضح کیا انہ لا نبی بعدی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ تشبیہ من حیث النبوۃ نہیں ہے بلکہ بحیث خلافت ہی اور چونکہ حضرت ہارون مشبہ بہ خلیفہ حضرت موسیٰؑ تھے زمانہ حیات میں لہذا معلوم ہوا کہ حضرت علی بھی صرف زمانہ حیات میں خلیفہ تھے نہ بعد انتقال رسول تمام ہوا ترجمہ فتح الباری۔

میں کہتا ہوں کہ پھر اس بنا پر لازم آتا ہے کہ حضرت خاتم النبیین بھی نہوں کیونکہ خداوند عالم رسول اللہ کو تشبیہ دیتا ہے حضرت موسیٰؑ سے۔ کما ارسلنا الی فرعون رسولا اور حضرت موسیٰ خاتم النبیین نہ تھے تو لازم آتا ہے کہ آنحضرت بھی خاتم النبیین نہوں پھر قادیانیوں کو مبارکباد کہو۔

افسوس کہ محل تفصیل نہیں ہے کیونکہ اسکی بحث آیندہ آئیگی اور کتاب مستطاب عبقات الانوار میں مفصلاً سب کا جواب مذکور ہے لہذا ہم صرف اسقدر کہنا چاہتے ہیں کہ ان روایات کو جو بخاری نے لکھا ہے آپ اون روایات سے ملائیں جو بخاری نے دربارہ مناقب ابوبکر لکھتے ہیں اور تعداد ان کی اکیس ہی پھر جو فیصلہ چاہے کیجئے کیونکہ اہلسنت نے اسکا فیصلہ کرلیا ہے بنص رسول کو دربارہ خلافت کسی طرح کا دخل ہی نہیں پھر اگر ہزار تصریح فرمائیں تو کیا ہو سکتا ہے۔

ابن حجر کو یہاں شرم آئی کہ ہمنے دعویٰ تو کیا تھا اس کثرت فضائل و مناقب جناب امیرؑ کا اور بخاری نے کل سات حدیثیں لکھیں تو اسکی یوں معذرت کرنے لگے کہ بخاری نے مناقب جناب امیرؑ کو اور جگہوں میں بھی لکھا ہے چنانچہ حدیث عمر ہے علی اقضانا جسکی تفسیر سورہ بقرہ میں ہے۔ اسی طرح حدیث قتال بغاۃ ہے جو حدیث عمار میں ہی یقتل عمار الفئۃ الباغیۃ کہ عمار کو فئہ باغیہ شہید کریگا اور عمار جناب امیرؑ کے ساتھ تھے۔ اور اسی طرح حدیث قتال خوارج ہے جو باب علامات نبوت میں مذکور ہی اور بہت سی احادیث مناقب کو امام نسائی نے کتاب خصائص میں لکھا ہے۔

اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو ترمذی ونسائی نے روایت کیا ہے اور بہت سے طریقہ سے یہ روایت مذکور ہے کہ جسقدر جناب امیر کے بارہ میں حدیثیں وارد ہیں اوتنا کسی صحابی کے بارہ میں نہیں وارد ہوئی ہیں۔

ہماری غرض چونکہ تنقید بخاری ہے لہذا اس تحریر سے آپکو تو یقیناً معلوم ہو گیا ہو گا کہ جناب امیر کے کثرت فضائل ومناقب کا اعتراف کس تصریح سے علماء اہلسنت کر رہے ہیں جو بخاری کے اسلاف واخلاف[۲] سے ہیں مگر افسوس بخاری کو حضرت سے یہ عقیدت ہو کہ چھ بہ لاکھ میں سے اونکو بھی سات حدیثیں ملیں۔

آخر میں ہم اون حدیثوں کو لکھتے ہیں جو حضرات اہلسنت نے بسرپرستی خلیفہ اول وضع کیں کیونکہ بخاری نے جو اکیس حدیثیں لکھیں اون کو تو آپنے دیکھ لیا کہ ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جسپر حضرات علمائے اہلسنت کے صدہا اعتراض نہوں اور اگر اون اعتراضوں سے چشم پوشی بھی کی جائے تو کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے کسی طرح کی فضیلت نکلے۔ فضیلت کیسی ایسی بھی کوئی حدیث نہیں ہے جو من حیث المعنی درست ہو سکے۔ بخلاف اسکے جو متاخرین علمائے اہلسنت نے حدیثیں بنائی ہیں وہ ایسی چمکدار اور روشن ہیں کہ ابوبکر کا درجہ نہ صرف رسول اللہ سے بڑھ جاتا ہے بلکہ خدا سے بھی بالاتر قرار پاتا ہے تفصیل کیلئے امام شوکانی کا فوائد مجموعہ ملاحظہ ہو۔

مناقب الخلفاء الاربعۃ واهل البیت وسائر الصحابۃ عموماً وخصوصاً ومناقب غیرهم من الناس حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یا ابابکر الا ابشرک قال بلی فداک امی وابی قال ان اللہ عزوجل یتجلی للخلائق یوم القیمۃ عامۃ ویتجلی بک خاصۃ رواہ الخطیب عن انس مرفوعاً فقال لا اصل لہ وضعہ محمد بن عبد بن عامر ولہ طرق منہا	یعنی یہ باب ہے مناقب خلفاء اربعہ واہلبیت اور سائر صحابہ کا عموماً اور خصوصاً اور دوسرے آدمیوں کا (۱) حدیث کہا رسول اللہ نے ابوبکر سے ہم تمکو بشارت دیں کہا ہاں حضرت نے فرمایا خدا اخلائق کیلئے جلوہ گر ہو گا بروز قیامت عام طور پر اور تمہارے لئے خاص طور پر۔ اس روایت کو خطیب نے انس سے روایت کیا ہے مگر لا اصل لہ اسکی کوئی اصل نہیں واضع اسکا محمد بن عبد بن عامر ہے۔

[۲] یعنی دو کروڑ سے اور ایک لاکھ سے منتخب کی

انه صلی الله علیه وآله وسلم قال لابی بکر
اعطاک الله الرضوان الاکبر فقال لبعض
القوم یا رسول الله وما الرضوان الاکبر قال
یتجلی الله فی الآخرة لعباده المومنین عامة
ویتجلی لابی بکر خاصة رواه ابونعیم عن
جابر مرفوعًا وفی اسناده محمد بن خالد
الختلی وهو کذاب وقال ابونعیم بعد
اخراجه هذا حدیث ثابت رواه اعلام
تفرد به الختلی عن کثیر بن هشام انتهی
قال فی اللآلی وقد اخرجه الحاکم فی
المستدرک من طریق الختلی وتعقبه
الذهبی فقال تفرد به الختلی وضعفه
حدیث ان ابابکر قال للنبی انی معک
فی الصف الاول فکبرت وکبرت فاستفتحت
بالحمد فقرأتها فوسوس الی شیء من الطهور
فخرجت الی باب المسجد فاذا انا بهاتف
یهتف بی وهو یقول ورائک فالتفت فاذا
انا بطاس من ذهب مملوء ماء ابیض
من الثلج واعذب من الشهد والین من
الزبد علیه مندیل اخضر مکتوب علیه
لا اله الا الله الصدیق ابوبکر فاخذت
المندیل فوضعته علی منکبی وتوضأت
للصلوة واسبغت الوضوء ورددت

(۲) حضرت نے ابوبکر سے فرمایا کہ خدا نے تمکو
رضوان اکبر عطا کیا ہے لوگوں نے پوچھا رضوان
اکبر کیا ہے فرمایا خدا کی تجلی سب کیلئے عام طور پر ہوگی
اور ابوبکر کے لئے خاص طور پر۔ اسکے اسناد
میں محمد بن خالد ہے جو کذاب ہے ابونعیم
نے کہا یہ حدیث ثابت ہے روایت کی اسکی
اعلام نے مگر متفرد ہوا ختلی لآلی مصنوعہ میں
ہے کہ حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے
مگر تعقب کیا ذہبی نے کہ صرف ختلی اس کا
راوی ہے اور اوسکی تضعیف کی ہے۔
(۳) حدیث ابوبکر نے کہا رسول اللہ سے
کہ ہم صف اول میں تھے کہ تکبیر کہا اور شروع
کیا الحمد کو کہ وسوسہ ہوا باب مسجد پر آئے تو ہاتف
کی آواز سنی کہ پیچھے دیکھو دیکھا تو ایک ظرف
طلا تھا جو پانی سے بھرا تھا جو شہد سے زیادہ
شیریں اور برف سے زیادہ سرد اور مسکہ
سے زیادہ نرم اوسپر ایک مندیل رکھا تھا جسپر
لا الہ الا اللہ الصدیق الاکبر لکھا تھا ہم نے
اوس سے وضو کیا اور مندیل کو اوسی ظرف
پر رکھدیا اور آگے بڑھے تو آپ ربع رکعت
تمام کر چکے تھے اور ہم شریک ہوئے اور
آپکے ساتھ نماز تمام کی حضرت نے فرمایا بشارت
ہو تمکو اے ابوبکر کہ جس نے تجھے وضو کرایا وہ
جبرئیل تھے اور جس نے رومال دیا وہ

المنديل على القدس ولحقتك وانت
ربع الركعة الاولى فتممت صلوتي معك
يا رسول الله قال لنبي صـ البشر يا ابا بكر
الذي وضالك للصلوة جبرئيل والذي
منملك ميكائيل والذي مسك بركبتي
حتى لحقت للصلوة اسرافيل هو حديث
موضوع ومحمد بن زياد المذكور فى
اسناده كذاب وقد روى نحو هذا
لعلى بن ابيطالب وفيه ذكر المستطل
والمنديل والكل كذب موضوع حديث
ان الله لما خلق الارواح اختار روح
ابى بكر الصديق من بين الارواح
فجعل ترابها من الجنة وماؤها من الحيوان
وجعل له قصرا فى الجنة من درة بيضاء
الى اخره رواه الخطيب عن عائشة
مرفوعا وقال لا يثبت وقد اتهم به
هرون بن احمد الهكاف المعروف
بالقطان وقد جزم الذهبى فى الميزان
فى ترجمته بان هذا باطل حديث ان
يهوديا قال لابى بكر والذى بعث موسى
وكلمه تكليما لا احبك فلم يرفع ابوبكر
له راسه تهاونا باليهودي فهبط جبرئيل
وقال يا محمد ان العلى الاعلى يقرئك

میکائیل تھے اور جس نے ہمارے گھٹنوں کو
روک رکھا وہ اسرافیل تھے کہ نماز کو تمام نہ
کر دیا۔ یہ حدیث موضوع ہے محمد بن زیاد جو اس
کی سند میں ہے وہ کذاب ہے اس طرح
کی روایت حضرت علیؓ کے لئے بھی بنائی
گئی ہے وہ سب موضوع ہے۔
(۴) حدیث ہے کہ خدا نے جب ارواح
کو پیدا کیا تو روح ابوبکر کو اختیار کیا تمامی
ارواح میں اوسکی مٹی جنت سے قرار دی
اور پانی آب حیات سے اور ایک قصر
بنایا جنت میں جو در ابیض سے ہے۔
راوی اسکے خطیب ہیں عائشہ سے مگر یہ
حدیث ثابت نہیں ہارون بن احمد متہم ہے
جو معروف بہ قطان ہے۔ ذہبی نے میزان
میں جزم کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔
(۵) ایک یہودی نے ابوبکر سے کہا قسم
اوس کی جس نے موسیٰ کو نبی مبعوث اور
کلام کیا کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں
ابوبکر نے سر نہیں اوٹھایا بغرض تحقیر یہودی
تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد علی
اعلیٰ سلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کہو اوس
یہودی سے جس نے ابوبکر سے کہا کہ ہم
دوست رکھتے ہیں کہ اس محبت کی عوض

السلام ویقول لک قل للیہودی الذی قال لابی بکر انی احبک ان اللہ قد احاد عنک فی النار خلتین لاتوضع الانکال فی عنقہ ولا اغلال فی عنق محب ابابکر الخ رواہ ابن عدی عن انس مرفوعاً وھو موضوع فی اسنادہ وضاعان

حدیث ان اللہ اتخذ لابی بکر فی اعلیٰ علیین قبۃ من یاقوتۃ بیضاء معلقۃ بالقدرۃ رواہ الخطیب عن البراء مرفوعاً وقال موضوع

حدیث ھبط جبرئیل وعلیہ طنفسۃ وھو متخلل بہا فقال النبی صلعم یا جبرئیل ما نزلت الی فی مثل ھذا الذی فقال ان اللہ امر الملائکۃ ان یتخلل فی السماء لتخلل ابی بکر فی الارض رواہ الخطیب عن ابن عباس وھو موضوع

حدیث لما ولد ابوبکر الصدیق اقبل اللہ علی جنۃ عدن فقال وعزتی وجلالی لا ادخلک الا من یحب ھذا المولود رواہ الخطیب عن ابن عمر مرفوعاً وقال باطل

حدیث ان اللہ جعل ابابکر خلیفتی علی دین اللہ ووحیہ فاسمعوا لہ تفلحوا واطیعوہ ترشدوا رواہ الخطیب عن ابن عباس

میں خدا انکال اور اغلال کو اوسکی گردن میں ڈالیگا بوجہ محبت ابوبکر۔ اسکے راوی ابن عدی ہیں انس سے اور حدیث موضوع ہے جس میں دو واضع حدیث داخل ہیں۔

(۶) خدا نے اعلیٰ علیین میں ابوبکر کے لئے ایک قبہ بنایا ہے یاقوت سے جو معلق ہے قدرۃ سے۔ راوی اسکے خطیب ہیں براء سے مرفوعاً اور کہا کہ موضوع ہے۔

(۷) حضرت جبرئیل ایک دفعہ نازل ہوئے طنفسہ چادر اوڑھے ہے حضرت نے پوچھا کہ اس وضع سے تو کبھی نہیں آئے تھے کہا خدا نے حکم دیا ہے اپنے فرشتوں کو اسی طرح اوڑھیں کیونکہ ابوبکر اسی طرح اوڑھتے ہیں زمین میں۔ اسکے راوی ہیں خطیب ابن عباس سے حالانکہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۸) جب ابوبکر پیدا ہوئے تو خدا نے جنت عدن سے فرمایا قسم اپنے عزت وجلالت کی کوئی تجھ میں داخل نہو گا جب تک اس مولود کو نہ دوست رکھے۔ راوی اسکے خطیب ہیں ابن عمر سے مرفوعاً اور یہ حدیث بھی باطل ہے۔

مرفوعاً وھو موضوع حدیث بینما النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مع جبرئیل اذ مر ابوبکر فقال ابوبکر قال تعرفہ یا جبرئیل قال نعم انہ فی السماء اشھر منہ فی الارض وان الملائکۃ تسمیہ حلیم قریش وانہ وزیرک فی حیاتک وخلیفتک بعد موتک رواہ ابن حبان عن ابی ھریرۃ مرفوعاً وفی اسنادہ اسمعیل بن محمد بن یوسف کذاب وذکر لہ صاحب اللآلی طریقاً اخری فیہا وضاع وقال الذھبی اسنادہ مظلم وتعقبہ ابن حجر فی اللسان بان رجالہ معروفون بالثقۃ ولیس فیھم من ینظر فی حالہ الا المعلی بن الولید وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت فی اسنادہ اسمعیل بن محمد کما ذکرناہ وقد قال الحاکم انہ یروی الموضوعات حدیث ومن مثل ابی بکر کذبنی الناس وصدقنی وامن بی وزوجنی ابنتہ وانفق مالہ وجاھد معی فی جیش العسرۃ الا انہ یاتی یوم القیمۃ علی ناقۃ من نوق الجنۃ قوائمھا من المسک والعنبرۃ وزحلھا من الزمرد الاخضر وخمامھا من اللؤلؤ الرطب علیھا حلتان خضروان من

(۹) خدا نے ابوبکر کو ہمارا خلیفہ بنایا ہے اپنے دین اور وحی پر تو اسکی باتوں کو سنو کہ فلاح پاؤ اور اطاعت کرو کہ رشد پاؤ۔ راوی اسکے خطیب ہیں ابن عباس سے حالانکہ وہ موضوع ہے۔

(۱۰) ایک روز حضرت مع جبرئیل جارہے تھے کہ ابوبکر کا گزر ہوا تو کہا یہ ابوبکر ہیں اے جبرئیل تم ان کو پہچانتے ہو کہا ہاں یہ آسمان میں زیادہ مشہور ہیں بہ نسبت زمین کے ملائکہ ان کو حلیم قریش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور یہ تمہارے وزیر ہیں حیات میں اور خلیفہ ہیں بعد موت کے۔ راوی اسکے ابن حبان ہیں مرفوعاً ابوہریرہ سے۔ اس کی سند میں اسمعیل بن محمد بن یوسف کذاب ہے لآلی مصنوعہ میں دوسرے طریق سے یہ روایت ہے جس میں ایک وضاع ہے ذہبی نے کہا کہ اسناد اسکے مظلم (تاریک) ہیں جس پر ابن حجر نے تعقب کیا کہ رجال اسکے معروف بہ ثقہ ہیں کوئی ایسا نہیں ہے جس کے حال میں نظر ہو بہ استثناء معلی بن ولید جسکو ابن حبان نے ثقات میں لکھا ہے۔ شوکانی کہتے ہیں کہ اسکی سند میں اسمعیل بن محمد ہے جس کے بارے میں حاکم کہتے ہیں کہ وہ راوی موضوعات

من سندس واستبرق رواه ابن عدی عن ابن عباس مرفوعًا وفی اسناده اسحاق بن بشر بن مقاتل وضاع حدیث اذا کان یوم القیمة نصب لابراهیم منبر امام العرش ونصب لی امام العرش ونصب لابی بکر کرسی فیجلس علیه الی اخره رواه الخطیب عن معاذ مرفوعًا وفی اسناده محمد بن احمد الحلیمی قیل هو مجهول قال الذهبی احادیثه منکرة بل باطلة قال ابن ماکولا المحمل علیه فی هذا الحدیث حدیث عرج بی الی السماء فما مررت بسماء الا وجدت فیها اسمی مکتوبًا محمد رسول الله وابو بکر الصدیق من خلفی رواه ابن عدی عن ابی هریرة مرفوعًا وفی اسناده عبد الله بن ابراهیم الغفاری وضاع قال فی اللآلی الذی استخیر الله فیه الحکم علی هذا الحدیث بالحسن لا بالوضع ولا بالضعف لکثرة شواهده ثم ذکره ابن عباس مرفوعًا رواه الخطیب فی التاریخ وعن ابن عمر مرفوعًا عند البزار فی سنده ولکن من طریق الغفاری المذکور ثم ذکر له شواهد غیر ذلک کلها لا یخلوا عن مقال لا ینتهض معه الاستدلال وما کان هکذا فلا یکون من الحسن لغیره

ہے۔

(۱۱) کون ہے وہ شخص مثل ابوبکر جس نے اوس وقت ہماری تصدیق کی جبکہ سب نے تکذیب کی اور ایمان لایا ہمپر اور اپنی بیٹی ہمارے عقد میں دی اور اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا ہمارے ساتھ جہاد عسرت میں یہ بروز قیامت ایک ناقہ جنت پر آئیگا جسکے قوائم مشک و عنبر کے ہونگے اور پیر اوس کے زمرد اخضر سے اور زمام اوسکا لولوے رطب سے ہوگا جسپر دو حلے سبز ہونگے سندس واستبرق کے راوی اسکے ابن عدی ہیں ابن عباس سے مرفوعًا اسکی سند میں اسحاق بن بشیر بن مقاتل ہے جو وضاع تھا۔

(۱۲) بروز قیامت حضرت ابراہیم کے لیے ایک منبر نصب کیا جائیگا امام عرش اور ہمارے لیے بھی ایک منبر نصب کیا جائیگا عرش کے سامنے اور ابوبکر کے لئے ایک کرسی رکھی جائیگی اوس پر وہ بیٹھیں گے الی آخرہ۔ راوی اسکے خطیب ہیں معاذ سے مرفوعًا اسکی میں محمد بن احمد حلیمی ہے جو مجہول ہے کہا ذہبی نے کہ حدیثیں اوسکی کل منکر ہیں بلکہ باطل ہیں ابن ماکولا نے کہا یہ حدیث اوسپر محمول ہے۔

(۱۳) شب معراج ہم جہاں جہاں گئے تو لکھا

وان كثرت طرقه حديث لا ينبغي لقوم
فيهم ابوبكر ان يومهم غيره رواه ابن
عدي عن عائشة مرفوعا قال ابن
الجوزي موضوع وفي اسناده عيسى
بن ميمون منكر الحديث والراوي عنه
احمد بن بشير وهو متروك قال في
اللآلي الحديث اخرجه الترمذي من
هذا الطريق واحمد بن بشير من
رجال البخاري والاكثر على توثيقه و
عيسى بن ميمون قال فيه ابن معين
مرة لا باس به وقال حماد بن سلمه
ثقة ومن ضعفه لم يتهمه بكذب
فمن اين يحكم عليه بالوضع ويجاب
عنه بان من اسمه احمد بن بشير
رجلان احدهما هذا والاخر متروك
كما ذكره صاحب التقريب وقال ابن
كثير في مسند الصديق ان لهذا الحديث
شواهد تقتضي صحته ثم ذكر له صاحب
اللآلي شواهد حديث ان الله في
السماء يكره ان يخطى ابوبكر الصديق
رواه الحارث في مسنده وهو موضوع
وفي اسناده محمد بن سعيد المصلوب
في الزندقة ولكن لك في اسناده

پایا محمد رسول اللہ وابوبکر الصدیق من خلقی
راوی اسکے ابن عدی ہیں ابوہریرہ سے
مرفوعاً اور سند میں اسکی عبداللہ بن ابراہیم
غفاری وضاع ہے لآلی میں ہے کہ ہم اسکو
حسن کہتے ہیں نہ موضوع نہ ضعیف بسبب
کثرت شواہد کے پھر ابن عباس سے بھی مرفوعاً
خطیب نے روایت کی ہے مگر کوئی سند اعتراض سے
خالی نہیں ہے جس سے قابل استدلال نہیں ہے۔
اور ایسی حدیث حسن لغیرہ بھی نہیں حدیث مناسب ہے
کہ جس قوم میں ابوبکر ہوں اونکی امامت غیر
ابوبکر کرے راوی اسکے ابن عدی ہیں عائشہ
سے کہا ابن جوزی نے کہ یہ حدیث موضوع ہے
عیسی بن میمون منکر الحدیث اس سند میں ہے۔
اوس سے احمد بن بشیر راوی ہے جو متروک
ہے کہا لآلی نے کہ اس حدیث کو اسی سند سے
ترمذی نے روایت کی ہے اور احمد بن بشیر اسکا
راوی رجال بخاری سے ہے اور اکثر اسکی
توثیق کرتے ہیں۔ عیسی بن میمون کے بارے میں
ابن معین نے کہا ایکدفعہ لاباس بہ حماد بن
سلمہ نے کہا وہ ثقہ ہے اور جسنے اوسکو ضعیف
کہا وہ بھی اسکو متہم بکذب نہیں کہتا پھر حکم بوضع
کہاں سے کیا جاتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
احمد بن بشیر دو ہیں ایک یہ دوسرا متروک ہے۔

نصر بن حماد الوراق وھو کذاب حدیث لما عرج بی الی السماء قلت اللھم اجعل الخلیفۃ بعدی علی بن ابی طالب فارتجت السماء وھتف بی الملائکۃ من کل جانب یا محمد اقرء وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ قد شاء اللہ ان یکون من بعدک ابوبکر الصدیق رواہ الجوزقی عن ابی سعید مرفوعاً وھو موضوع حدیث ان جبرئیل قال کل امتک علیھا حساب ما خلا ابوبکر الصدیق فاذا کان یوم القیمۃ قیل لہ یا ابابکر ادخل الجنۃ یقول ما ادخل حتی ادخل معی من کان یحبنی فی الدنیا ذکرہ فی الذیل وھو موضوع قول عمر کان النبی صلعم یتکلم مع ابی بکر وکنت بینھما کالزنجی قال ابن تیمیہ موضوع حدیث لو وزن ایمان ابی بکر الصدیق مع ایمان الناس لرجح ایمان ابی بکر ذکرہ صاحب المقاصد واسندہ موقوفاً علی عمر صحیح ومرفوعاً ضعیف حدیث ما صب اللہ فی صدری الا وصببتہ فی صدر ابی بکر ذکرہ صاحب الخلاصۃ وقال موضوع ص۱۲ ذکر کیا ہے حالانکہ موضوع ہے۔

جیسا کہ صاحب تقریب نے کہا ابن کثیر نے لکھا ہے مسند صدیق میں کہ اس حدیث کے شواہد ہیں جس سے صحت کا حکم کیا جا سکتا ہے سیوطی نے کہا اسکے شواہد بھی ہیں۔

(۱۴) خدا کراہت کرتا ہے آسمان میں اس سے کہ ابوبکر زمین میں خاطی ہوں راوی اسکے حرث ہیں اپنی مسند میں حالانکہ یہ حدیث موضوع ہے اسکی سند میں محمد بن سعید ہے جسکو زندقہ میں سولی دیگئی دوسرا راوی نصر بن حماد وراق ہے جو کذاب ہے۔

(۱۶) جب ہم معراج میں گئے تو خدا سے کہا کہ ہمارا خلیفہ علی ابن ابیطالب کو بنا تمام آسمان میں شور ہوا اور ملائکہ نے ہر طرف سے آواز دی کہ پڑھو وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ اور خدا کی مشیت ہے کہ ابوبکر تمھارے بعد خلیفہ ہوں جوزقی اسکے راوی ہیں ابی سعید سے حالانکہ حدیث موضوع ہے۔

(۱۷) جبرئیل نے کہا تمھاری امت سے ہر شخص پر حساب ہے باستثنائے ابوبکر کہ بروز قیامت ان سے کہا جائیگا داخل جنت ہو ابوبکر کہیں گے جب تک ہمارے سب دوست رکھنے والے نہ داخل ہوں ہم نہ داخل ہونگے اسکو ذیل میں

(۱۸) عمر کہتے ہیں کہ ابوبکر اور رسول اللہ کلام کرتے تھے تو ہم دونوں کے درمیان زنگی کی طرح ہوتے تھے کہ ان کی باتیں نہ سمجھتے) کہا ابن تیمیہ نے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۱۹) اگر وزن کیا جائے ایمان ابوبکر ایمان ناس کے ساتھ تو ایمان ابوبکر کا پلہ بھاری ہوگا اس حدیث کو صاحب مقاصد نے ذکر کیا ہے مگر سند اسکی عمر پر موقوفاً صحیح ہے اور مرفوعاً ضعیف ہے یعنی اگر قول عمر ہے تو صحیح ہے اور اگر حدیث رسول مانی جائے تو ضعیف ہے)

(۲۰) نہیں ڈالا کوئی چیز خدا نے میرے دل میں مگر ڈالدیا میں نے اوسکو سینہ ابوبکر میں ذکر کیا ہے صاحب خلاصہ نے اور کہا موضوع ہے۔ ص ۱۱۲ فوائد مجموعہ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور

اب ان روایات کو دیکھکر غور فرمایئے کہ بخاری کا درجہ وضع احادیث میں بڑھ کر ہے یا ان علما کا جنھوں نے یہ حدیثیں بنائیں کیونکہ اسکو تو آپ مکرر دیکھ ہی چکے ہیں کہ بخاری کے پیش نظر چھ لاکھ حدیثیں تھیں جن سے اپنی صحیح کو منتخب کیا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ وهذا آخر الکلام فی هذا المقام وسیتلوه المجلد

الخامس فی مناقب عمر بن الخطاب وقد اتی

فیه بشیء عجاب

تمام شد

فہرست مضامین ضروریہ تنقید بخاری حصہ چہارم